تذکرۂ خواجگانِ چشت

سیکر شریف

مصنف

محب الرسول حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی نظامی نیازی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

تذکرۂ خواجگانِ چشت

سیکر شریف

مصنف

محب الرسول حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی نظامی نیازی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بدر چشتی، حکیم محمد حسین

۲۹۷.۶۹۸۷
ب ۱۲۷ ت
۵۵۶۳۷

جملہ حقوق بحق چشتیہ فاونڈیشن خانقاہ عالیہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب محفوظ ہیں

نام کتاب تذکرہ خواجگان چشت سیکر شریف

نام مصنف حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی علیگ

ہدیہ ۱۰۰ روپیہ

تعداد ایک ہزار

مطبع جسارت پرنٹرز۔ سرکلر روڈ لاہور

ناشر چشتیہ فاونڈیشن خانقاہ عالیہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب

اضافات حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی

سال طباعت ۱۹۸۹ء ۱۴۰۹ھ

ملنے کا پتہ

۱ چشتیہ فاونڈیشن خانقاہ عالیہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب بہاولپور

۲ خانقاہ عالیہ چشتیہ حیدر آباد روڈ میرپور خاص سندھ پوسٹ بکس ۲۸

Marfat.com

فهرست

تقدیم
پیش لفظ
تعارف
دیباچہ
حرف آغاز
تصوف ہی اسلام کا صحیح فلسفہ حیات ہے
مکہ مکرمہ میں پہلی خانقاہ
مدینہ منورہ میں پہلی خانقاہ
مدینہ منورہ میں دوسری خانقاہ
خانقاہ حضرت خواجہ حسن بصری
مکتوب حضرت خواجہ حسن بصری
بنام عمر بن عبدالعزیز
مکتوب خواجہ حسن بصری پر ابو زہرہ مصری کا تبصرہ
عرفان تصوف
خواجگان چشت اہل بہشت کا قصر عرفان پر مقام
برصغیر میں بزرگان چشت کی آمد
سلطان محمد تغلق کے عقائد
حضرت مولانا علامہ خواجہ کمال الدین (رح)
حضرت خواجہ سراج الدین چشتی (رح)
حضرت خواجہ علیم الدین چشتی
حضرت خواجہ محمود عرف راجن چشتی (رح)
حضرت خواجہ جمال الدین عرف جمن چشتی (رح)
حضرت خواجہ شیخ حسن چشتی (رح)
حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی (رح)
حضرت شیخ یحیٰی مدنی چشتی (رح)
حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (رح)

Marfat.com

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی (رح)
حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں (رح)
حضرت خواجہ شاہ نیاز احمد بریلوی (رح)
تاج الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین بریلوی (رح)
حضرت خواجہ شاہ مسکین (رح)
حضرت خواجہ شاہ ولی محمد چشتی (رح)
حضرت مولانا سید کرامت علی شاہ صاحب (رح)
حضرت مولانا سید اکبر علی شاہ صاحب (رح)
حضرت خواجہ سید سجاد حسین شاہ صاحب (رح)
حضرت مولانا حکیم سید ارشاد حسین شاہ (رح)
حضرت ملا الٰہی بخش آمیر کی (رح)
حضرت مصطفےٰ حسن شاہ صاحب (رح)
حضرت مولوی عبد الوحید فاروقی (رح)
حضرت خواجہ شاہ اکرام حسین سکینی (رح)
خلفائے کرام
حضرت خیرے شاہ صاحب (رح)
حضرت حاجی محمد یاسین خان صاحب
حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی (رح)
حضرت خواجہ امراو علی شاہ صاحب (رح)
حضرت مولانا عبد المالک صاحب
حضرت صوفی سید مشتاق احمد صاحب فرخ آبادی (رح)
حضرت علامہ قاضی عبد الغنی صاحب (رح)
حضرت محمد شریف چشتی صاحب
حضرت محمد اسلم صاحب چشتی
حضرت صوفی محمد عبد الشکور صاحب
حضرت شیخ فضل اللہ الختری
حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی
سلیم الدین خان چشتی کمالی

Marfat.com

انتساب

عقیدت و محبت کے ان جذبات کے ساتھ جن کی ٹھنڈک میں اپنے سینے میں محسوس کرتا ہوں اپنی یہ تصنیف قطب ربانی شیخ المشائخ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ شاہ ولایت سیکر شریف کے نام نامی اسم گرامی کے نام سے معنون کرتا ہوں جن کے فیض کرم کی ضو پاشیاں برصغیر پاک و ہند کو منور کیے ہوئے ہیں

خاکپائے اولیاء

حکیم محمد حسین بدر چشتی

ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم و لا ھم یحزنون ○

سن لو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ہمیشہ پرہیز گاری کرتے رہے (ترجمہ قادری مولانا مفتی عزیز احمد قادری بدایونی)

قطعہ تاریخ طباعت

خواجگان چشت سیکر کے یہ اذکار جمیل
اس میں اسرار و رموز عشق کی ہر بات ہے۔
گلشن فقر و تصوف کی بہار بے خزاں

ہے جناب بدر کا اک شاہکار بے بہا
اور ہر نقطے میں اس کے درس تسلیم و رضا
مشعل راہ ہدایت منزل صدق و صفا

سال طبع تذکرہ پر مجھ سے برجستہ سروش!
کہہ گیا ہے۔ "ذکر اسلاف نورانی" فدا
۱۴۰۹ھ

ابو الطاہر فدا حسین فدا
مدیر ماہنامہ مہر و ماہ لاہور

تقریظ

حضرت مخدوم شاہ اکرام حسین چشتی سیکری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں، خداوند قدوس کے لئے ہیں۔ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور اس کے محبوب، حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں درود و سلام ہوں جو ہم سب کے ہادی اور پیشوا ہیں جو وجہ تخلیق دو جہاں ہیں۔ جن کا وجود گرامی تمام خیر و برکات کا مرکز اور معدن ہے--- اور آپ کی آل اطہار اور اصحاب کرام پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہمیشہ سایہ افگن رہے۔ آمین۔

عصر حاضر--- میں، امت مسلمہ--- ساری دنیا میں--- جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں ہر جگہ اختلاف و انتشار کا شکار ہو چکی ہے--- ساری غیر مسلم دنیا--- مسلمانوں کی دشمن ہے۔ مسلمان کے وجود سے اس کو نفرت ہے۔ کسی کا مسلمان ہونا اس کے نزدیک بہت ہی بری بات ہے۔ ایک طرف یہ صورت حال ہے اور دوسری طرف یہ حال ہے کہ مسلمان خود اپنے دشمن ہیں۔ جو دین سراپا الفت اور محبت کا مخزن ہے۔ اس کے حاملین باہم ایک دوسرے کے ساتھ نفرت اور جنگ میں مبتلا ہیں--- ان حالات میں ضروری ہے کہ اولیائے کرام کی سیرتوں کو اجاگر کیا جائے اور ان کے پیغام کو گھر گھر پہنچایا جائے تاکہ امت مسلمہ اپنے اصل مقصد اور مرکز کی طرف لوٹ آئے اسلام--- ایک آفاقی مذہب ہے۔ اس کی نشر و اشاعت میں آفاقی قوت رکھنے والوں اور روحانی تصرف کرنیوالوں کو کیونکر فراموش کیا جاسکتا ہے؟

ان کو فراموش کرنا ایک ایسی خطرناک اور تباہ کن غلطی ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ جب تک امت مسلمہ کے درمیاں اسکی سرپرستی کے لئے اولیاء امت موجود رہے تمام امت ہر قسم کے تنزل سے محفوظ رہی۔ اگرچہ اس پر بار بار بہت سخت اور کڑے وقت آتے رہے۔ اس امت کو جیسی ان کی ضرورت کل تھی۔ ویسی ہی آج بھی ہے اور کل بھی رہے گی۔ ان کا وجود اپنی حیات ظاہری میں بھی امت کے لئے عظیم خیر و برکات کا سبب تھا اور اب حیات باطنی میں بھی ان کا فیضان بدستور جاری و ساری ہے۔ اگر لوگوں کا یقین اور اعتقاد درست ہو تو بقول اقبال مرحوم آج بھی

آگ کر سکتی ہے انداز گلستان پیدا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

ترجمہ:۔ وہ وہی ذات اقدس ہے۔ جس نے اہل مکہ میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا تاکہ ان پر اسکی آیات تلاوت کرے اور ان کو پاک کرے۔ (تا آخر)۔

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد عظیم اور وحید صرف یہی تھا اور ہے۔ اسلام کی تمام تعلیمات اسی اصول کے گرد گھومتی ہیں۔ صوفیائے کرام نے اسی اصل کو اپنایا اور اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ تصوف کی پوری روحانی، دینی، علمی اور سماجی تاریخ اسی اصول کی عملی تفسیر ہے۔
تقویٰ --- اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔ یہی وہ اعلیٰ جوہر ہے جو بندہ کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بنا دیتا ہے۔ جو کسی خوش بخت بندے کو یہ مقام میسر آ جاتا ہے۔ تو وہ بندہ خود بھی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہو جاتا ہے۔ اللہ و رسول اور بندے کے درمیان جذب و کشش کا ایک ایسا عجیب و غریب عمل شروع ہو جاتا ہے کہ باید و شاید --- تقویٰ کی بنیاد پر ایک متقی مسلمان میں جو عظیم قوت خدا اور رسول کے عشق کے نام سے انگڑائی لیکر پیدا ہوتی ہے۔ وہ دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کی سب سے بڑی --- سب سے اعلیٰ اور سب سے عمدہ حقیقت ہوتی ہے۔ اولیائے کرام کا سرمایہ یہی قوت ہے۔ یہی قوت ان حضرات کو نائب رسول کے بلند و بالا منصب پر فائز کرتی ہے۔ یہی طریقت ہے جو شریعت کی بنیاد پر حقیقت اور معرفت کے منازل طے کرتی ہے۔
یہی وہ راستہ ہے جو طریقت، شریعت، حقیقت اور معرفت کی حسین منزلوں سے گذرتا ہوا۔ منزل مقصود کو پہونچتا ہے۔ اس مقام عظمت کے حاملین کو سکون قلب کی نعمت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔ اسی مقام سے وہ اولیاء اللہ کی نورانی صفوں میں شامل ہوتے ہیں اور یہاں ہی سے ان کو وہ خوشخبری دیجاتی ہے کہ

اللہ کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ غم۔

جو اللہ اور اس کے رسول کا ہو گیا۔ اللہ اور رسول بھی اسکے ہو گئے۔ سبحان اللہ کیا مقام عظمت ہے کہ ساری عظمتیں اور رفعتیں اس مقام کو چھو بھی نہیں سکتی ہیں۔
اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے تذکروں کو اسلامی تاریخ اور اشاعت اسلام میں ایک مستقل باب کی حیثیت حاصل ہے۔ تمام سلاسل تصوف کے بزرگوں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اگرچہ پورا پورا حصہ لیا ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو مجال انکار نہیں ہو سکتی اور اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اکابر نے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں جس والہانہ ذوق و شوق سے حصہ لیا وہ اسلام کا اسکی تبلیغی تاریخ کا ایک حسین و جمیل الھیلا، نرالا اور اچھوتا باب ہے۔ سرزمین برصغیر (پاک و ہند) پر چشتی اکابر کے بڑے احسانات ہیں۔ اس سلسلہ عالیہ کے عظیم ہادی و رہبر --- بے مثل مبلغ اسلام خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ --- تبلیغ کے عظیم فریضہ کو لیکر ہندوستان تشریف لائے ان کے چند فقراء رفیق سفر تھے۔ دنیاوی اسباب میں سے کوئی چیز ان کے پاس مطلق نہیں تھی وہ راستہ میں کہیں نہیں رکے۔ سیدھے اجمیر پہنچے --- جو کفر کا عظیم اور مہیب گڑھ تھا۔ تبلیغ اسلام کا سخت مشکل اور بیحد کٹھن فریضہ انکی زندگی کا نصب العین تھا اور اسکا حصول محبوب ترین

Marfat.com

مقصد تھا- تاریخ نے یہ بات محفوظ کی ہے کہ حضور خواجہ صاحب نے اجمیر تشریف لانے سے قبل ملتان میں چھ سال تک سنسکرت زبانی سیکھی اور اس پر عبور حاصل کیا یہ خود ایک بڑا مشکل کام تھا- مگر مقصد سے لگن نے اس مرحلہ کو طے کر دیا- پھر اللہ تعالیٰ کا یہ برگزیدہ بندہ--- نائب رسول فی الہند--- کفر کے قلب اجمیر میں داخل ہوا--- کفر کے مستانوں سے انکی اپنی زبان میں بات کی ان کو سمجھایا--- حقیقت سے آگاہ کیا--- جو بات اس مقدس زبان سے نکلی وہ یکایک دل کے اندر چلی گئی--- مشہور شاعر فردوسی نے ایک بڑی دلچسپ اور حقیقت افروز بات کہی تھی اور وہ یہ کہ

حق پہ چلنے والے کا پاؤں شیطان کے سینے پر ہوتا ہے-

شیطان کے پروانوں اور کفر کے دیوانوں نے ہمارے خواجہ صاحب کی بات کو سنا، دل نے قبول کر لیا- مگر ذہن نے بغاوت کر دی کفر اپنی تمام توانائیوں کے ساتھ اس تنہا مرد حق آگاہ کے مقابلہ پر اتر آیا جو گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان تھا- راجہ سے لیکر پرجا تک سب ایک صف میں کھڑے ہو گئے وہ تمام حربے استعمال ہوئے جو ممکن تھے مگر ہر تدبیر ناکام ہو گئی- ہر حربہ کو شکست کا سامنا ہوا- نور خدا کفر کی حرکتوں پر خندہ زن تھا- ہمارے خواجہ--- ہمارے سردار--- اپنے مسکن پر رونق افروز تھے- ہر ایک حرکت کا جواب اپنی روحانی قوت سے دیتے چلے جا رہے تھے- کفر کی شب دیجور اپنا آخری سفر طے کر رہی تھی- نور اسلام کی صبح اس کا تعاقب کر رہی تھی بالآخر تاریکی کا دور پورا ہوا اور نور اسلام کی دلنواز صبح نمودار ہوئی- جہاں ناقوس اور گھنٹوں کا شور برپا ہوتا تھا- وہاں نعرہ اللہ اکبر کا خروش بلند ہوا

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

کی عملی حقیقت سب پر ظاہر ہو گئی حضور خواجہ صاحب نے نغمہ وحدت کچھ ایسے مسحور کن انداز میں لوگوں کو سنایا کہ ادھر ادھر پھر گیا رخ ہوا کا-

جو بات دلوں میں اتر گئی تھی جس کی صداقت نے پہلے دلوں کو قبولیت کی استعداد عطا کر دی تھی وہ دلوں سے اٹھ کر زبانوں پر آ گئی تاریخ نے یہ بات محفوظ کی ہے کہ حضرت خواجہ کے دست مبارک

پر لاکھ کنبوں نے اسلام قبول کیا یہ اسلام قبول کرنے والے تمام ہندو اعلیٰ ذات اور اونچے درجہ کے افراد ۹۲ تھے- کفر کے گڑھ میں سب سے پہلے جس نے پاکستان بنایا اور اس کو اسلامی تمدن سے آراستہ کیا- وہ خواجہ صاحب کی ذات گرامی تھی- سرزمین "رام" کو سرزمین اسلام بنانا کوئی آسان کام نہیں تھا- اس رام آباد کو اسلام آباد کس نے بنایا؟ لگاؤ نعرہ تکبیر اور کہو اولین پاکستان کے بانی ہیں-

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

یہ ان ہی کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا اور ہے کہ اس سرزمین پر پاک استھان بنا اور آج اس کا دارالحکومت اسلام آباد ہے- جن لوگوں نے حضور خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا وہ اسلام کے لیے

Marfat.com

شیدائی اور سپاہی نکلے کہ کفر انہیں پھر اپنے حلقہ میں لانے سے قاصر رہا- بلکہ وہ اسلام کی فلاح و بقا اور قیام کے لئے اسلام کی فوج بن گئے- سبحان اللہ کیا انقلاب آیا کہ

"پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے"

یہ ہے برصغیر کے اس سب سے بڑے مبلغ اسلام کی داستان حیات کا مختصر سا بیان ان کا عہد مبارک جب اختتام کو پہونچا تو ان کے خلفاء نے اس فریضہ کو ایسے اعلیٰ مقام تک پہونچانے کی انتہائی کوشش جاری رکھی کہ حلقہ اسلام میں افرادی قوت کا اضافہ ہوتا چلا گیا- یہ سب حضرات اسلامی علوم و فنون میں یکتا تھے- ان کی مساجد اور خانقاہوں نے ایسے افراد تیار کئے جو عمل و علم میں بے نظیر تھے-

تقویٰ اور پرہیز گاری میں ان کی مثال مشکل سے ملتی تھی- ان متقی اور پاکباز افراد نے جو علم و عمل کا پیکر تھے- پورے برصغیر میں اسلام کا نور پھیلا دیا ان ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ برصغیر میں تقسیم ملک کے وقت دس کروڑ مسلمان تھے-

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں بادشاہوں، فاتحین یا "دنیا دار علماء" سے نہیں بلکہ ان مبلغین کے ذریعہ پہونچا- جو ایک طرف شریعت اسلامیہ کے پیکر تھے تو دوسری طرف اخلاق حسنہ اور اپنے بے مثل کردار کے باعث اللہ کی مخلوق کے کام آتے- ان کے دلوں کو مسخر کرتے ہزاروں دشواریوں اور مصیبتوں کے باوجود اسکی منزل کی طرف بڑھتے چلے جاتے تھے- جسے ختمی مرتبت علیہ السلام نے فلاح انسانیت کے لئے متعین کیا تھا ان ہی بزرگوں کی کوششوں سے یہ خطہ زمین شریعت وطریقت اور ترویج عرفان والیقان کا گلشن سدا بہار بن گیا-

سرزمین اجمیر --- جو ہم چشتیوں کا مرکزی اور عالمی مرکز ہے- وہاں سے فیضان نبوی کا جو سلسلہ جاری ہوا- وہ اجمیر --- دلی، پاک پتن، بریلی اور جے پور ہوتا ہوا- سیکر پہونچا اور تقسیم ہند کے بعد وہاں سے حیدر آباد سندھ پہونچا اس سلسلے کی ایک مقتدر شاخ ڈیرہ نواب صاحب (بہاولپور) میں قائم ہے-

ڈیرہ نواب صاحب میں اس سلسلہ عالیہ سے وابستہ ایک جوہر قابل --- حکیم محمد حسین بدر چشتی مرحوم نے چشتی بزرگوں کا ایک شاندار تذکرہ مرتب کیا- زیر نظر تذکرہ --- صوفی دنیا میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے- جس کو مصنف نے اپنے مخصوص انداز فکر کی روشنی مین مرتب کیا ہے- انہوں نے چشتی صوفیائے کرام کے حالات اور ان کی تبلیغی مساعی جمیلہ کو بڑی خوبی کے ساتھ پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے- اس باب میں ان کی سوچ اور فکر کا انداز منفرد ہے- انہوں نے تصوف اور اہل تصوف کی تاریخ پر ماضی میں کام کرنے والوں کے طریقہ کار سے قدرے الگ ہو کر نیا طریقہ اختیار کیا ہے اس تاریخ کو انہوں نے جس طرح پڑھا، سمجھا اور نتیجہ اخذ کیا وہ ان اوراق میں صاف نظر آتا ہے-

حکیم صاحب مرحوم --- حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت اطہار نیز حضرات صحابہ کرام کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے تھے- بار بار اکثر ملاقاتوں کے دوران ان سے تاریخ اسلام پر تبادلہ خیال ہوا- وہ اسلامی تاریخ میں اموی اور عباسی سلاطین کے حالات کا پیوند پسند نہیں کرتے تھے- میں نے ان

Marfat.com

مشورہ دیا تھا کہ وہ اسلام کی ایک ایسی تاریخ لکھیں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل
ت اطہار کے حالات کے بعد صوفیائے کرام کا ذکر ہو۔ یہی اسلام کی صحیح اور حقیقی تاریخ ہوگی اور اس
ے اسلام کی تبلیغی تاریخ میں ایک شاندار اضافہ ہوگا۔ افسوس ہے کہ ان کی زندگی نے وفا نہیں کی ورنہ وہ
سی تاریخ لکھتے جو اسلام کی صحیح تاریخ ہوتی۔ "تذکرہ خواجگان چشت سیکر شریف" اپنے موضوع پر ایک
مع کتاب ہے۔ اس کی خوبیاں ناظرین پر خود بخود ظاہر ہوتی چلی جائینگی۔ مصنف مرحوم کے لائق فرزند
کیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی کو اللہ تعالی اپنی رحمتوں سے نوازے کہ انہوں نے اس ضخیم تذکرہ کی
شاعت کا بیڑا اٹھایا اور منزل مقصود تک پہونچایا اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت دے کہ وہ حکیم صاحب مرحوم
ی دیگر تصانیف کو زیور طباعت سے آراستہ کر سکیں اور ان کے مشن کو تاحیات چلاتے رہیں۔ افتخار میاں
یں وہ تمام صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں جو اس مشن کو چلانے کے لئے بہر حال ضروری ہیں۔

سید اکرام حسین سیکری
۲۷ ستمبر ۱۹۸۹ء

Marfat.com

تقدیم :-

ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب ایم۔اے،پی۔ایچ۔ڈی

قرآن حکیم میں حق جل مجدہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف فرماتے ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کا---

---- تزکیہ نفس فرماتے ہیں ---- ان کو

---- کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہیں --- اور

---- دانائی و حکمت سکھاتے ہیں۔

گویا تعمیر سیرت کے لئے مرشد و مربی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہوئے۔

---- پہلے زمین دل کو پاک صاف کرے --- پھر

---- اس میں تعلیم قرآنی کا بیج بوئے --- تاکہ

---- اس بیج سے حکمت و دانائی کے پودے پھوٹیں اور گل بوٹے کھلیں۔

تعمیر سیرت کے یہ مرحلے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں طے نہیں ہوتے۔ اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں طے ہوتے ہیں۔ اسی لئے اقبال نے کہا تھا۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اور جامعات و کلیات کے اساتذہ کے لئے کہا تھا۔

شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں!

حقیقت یہ ہے کہ اسلام دماغ سوزی کا نام نہیں بلکہ دل سوزی کا نام ہے اور دلوں میں سوز و گداز خانقاہوں میں بیٹھ کر ہی پیدا ہوتا ہے۔

انسان کو تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے نظام تعلیم کا سب سے بڑا نقص یہی ہے کہ تربیت نہیں، تعلیم ہے اور صد حیف کہ اب تو تعلیم بھی نہ رہی --- صحیح تربیت ہی انسان کو انسان بناتی ہے۔ --- اقبال نے بڑی دل لگتی بات کہی ہے کہ "دور جدید کے مسلمانوں کو تعلیم سے زیادہ تربیت کی ضرورت ہے۔" ---- اور تربیت کے لئے کاملین کی صحبت کی ضرورت ہے" ---- عطر فروش کی دکان پر جائیے، کچھ نہ خریدیئے، تھوڑی دیر بیٹھے اور خوشبوؤں میں بسے ہوئے چلے آیئے --- یہی حال حضرات اہل اللہ کا ہے، صرف ان کی محبت میں بیٹھنے ہی سے انقلاب آنے لگتا ہے --- ان کی محبت میں انسان ایسا مہذب بن جاتا ہے کہ دنیا کے پڑھے لکھے بھی ایسے مہذب نہ ہوں گے --- بولنا چالنا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، ہنسنا بولنا، اوڑھنا بچھونا، الغرض زندگی گذارنے کا

Marfat.com

سلیقہ آجاتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ خانقاہوں میں بگڑے ہوئے سنورتے ہیں اور ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سنورے ہوئے بگڑ جاتے ہیں-- ہمیں معلموں سے زیادہ مربیوں کی ضرورت ہے--- وہ مربی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی شان میں یہ ارشاد فرمایا کہ ان کو دیکھو تو اللہ یاد آجاتا ہے--- ان کے چہروں پر پھٹکار نہیں بلکہ انوار الہی کی پھوار پڑ رہی ہے- جو دلوں کو کھینچے بغیر نہیں رہتے--- وہ مربی جن کی شان میں مولی تعالی نے فرمایا کہ ہمارے محبوبوں کی یہ شان ہے کہ نہ ان پر غم مسلط ہے اور نہ ان کو کوئی دھڑکا لگا ہوا ہے- ان کی پاک زندگی مستقبل کے خوف اور ماضی کے غم سے پاک ہے--- آج ہماری زندگی خوف اور غم کی نذر ہو کر رہ گئی، ہم نے ایک ایسا معاشرہ جنم دیا جہاں کھنچاؤ اور تناؤ کے سوا کچھ نہیں جس نے انسان کے اعصابی ڈھانچے کو ہلا کر رکھ دیا ہے--- ایسی ابتر زندگی میں ہم کو زندہ دلوں کی صحبت کی ضرورت ہے، ان کے احوال ھمارے دلوں کو قوی کر کے اعصابی نظام کو مستحکم کر سکتے ہیں- اسی لئے اقبال نے کہا تھا-

ضبط کن تاریخ را پائندہ شو

اگر تم ہمیشہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی تاریخ کو مرتب کرو، اس سے قوت بھی ملے گی اور حوصلہ بھی پیدا ہو گا- فاضل مؤلف محترم حکیم محمد حسین بدر چشتی علیہ الرحمتہ نے یہ اہم کام کیا اور اپنے شیخ طریقت مکرمی حضرت سید اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی کے سلسلہ طریقت کے بعض شیوخ کے حالات زندگی پیش نظر تذکرے میں مرتب فرمائے اور اس پر ایک مبسوط اور فاضلانہ مقدمہ بھی تحریر فرمایا--- اس تذکرے میں بعض شیوخ کے حالات مجمل ہیں اور بعض کے مفصل--- حالات جنود اللہ ہیں، ان کو پڑھ کر دلوں کو قوت حاصل ہوتی ہے--- حضرت خواجہ بصری رضی اللہ عنہ کا صحیفہ عالی جو انہوں نے خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ کی درخواست پر تحریر فرمایا تھا اور جس کا اس تذکرے میں ذکر ہے- آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور ہر سربراہ مملکت کے لئے حرز جاں بنانے کے لائق سبحان اللہ! کیا کیا نصیحتیں فرمائیں کہ آنکھیں کھل گئیں اور دل روشن ہو گئے- فاضل مؤلف حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ اہل سنت کے حق پسند اور دردمند قلمکار ہیں- ماضی قریب کی تاریخ اور سیاست پر ان کی اچھی نظر ہے- دردمندی اور حقیقت نگاری ان کی نگارشات کا طرہ امتیاز ہے- ان کی متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف ہیں اور کتب خانہ بھی ہے- جس میں قلمی کتابوں کا نادر ذخیرہ ہے- ان کی یادگار ان کے صاحبزادے برادرم حکیم محمد افتخار حسین صاحب زید مجدہ ہیں- جو اپنے والد ماجد کی بہت سی صفات سے متصف ہیں- مولیٰ تعالیٰ انکو ہمت واستقامت اور دین کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے آمین!

حکیم صاحب مرحوم کے شیخ طریقت محترم حضرت حکیم سید اکرام حسین شاہ سیکری چشتی مدظلہ العالی حیدر آباد سندھ میں فیض رساں ہیں، وہ شب و روز عیال اللہ کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں- گذشتہ چودہ سال سے فقیر کے آپ سے مخلصانہ مراسم ہیں- وہ فقیر پر بہت ہی شفقت و کرم فرماتے ہیں- فقیر کے نزدیک آپ کی زندگی کا امتیاز خاص سادگی ہے- حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سادگی

ایمان کی نشانی ہے- آپ میں شیخانہ طمطراق نہیں --- کپڑے کی ٹوپی، کرتا اور پاجامہ، یہ ہے آپکا سیدھا سادا لباس --- وہ امیر و غریب سب کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں-- وہ ایک طرف طبیب جسمانی ہیں تو دوسری طرف طبیب روحانی ہیں- ان کا روحانی فیض ملک اور بیرون ملک جاری و ساری ہے- مولیٰ تعالیٰ آپ کا مبارک سایہ قائم و دائم رکھے آمین! آپ کے خلفاء میں حکیم محمد حسین بدر چشتی اور شیخ فضل اللہ حائیری قابل ذکر ہیں---- آپ کے صاحب زادے جناب سید انصار حسین شاہ رضوی آپ کے جانشین ہیں---- آج کے تاریک دور میں جب چاروں طرف تاریکیاں ہی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں، حضرت اہل اللہ روشنی کا ایک مینارہ ہیں جو بھٹکتی ہوئی انسانیت کو راہ دکھا رہے ہیں--- اجڑی ہوئی آبادیوں میں اخوت و محبت کا درس دے رہے ہیں--- ان کی خانقاہیں تعلیم و تربیت کے اہم مراکز ہیں- جہاں ہر رنگ و نسل اور ہر زبان بولنے والے انسان بھائیوں کی طرح بیٹھے ہوئے نظر آئیں گے------

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسان، انسان کا بھائی ہے-"----- اور فرمایا "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے-"--- اس عالمگیر محبت و اخوت کا سماں اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں نظر آئیگا-- آج دنیا مضطرب و پریشان ہے، ہر فرد سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے- اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس بے چینی کا علاج بھی بتا دیا، ارشاد فرمایا "دیکھنا، غور سے سننا اور یہ بات یاد رکھنا کہ دل کا چین اللہ ہی کی یاد میں ہے-"--- تم کتنی ہی مادی ترقیاں کر لو، تم کو چین نہیں ملے گا- چین ملے گا تو اللہ کی یاد میں ملے گا اور حضرات اہل اللہ کی محبت میں ملے گا- جن کی زیارت سے دل جاری ہو جاتا ہے اور اللہ کا ذکر کرنے لگتا ہے-

----- بیشک

دربار شہنشہی سے خوشتر

مردان خدا کا آستانہ

مولیٰ تعالیٰ فاضل مرحوم حکیم محمد حسین بدر چشتی علیہ الرحمتہ کی تربت کو نور سے بھر دے اور ان کی مساعی جمیلہ کو قبول کر کے اپنی بیکراں نعمتوں اور رحمتوں سے نوازے- آمین! بجاہ سید المرسلین رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ واصحابہ وسلم-

۱۵ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ
۱۶ ستمبر ۱۹۸۹ء
یوم جمعۃ المبارک

احقر
محمد مسعود احمد عفی عنہ
۲/۱۷- سی، پی-ای-سی-ایچ
سوسائٹی
کراچی - ۷۵۴۰۰

پیش لفظ:-

حکیم محمد موسیٰ امرتسری

الہی تا بود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں راہ روشنائی

صوفی باصفا جناب حضرت حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ بڑے سعد بخت اور نیک طینت انسان تھے- وہ زندگی بھر شعائر اسلام پر کار بند رہے اور ایک عارف حق کی حیثیت سے اس دنیائے بے ثبات سے رخصت ہوئے-

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس مرد صالح اور صاحب فضل و کمال نے خلق خدا اور علم و ادب کی بے پناہ اور قابل قدر خدمات انجام دیں اور نظریہ پاکستان کے فروغ کے لئے بیشتر رسائل و کتب تحریر کئے، جو پاکستان سے ان کی سچی محبت کی واضح دلیل ہے- موصوف کی متعدد تصانیف ان کے نام کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے کافی و وافی ہیں- مگر پیش نظر تالیف "تذکرہ خواجگان چشت سیکر شریف" آپ کا خواجگان چشت رحمہم اللہ تعالیٰ کے حضور ایک لافانی "ھدیہ عقیدت" ہے- جو ان کے لئے صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتا ہے- اس لئے اس سے قارئین کے دلوں میں اولیائے کرام سے محبت و عقیدت بڑھے گی اور انہیں ان نفوس قدسیہ کے اتباع کی ترغیب حاصل ہو گی- انشاء اللہ العزیز! دعا ہے- رب العزت اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان کے مرقد کو منور و مستفید فرمائے- آمین ثم آمین!

گدائے کوئے غریب نواز
محمد موسیٰ عفی عنہ
۲۶ اگست ۱۹۸۹ء

Marfat.com

تعارف

موئرخ لاہور محمد دین کلیم قادری لاہور

اسلاف اور اخیار کا تذکرہ اور تبلیغ اسلام کا کام جس قدر اولیائے محمدیہ رحمہم اللہ کے وجود مسعود سے ظہور پذیر ہوا اس قدر کسی اور جماعت سے نہ ہو سکا ایسے مبلغین اور اولیائے کرام کے سوانحے کو محفوظ رکھنا ایک عظیم دینی خدمت ہے تاکہ آئندہ نسلیں ان کو پڑھ کر اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہی حاصل کر سکیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر سعادت دارین کا شرف حاصل کر سکیں تدوین و تالیف کا یہ کام انہیں حضرات سے ہو سکتا ہے جو ان حضرات اور ان کے کارہائے نمایاں سے عقیدت و محبت رکھنے والے ہوں کیونکہ فرمان رسالت ماب صلی اللہ علیہ و الہ و سلم ہے کہ "من احب شیئا اکثر ذکرہ ○" یعنی جس چیز سے کسی کو محبت ہو اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ ہر آدمی حرص و ہوس کا شکار ہے بزرگان دین کے افکار و نظریات پر لکھنا باعث ثواب اور رحمت ہی ہے

۱ رسول اللہ (ص) نے فرمایا "جب نیکیوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت رحمت باری کا نزول ہوتا ہے"

۲ حضرت ابو القاسم جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ حکایات مشائخ جند من جنود اللہ عزو جل للقلوب ○ یعنی مشائخ کرام کی حکایات دلوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں

۳ حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی کا ارشاد گرامی ہے کہ مرید اپنے مرشد کے ملفوظات و حالات کی مکمل اشاعت کرے تاکہ وہ عوام کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں

۴ ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں "عند ذکر اولیاء تنزل الرحمۃ ○" یعنی اولیائے کرام کا ذکر کرنے پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے

۵ پھر فرمایا کہ جو آدمی اولیائے عظام کے سوانح اور ملفوظات اپنے قلم سے تحریر کرتا ہے اس کے لیے جنت میں ہر حرف کے بدلے ایک محل خاص تیار ہوتا ہے

۶ حضرت فرید الدین عطار فرماتے ہیں کہ مشائخ کرام کے ملفوظات اور ارشادات کو پڑھنے سے بے شمار اسرار و رموز عیاں ہوتے ہیں

۷ حضرت امام یوسف ہمدانی سے دریافت کیا گیا کہ جب ایسا زمانہ آ جائے کہ اللہ والے تلاش

Marfat.com

کرنے کے باوجود بھی نہ ملیں تو اس وقت کیا کرنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ ان حالات میں اگر ہماری سیرت کے آٹھ صفحات ہی پڑھ لے گا تو وہ یہ خلاء محسوس نہ کرے گا

۸ حضرت شیخ نجم الدین صغری فرماتے ہیں کہ منازل امیر المومنین علی مرتضیٰ (رضہ) میں ہے کہ ذکر الاولیاء عبادہ ○ یعنی اولیائے اللہ کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے

۹ حضرت شیخ بو علی (رضہ) حقاق سے دریافت کیا گیا کہ جب لوگ قرآن مجید اور احادیث نبویہ پر عمل کرنا چھوڑ دیں اور اولیاء کرام کے مسلک و مشرب پر عمل نہ کریں تو کیا ان کے ملفوظات فائدہ مند ہو سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یقیناً جن کے دلوں میں طریقت کی طلب پائی جاتی ہے وہ اس سے ضرور فائدہ حاصل کرتے ہیں

اس دور میں ہمارے مکرم و محترم دوست حضرت شمس الاطباء حکیم محمد حسین بدر چشتی (رح) کو قدرت نے اس کام کے لیے منتخب فرمایا ہے کہ جنہوں نے "تذکرہ خواجگان چشت" لکھ کر تاریخ مشائخ چشت میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے جو اپنے پیران عظام کی پاکیزہ اور متبرک زندگیوں اور تعلیمات کی تڑپ رکھتے تھے یہ کتاب طالبان حق کے لیے مشعل راہ ہے اور خیر الکلام ماقلی و دنی کے اوصاف سے موصوف ہے اور اسکی خوبیاں پڑھنے والوں پر خود بخود ظاہر ہو جائیں گی شیخ سعدی کا مقولہ ہے

مشک آنست کہ خود ببوئید نہ کہ عطار بگوید

حضرت کلیم محمد حسین بدر چشتی (رح) سے راقم الحروف کے چند سالوں سے تعلقات تھے جبکہ میں "تذکرہ مشائخ چشت" کی تدوین میں مصروف تھا آپ نے حضرات سیکر شریف کے حالات منضبط کر کے مجھے بھجوائے اور آئندہ کے لیے بھی تعاون کا یقین دلایا مگر اچانک ۸ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو آپ کا ڈیرہ نواب صاحب (بہاول پور) میں وصال ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون ○

حضرت کلیم صاحب قبلہ کی بے شمار کتابیں یادگار ہیں برصغیر پاک و ہند کے بیشتر علمائے کرام اور صوفیائے عظام سے آپ کے گہرے مراسم تھے انہوں نے تحریک پاکستان میں بھر پور انداز سے حصہ لیا آپ نے دنیا کے کئی ایک ممالک کی سیر و سیاحت کی ۱۹۵۳ء میں ڈیرہ نواب صاحب ریاست بہاولپور میں مستقل اقامت گزینی اختیار کی اور اصلاح معاشرہ اور فلاح و بہبود کے کام کرنے شروع کیے محفل میلاد النبی (ص) اور دیگر اسلامی تقاریب کا انعقاد فرماتے آپ کو بزرگان دین اور اولیائے کرام سے دلی لگاؤ تھا اکثر ان کے مزارات مقدسہ پر حاضری دیتے جس شہر میں جاتے پہلے وہاں کے مزارات اولیاء پر حاضری دیتے اکتساب فیض کرتے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ میں حضرت مخدوم سید اکرام حسین شاہ سیکری (مدظلہ العالی) کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کا شرف حاصل کیا پھر آپ کے پیر و مرشد نے آپ کی بے شمار صلاحیتوں کو دیکھ کر آپ کو محرم

Marfat.com

الحرام ۱۳۹۸ھ میں خلافت و اجازت سے نوازا تصنیفات علم تاریخ طب سوانح تصوف وغیرہ پر بہت سی ہیں جو کہ نہایت قابل قدر ہیں

آخر میں راقم الحروف کی خداوند قدوس کی بارگاہ میں باعجز و نیاز التماس ہے کہ وہ مرحوم کے اس عظیم "تذکرہ مشائخ چشت" کو قبولیت عامہ بخشے جو انہوں نے اپنے پیران عظام کے حالات پر تحریر کیے ہیں اور ان کی جملہ خدمات اور مساعی کو اپنی یادگار عالیہ میں مقبول فرمائے اور قوم کے نوجوانوں کو مسلک کی خدمات کے لیے درد عطا فرمائے جس سے آپ کی روح کو تسکین ہو اور اس تذکرہ کو قبول ودوام کا شرف حاصل ہو

آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد دین کلیم عفی عنہ

گڑھی شاہو لاہور ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

Marfat.com

دیباچہ

میاں اخلاق احمد ایم اے

گلشن اسلام کی آبیاری اور نگہداشت کے لئے یوں تو بزرگان اسلام کی ایک کثیر جمیعت بحکم رب تعالیٰ مامور رہی ہے لیکن جس تسلسل اور روانی کے ساتھ سلسلہ عالیہ چشتیہ اس فرض منصبی کو لے کر چلا اور آگے بڑھتا رہا ہے ہماری اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت اور حیثیت کا مالک ہے یہ خدا کے وہ برگزیدہ بندے تھے جنہوں نے دین حق کے پیغام کو دنیا کے تمام ممالک میں نشر کیا اور اس سچے مذہب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کے لئے نجات کی نوید بہم پہنچائی بزرگان چشت کا سلسلہ اسلام کی اشاعت کے ایک طویل دور پر محیط ہے اور رشد و ہدایت کی روشنی کا ایسا مینار ہے جس کی شعائیں تاقیامت لوگوں کے لئے راہنمائی کا فریضہ ادا کرتی رہیں گی

برصغیر پاک و ہند میں اگر کسی سلسلہ طریقت کو فروغ حاصل ہوا تو وہ سلسلہ چشتیہ ہے سلطان ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ اس سلسلہ کے روح رواں ہیں آپ اسلام کے بڑے مبلغ تھے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ میں جنوبی ہند (راجپوتانہ) میں اسلام کی اشاعت ہوئی اجمیر جاتے ہوئے آپ نے دہلی میں کچھ عرصہ کے لئے قیام فرمایا اس مختصر قیام میں آپ سات سو کافروں کو مشرف با اسلام کر گئے

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ان دنوں اجمیر ہندووں کا ایک بڑا مقدس مقام تھا دور دراز علاقوں سے لوگ یہاں زیارت کے لئے آتے تھے حضرت رحمتہ اللہ کے اس جگہ قیام سے اسلام کے حلقہ اثر میں توسیع ہوئی اور بہت جلد کفرستان کے علاقے یہ

Marfat.com

آپ کی ذات گرامی سے اسلام کے پیغام سے مانوس ہونے لگے اجمیر میں آپ نے اپنی خانقاہ قائم کی اور روحانی قوت حسن سیرت و کردار سے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کے دل کی دنیا بدل ڈالی اور لاکھوں انسانوں نے اسلام قبول کیا اس روحانی عظمت اعلیٰ شخصیت اور مبلغانہ و مصلحانہ مسائی جمیلہ کا اثر و نفوذ یہاں تک کارگر ہوا کہ عوام اور اہل سلوک میں آپ کی مقبولیت کے قطع نظر ہر دور میں سلاطین و شاہان و حاکمان و امیران آپ کے ارادت مند و عقیدت مند رہے ہیں اپنے اپنے دور اقتدار اور زمانہ حیات میں آستانہ عالیہ اجمیر پر حاضری دیتے اور عقیدت و نیاز مندی کا دم بھرتے رہے

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ کے خلیفہ اول و اکبر شیخ قطب الدین بختیار کاکی درویش رحمہ اللہ دہلی میں مقیم تھے آپ ہمہ گیر مقبولیت رکھتے تھے خواص و عوام آپ کے مطیع و فرمابردار اور معتقد و ارادت مند تھے اپنے مرشد کی طرح خلق خدا کی خدمت میں مشغول رہتے تھے عوام کو ان کی بہت ضرورت رہتی تھی اور یہ ضرورت مادی اور روحانی دونوں قسم کی تھی لوگ اپنی تکلیفیں لے کر آتے اور ان کی مجالس میں انہیں ذہنی سکون میسر آتا آپ نے بین الاقوامی مقام دہلی کو نور اسلام سے منور رکھا اس کے اکناف و اطراف میں شمع اسلام روشن کی اسلام کی جڑیں مظبوط ہوئیں

حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے نمائندہ خاص (خلیفہ) حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر شمالی ہند (پنجاب) میں تھے جنھوں نے اس علاقہ کو اپنے نور و کردار سے منور کیا اور پنجاب میں وٹو سیال ٹوانہ جوئیہ کاٹھیا روان کھگا کھرل اور دیگر قومیں مسلمان ہوئیں جنوبی پنجاب کے غیر مسلم قبائل بھی داخل اسلام ہوئے آپ کے پوتے حضرت تاج الدین نے بیکانیر کے علاقہ میں راجپوت قبائل کو مسلمان کیا ان مشائخ چشت کی اسلامی جدوجہد کا مرکز ان کی خانقاہیں تھیں جو انہوں نے مختلف علاقوں میں قائم کی ہوئی تھیں اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا یہ خانقاہیں ایک ایسی تربیت گاہیں ہوتی تھیں جہاں پہنچ کر بڑے سے بڑے گناہ گار کی ذہنی آب و ہوا بدل جاتی تھی تقوی دین داری خلوص اور توکل کا یہ ماحول انسانی قلوب پر اثر انداز ہوتا بہت سے نا واقف لوگ مشائخ سے بحث کرنے کی نیت سے خانقاہ میں داخل ہوتے لیکن وہاں کی دینی فضا دیکھ کر ایسے مرعوب ہوجاتے کہ پھر اس در کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوتے یہ خانقاہیں صرف تزکیہ باطن اور تہذیب نفس ہی کے لئے مخصوص نہ تھیں بلکہ وہاں دینی تعلیم کا بھی بندوبست ہوتا تھا اس تعلیم کا سہرا حضرت بابا جی فرید گنج شکر کے سر ہے لیکن اس تعلیم کو حسن و خوبی اور انتھک مجاہدوں سے حضرت بابا نظام الدین اولیاء نے معراج کمال تک پہنچایا وہ سلسلہ چشتیہ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہے نصف صدی تک ان کی خانقاہ دہلی میں ارشاد و تلقین کا مرکز رہی ملک ملک سے ان کے

Marfat.com

ملفوظات گرامی سننے کے لئے لوگ پروانہ وار آتے تھے اور ان کی محبت سے عشق الہی اور اسلام کی اشاعت کا جزبہ لے کر جاتے تھے ان کی خانقاہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا امیر و غریب عارف عامی شہری دیہاتی بوڑھے جوان اور بچے سب ہی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور جھولیاں بھر کر واپس جاتے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت نے بیعت کا عام دروازہ کھول دیا وہ گناہ گاروں کو خرقہ پہناتے تھے اور ان سے توبہ کراتے تھے آپ نے اپنے جلیل القدر خلیفہ حضرت برہان الدین غریب خلد آبادی رحمہ اللہ کو چار سو ساتھیوں کے ساتھ دکن میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کیا جن میں میر حسن سنخوی رحمہ اللہ شیخ کمال الدین خجندی رحمہ اللہ شیخ جام اور فخر الدین بھی شامل تھے بہت سے لوگوں نے ان سے اسلام قبول کیا اور اسلام کی تبلیغ و ارشاد کو معراج کمال تک پہنچا دیا

صاحب سفینہ الاولیاء اس بارے لکھتا ہے کہ آپ کی تبلیغ سے سینکڑوں اشخاص مشرف با اسلام ہوئے اور انہوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی میں بیان کرتا ہے کہ جب یہ بزرگان دین نماز ادا کر رہے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ فرش زمین پر قران العیدین ہے

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی کوششوں سے سلسلہ چشتیہ کے اثرات ہندوستان میں دور دور تک پھیل گئے ہر حصہ میں آپ کے مرید پائے جاتے تھے جنہوں نے ہندوستان کے مختلف مقامات میں جا کر تبلیغ اسلام کی اہم خدمات انجام دیں محمد تغلق کے زمانے میں اس حقیقت کو محسوس کیا گیا کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی آبادی کم ہے وہاں سیاسی نظام کی بنیادیں بھی کمزور ہیں جب دکن کے حالات کا تجزیہ کیا گیا تو یہ بنیادی وجہ نمایاں ہوئی دکن میں اسلامی تہذیب و تمدن کو پھیلانے وہاں مسلمانوں کی آبادی میں اضافہ کرنے اور وہاں ایک مضبوط سیاسی نظام تیار کرنے کی خدمات سلسلہ چشتیہ کے مشائخ نے جس تندہی سے انجام دیں اسلامی تہذیب و اشاعت کی تاریخ میں ایک بڑا کارنامہ ہے چنانچہ مولانا شمس الدین یحیٰ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی مولانا فخر الدین رازی و دیگر بزرگوں نے دکن میں تبلیغ اسلام کی خدمات بڑی خوبی سے انجام دیں اسی طرح شیخ سراج دین نے بنگال بہار اور آسام میں اسلامی تہذیب اور تعلیمات پھیلائیں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کے جانشین حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ حضرت بندہ نواز گیسو دراز نے اسلام کی شمع کو اور فروزاں کیا اور محنت شاقہ سے پونا اور بلگام کے اضلاع میں کفار کی ایک بڑی تعداد کو مسلمان کیا اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ایک عظیم کارنامہ انجام دیا یہ اشاعت اسلام کی انمٹ خدمات ہیں جسے تاریخ ہمیشہ دہراتی رہے گی

جب ہندوستان میں مغل سلطنت کو زوال آ رہا تھا اور شاہی خاندان کے اندرونی خلفشار اور روز

Marfat.com

بروز حکمرانی کی تبدیلی سے جان کنی طاری تھی جب ہر طرف مایوسی اور قنوطیت کا عالم طاری تھا ملک و ملت کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا اسلام کی عالمگیر اخوت متاثر و مغلوب ہو رہی تھی اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ جس کی روشنی مدتوں سے ماند پڑی ہوئی تھی کے احیاء و تجدید کے لئے قدرت نے حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی اور حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں کو پیدا کیا ان اکابرین کی زندگی کا واحد نصب العین دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت تھا ان کی ذات گرامی ایک ادارہ طریقت اور درس گاہ تصوف تھی حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی نے ہندوستان میں لاتعداد افراد کو مسلمان کیا بیان کرتے ہیں کہ صرف دکن میں ہی آپ کے ایک لاکھ سے زائد مرید تھے ان کے صاحب زادے حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی جن کو بجا طور پر نظامیہ سلسلہ کا "مجدد" کہا جاتا ہے نے دہلی میں شدید مخالفت کے باوجود تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ نہایت پامردی سے جاری رکھا علاوہ ازیں آپ کے خلفاء نے بھی اپنے اپنے مقامات پر درس و تدریس کا سلسلہ نہایت جانفشانی سے قائم رکھا اور مشائخ چشت کی تقلید میں درس قرآن و حدیث تصوف سے روشناسی اور سلوک کی تعلیم کو فروغ دیا

آپ کے خلفاء میں خصوصیت کے ساتھ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ نے پنجاب میں حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی نے یو پی میں حضرت حاجی لعل محمد دہلوی نے دہلی کے اطراف و جوانب میں حضرت مولانا جمال الدین نے رام پور حضرت میر ضیا الدین نے جے پور میں اور حضرت میر شمس الدین نے اجمیر میں سلسلہ تبلیغ و تدریج میں بڑی پر خلوص جدوجہد کی اور کارہائے نمایاں انجام دئے

حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی کے خلفا میں سے حضرت شاہ غلام محمد کشمیری عرف مسکین شاہ قصبہ کشتوار (علاقہ کشمیر) کے رہنے والے تھے علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے حضرت کنگال شاہ سے قادری سلسلہ میں بیعت فرمائی پھر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شہرہ آفاق بزرگ حضرت شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت کی اور نقشبندی سلوک کی تعلیم حاصل کی اور خلافت کی سعادت سی نوازے گئے پھر آپ بریلی تشریف لے گئے اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخریہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت ہوئے منازل سلوک طے کئے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد جے پور تشریف لے گئے اور مسجد بہار شاہ میں قیام فرمایا حضرت شاہ نیاز احمد قدس سرہ نے ۱۲۵۰ھ اور حضرت مسکین شاہ نے ۱۲۷۵ھ میں وفات پائی

آپ کے چند ممتاز خلفاء میں حضرت شاہ ولی محمد چشتی قابل ذکر بزرگ ہیں آپ سنگھانہ کے رہنے والے تھے سیکر شیخاوالی راجپوتانہ کے راجہ پرتاپ سنگھ کے جلیب خاص کی حیثیت سے سیکر

۵۵۵۴۲۲

تشریف لے گئے اور اس کے بعد آپ نے شیخ طریقت کے حکم سے ہمیشہ کے لئے یہاں کے ہو کر رہ گئے آپ اپنے زمانہ کے بلند پایہ بزرگ تھے

دور حاضرہ کے ایک صوفی بادشاہ اور معروف ہستی حکیم محمد حسین بدر جو اب وفات پا چکے ہیں حضرت شاہ ولی محمد سیکری کی شاخ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شاہ اکرام حسین سیکری چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ نسبتاً راجپوت مسلکاً حنفی مشرباً چشتی اور مولا و موطناً قصبہ وڈالا ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) پاکستان کے بعد ڈیرہ نواب صاحب (پاکستان) تشریف لائے اور یہیں قیام کیا آپ صاحب دل محب وطن تحریک پاکستان کے حامی ہر دل عزیز اور فیض رسان تھے ابتدائی عربی فارسی اور طب کی تعلیم خاندانی روایت کے مطابق اپنے والد ماجد سے حاصل کی آپ امراض ظاہر اور باطن دونوں کے طبیب تھے آپ نے علم حقیقی اور معرفت کو علم الیقین سے پڑھا اور دوسروں کو سبق دیا آپ بزرگوں کی اسی تعلیم و تربیت کے علم بردار رہے

آپ کی درس و تدریس اور علمی و ادبی مشاغل سے ہمیشہ وابستگی رہی چنانچہ اسی ذوق و شوق کا نتیجہ ہے کہ آپ صوفیائے کرام کا زیر نظر تزکرہ اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے جو گوشہ نیازیہ سے متعلق ہے زیر نظر تزکرہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ نیازیہ کے جلیل القدر بزرگوں کی سوانح حیات علمی اور دینی خدمات پر مشتمل ہے جن کی ذات روشنی کا ایک مینارہ نور ہے عقیدت مند اب بھی ان سے اکتساب نور کر رہے ہیں ان بزرگوں کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ بے شمار افراد آپ کی ہدایت پر صورت و سیرت میں متبع شریعت بن گئے ان ہی کی ذات با برکات کی کرامات سے کفرستان ہند میں نور اسلام کے ایسے سوتے پھوٹے جس سے یہاں کی سر زمین سیراب ہوئی اور ہر صاحب علم و فہم نے اپنی استطاعت کے مطابق اکتساب کیا

فاضل منصف نے اس تزکرہ کی تکمیل میں بڑی محنت سے تحقیق کی ہے مواد اور معلومات کی چھان بین میں اور فراہمی میں دانہ دانہ اٹھا کر خرمن تیار کیا ہے جو فاضل موصوف کی تحقیقی خصوصیات سے عبارت ہے یہ تزکرہ حوالہ جات سی مزین ہے جو اس کی افادیت کا مظہر ہے زبان سادہ اور دلکش ہے اس کاوش پر جس قدر موصوف کو خراج عقیدت پیش کیا جائے اتنا ہی کم ہے کیوں کہ مدتوں بعد ایسی مستند کتابیں منصہ شہود پر آیا کرتی ہیں

بزرگان دین کے جو تزکرے آج کل لکھے ہوئے ہیں وہ اکثر وبیشتر کرامات اور روایات پر مبنی ہیں جس سے ان کی شخصیات روحانیت علمی اور دینی خدمات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی بلکہ حوالے بھی درج نہیں ہوتے جسے قاری مستند خیال نہیں کرتا اس سلسلہ میں فاضل منصف نے بزرگان سیکر شریف کا تزکرہ تالیف فرما کر ملت اسلامیہ کی اہم خدمت کا فریضہ انجام دیا ہے اور چھپی ہوئی شخصیتوں کو سامنے لا کر اہل دل و اہل نظر پر احسان کیا ہے اس سلسلہ کے بزرگوں نے عوام الناس

Marfat.com

کے اخلاق و کردار کی قدروں کو پھر استوار فرمایا راجستان (انڈیا) میں لادینیت کا جو سیلاب امڈا چلا آ رہا تھا اس کے آگے بند باندھا شریعت اور طریقت کے حسین امتزاج سے عوام کے دلوں میں حب محبوب اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی شمع روشن کی آج بھی جب کہ لادینیت اپنے پورے زور و شور سے آگے بڑھ رہی ہے ضرورت ہے کہ اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد کیا جاوے اور ان کے بتلائے ہوئی راستوں کو اپنایا جاوے اس تزکرہ کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ بزرگوں کی یاد کو قائم رکھا جائے

حضرت شیخ نجم الدین صغرائے فرماتے ہیں کہ منازل امیر المومنین حضرت علی المرتضی ے کرم اللہ وجہہ میں ہے کہ "ذکر الاولیاء عبادہ" یعنی اولیاء اللہ کا ذکر بھی عبادت ہے ہر دور مین عوام الناس کو بزرگان دین کی تعلیمات سے روشن کرانے کا اہم فریضہ انجام دیا جاتا رہا ہے لیکن دور حاضرہ میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے اشخاص کی زندگیوں کا تزکرہ مرتب کیا جائے جو تصوف اسلام کی حقیقت سے آشنا ہوں زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جو مکمل جامع حالات و واقعات کی نشان دہی کرتی ہی

ان بزرگوں کا اسوہ حسنہ اعلائے کلمہ حق کا جزبہ ان کی علمی و روحانی اور اصلاحی تحریکات آج بھی ہمارے لئے چراغ ہدایت ہیں خدائے بزرگ و برتر ہمیں ان مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ فاضل منصف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے فلاح دارین کا موجب بنائیں آمین ثم آمین!

۳۳۳ شادباغ لاہور ۶ مئی ۱۹۸۷ء

خاک راہ درمنداں   بیان اخلاق احمد (ایم اے)

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

مسعود حسن شہاب

سخن شہاب

حکیم محمد بدر چشتی نظامی پرانے علیگ ہیں۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں عملی حصہ لیا ہے۔ برصغیر کے مسلم رہنماوں کا قرب حاصل رہا ہے۔ تصنیف و تالیف کا ذوق انہیں ورثے میں ملا ہے۔ طبابت ان کا خاندانی پیشہ ہے۔ جسے انہوں نے اپنے بزرگوں سے حاصل کیا آپ نے انڈین ملٹری ہسپتال کمیلا (بنگال) میں ملازمت اختیار کی اور ریڈیو سیلون ملٹری سیکشن میں اردو اناؤنسر کی اسامی پر تعینات رہے۔ پھر کامن ویلتھ ریڈیو اسٹیشن کیورے (جاپان) میں اردو اناؤنسر کے فرائض انجام دیئے ۱۹۵۴ء سے ڈیرہ نواب صاحب میں مقیم ہیں جہاں انہوں نے جدید شفاخانہ اور ادارہ تحقیقات طبیہ قائم کیا جس میں طب پر ہزاروں کتابیں جمع کی ہیں۔ اس کے علاوہ جہاد کمیٹی اور پاکستان سوشل ایسوسی ایشن کے بطور عہدیدار وابستہ ہیں۔

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ میں حضرت سید اکرام حسین شاہ سیکری سے بیعت ہیں۔ اور خلافت و اجازت بھی حاصل ہے۔ انہیں کے ارشاد کے بموجب ڈیرہ نواب صاحب میں تعلیم القرآن اور خانقاہ چشتیہ کی تعمیر کا آغاز کیا ہے۔ تصوف اور اسلام آپ کے پسندیدہ موضوعات ہیں اور اس سلسلے میں ابتک درجنوں کتب تصنیف کر چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب "تذکرہ خواجگان چشت سیکر شریف" ہے یہ تذکرہ ایک جلد پر مشتمل ہے جس میں حضرت خواجہ فخرالدین فخر جہاں دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے علاوہ سیکر شریف راجپوتانہ اور وہاں کے نظامی سلسلے کے بزرگان کا تذکرہ ہے۔

"حرف آغاز" کے تحت حکیم صاحب نے تذکرہ خواجگان چشت کے محرکات پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اسلام و تصوف کی خدمات کے سلسلے میں بزرگان سلف نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان کا تذکرہ۔ اسلام اور تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں باطل فرقوں کے عقائد و افکار اور کردار کا محاسبہ کیا ہے۔ اور صحیح العقیدہ

Marfat.com

مسلمانوں کے افکار و خیالات پیش کر کے بگڑے ہوؤں کو راہ راست پر لانے کی کامیاب سعی کا احاطہ کرتا ہے۔ اس میں بزرگان سلف کے علمی و عملی کارناموں کے علاوہ تحریک پاکستان میں مسلم رہنماؤں کی کوششیں حرف آغاز کے بعد "تصوف ہی اسلام کا صحیح فلسفہ حیات" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں پہلی خانقاہ۔ مدینہ طیبہ منورہ میں پہلی خانقاہ۔ مدینہ منورہ میں دوسری خانقاہ، خانقاہ حضرت خواجہ حسن بصری، عرفان تصوف اور خواجگان چشت اہل بہشت کا قصر عرفان پر مقام، برصغیر میں چشتیوں کی آمد اور حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خلفا بالخصوص حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے احوال پر جستہ جستہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں محب النبی شاہ فخرالدین فخر جہاں دہلوی اور حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت اور مقام و مرتبہ اور راجستھان میں سلسلہ عالیہ نیازیہ کی ایک شاخ جو سیکر شریف سے پاکستان میں پہنچی، پر کتاب ختم ہوتی ہے۔

یہ اسلام اور تصف پر ایک جامع و مانع کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اور اس موضوع پر کتب متداولہ کا نچوڑ ہے۔ بزرگان کرام کے تذکرے میں عقیدت و محبت کے ساتھ تمام حقائق و واقعات کو تاریخ کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔ اور ہر بات کے لیئے مستند حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ مزید برآں حکیم صاحب کا انداز بیاں انتہائی سادہ و دلکش ہے جسے پڑھنے سے یک گونہ طمانیت قلب میسر آتی ہے۔ جو یقیناً ان کے بزرگوں کا فیض ہے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سے ان کی جو نسبت ہے وہ مترشح ہوتی ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کی برصغیر پاک وہند میں جو خدمات ہیں تاریخ کا ہر طالبعلم ان سے واقف ہے۔ اس سلسلے کے بزرگوں نے اسلام کے فروغ کے لئے بے مثال کارنامے انجام دیئے ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں جو بیج بویا تھا وہ صرف ایک مقام پر نہیں پھوٹا بلکہ تمام ملک میں اس کی شاخیں پھیلیں اور سلسلہ چشتیہ کے ساتھ نظامیہ، صابریہ کے علاوہ فخریہ اور نیازیہ بھی وجود میں آگئے۔ انہوں نے اپنے اپنے مقامات پر لوگوں کے اخلاق و اطوار کی اصلاح کی۔ انہیں بزرگوں کی وجہ سے دینی تعلیم عام ہوئی۔ اور لوگ زہد و عبادت کی طرف مائل ہوئے۔ غرض اشاعت علم اور ارشاد و ہدایت میں ان بزرگوں کی خدمات بڑی عظیم ہیں۔

انہیں بزرگوں کے ذکر جمیل سے یہ کتاب مرصع ہے۔ مجھے یہ یقین ہے کہ حکیم محمد حسین بدر چشتی نظامی نیازی کی یہ کوشش بارآور ہوگی۔

مسعود حسن شہاب

۱۷ مارچ ۱۹۸۶ء

Marfat.com

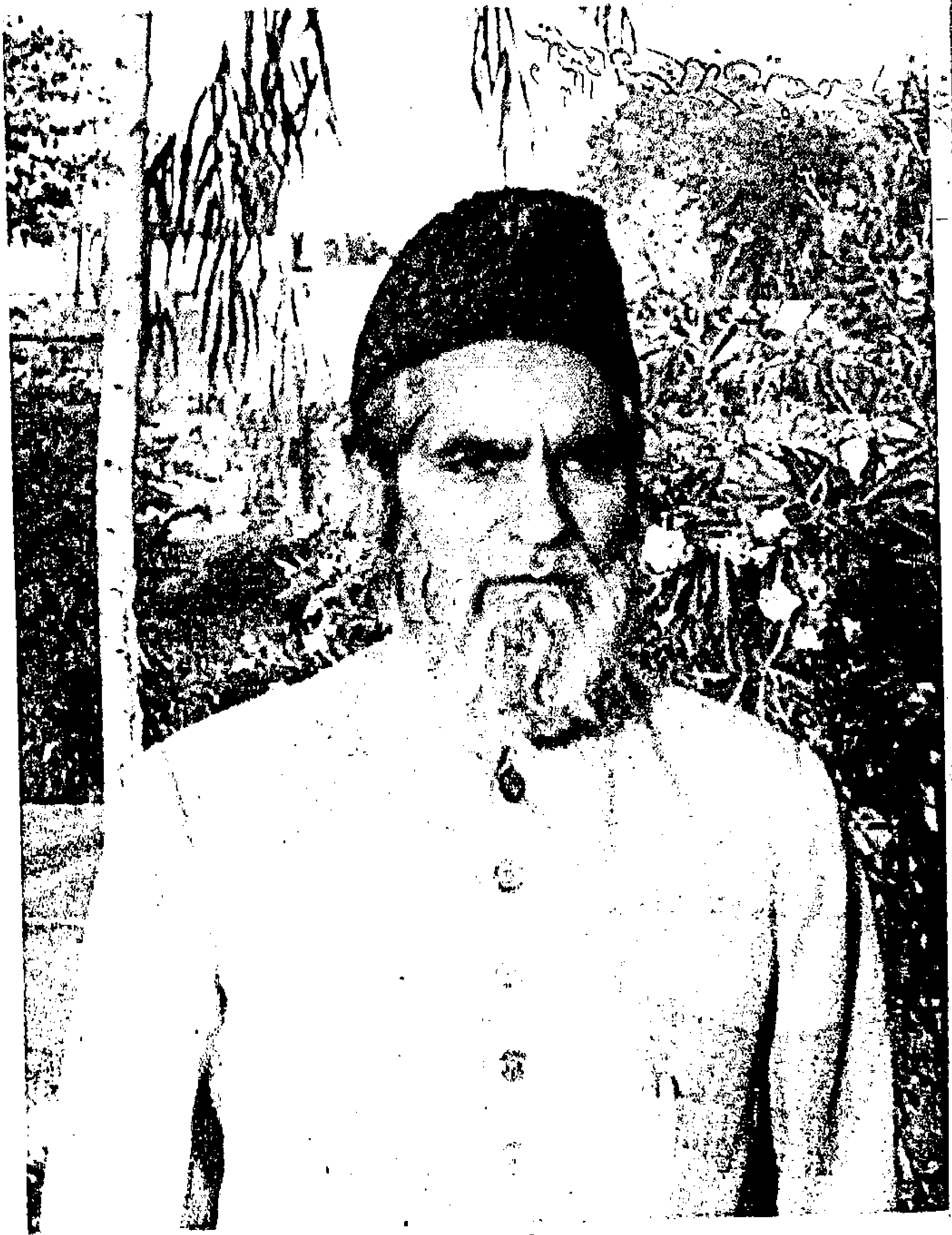

مصنف محب الرسول خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

Marfat.com

حرف آغاز

مارچ ۱۹۸۲ء میں حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کا موقعہ تھا تو پیر دستگیر عارف کامل حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب چشتی سیکری مد ظلہ العالی کی قدم بوسی کا شرف خانقاہ چشتیہ میر پور خاص میں حاصل ہوا حضرت شاہ صاحب نے اپنی تصنیف لطیف گلہائے عقیدت کا ایک نسخہ مجھے عنایت فرمایا کیوں کہ حضرت پیر و مرشد گزشتہ چند برسوں سے حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر ایک اشاعت خاص پیش کر رہے ہیں جس میں خواجگان چشت کی تعلیمات اور ملفوظات اہل سلسلہ کی تربیت کے لئے شائع ہوتے ہیں اس سلسلہ میں آپ نے مجھے بھی مضمون لکھنے کے لئے فرمایا میں نے عرض کیا کہ خواجگان چشت کے ہر پہلو پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اب کسی مزید اضافے کی گنجائش نظر نہیں آتی اگر آپ کسی نئے عنوان کی طرف راہنمائی فرمائیں تو شاید میں اس پر کچھ لکھنے کی کوشش کروں حضرت شاہ صاحب نے تھوڑی دیر سکوت فرما کر کہا کہ سلسلہ نظامیہ نیازیہ پر کام کریں اور حضرت خواجہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ سے لے کر حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ تک دو سو برس کی سرگزشت آپ لکھ دیں کیوں کہ سلسلہ چشتیہ کی اس شاخ پر تحقیقی کام بہت کم ہوا ہے حالانکہ اس شاخ نے علاقہ راجپوتانہ اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں اشاعت دین و تبلیغ اسلام کا بہت کام کیا ہے حضرت شاہ صاحب کے ان الفاظ نے خواجگان چشت اہل بہشت سلسلہ نیازیہ کا ایک ایسا پہلو میرے سامنے رکھ دیا جو اس وقت تک بعض وجوہ سے لوگوں کی نگاہوں سے کچھ اوجھل تھا چنانچہ میں نے حضرت گرامی شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے عرس شریف کی اشاعت خاص کے لئے مضمون لکھنا شروع کر دیا جب میں نے اپنی ذاتی لائبریری کی الماریوں سے اس دور کی تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابیں نکالیں اور ان کو ترتیب وار دیکھنا شروع کیا تو میں نے محسوس کیا کہ اس موضوع پر مضمون لکھنا ممکن تو ہے مگر اسے مختصر کرنا ناممکن ہے کیوں کہ ان بزرگوں کے کارنامے اور عملی زندگی کی

داستان بہت طویل ہے جسے اگر بے حد اختصار سے بیان کیا جائے تو اصل مقصد فوت ہو جائے گا لہٰذا مین نے اس مضمون کو مکمل کرنے کے لئے کتابی شکل دے دی سب سے پہلے میں نے اس روحانی نظامکو سمجھنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم و اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پاک کا گہرا مطالعہ کیا اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر نظر ڈالی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے وقت سے اس ایٹمی دور تک کوئی زمانہ ایسا نہیں ملے گا

جس میں یہ روحانی نظام (تصوف) موجود نہ رہا ہو اور اس نظام میں جتنے بھی سلسلے موجود ہیں ان میں کوئی اختلاف رائے نہیں پایا جاتا ہر ایک کا طریقہ عمل الگ ہے لیکن عقائد میں کوئی فرق نہیں علمائے سوء میں قدم قدم افعال بد عقائد میں اختلاف کے جھگڑے فرقہ واریت اور خون ریزی کے نشانات ملیں گے تاریخ اسلام کا نظر غائر مطالعہ کرنے سے ایسی بے شمار مثالیں ملیں گی کہ دوسرے عقائد کے لوگوں کو قوت کے زور سے اپنا مطیع و فرمانبردار بنانے کے لئے انہوں نے قتل و خون ریزی سے بھی گریز نہیں کیا لیکن روحانی نظام تصوف میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملے گا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ایک روحانی سلسلے کے پیرو نے کسی ایک شخص کو بھی اپنا ہم خیال بنانے کے لئے بربریت کا مظاہرہ کیا ہو ان اہل اللہ کے کلام میں تو یہ اثر ہے کہ یہاں تو ہر شخص نقد جاں لئے خود بخود نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے دین کی پیروی کے لئے حاضر ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہی علماء حق صوفیا کرام ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی سنت کے صحیح وارث ہیں جو دل و جان روح و دماغ کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی محبت کے لئے مسخر کر لیتے ہیں

حضرت ہند الولی خواجہ خواجگان سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ علیہ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ علیہ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمہ اللہ علیہ حضرت شیخ بہاء الحق ذکریا ملتانی رحمہ اللہ علیہ حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری اوچی رحمہ اللہ علیہ حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت رحمہ اللہ علیہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ حضرت میاں میر رحمہ اللہ علیہ حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمہ اللہ علیہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ علیہ حضرت خواجہ شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ حضرت خواجہ اخی سراج سلہٹی رحمہ اللہ علیہ (مشرقی بنگال بنگلہ دیش) اور دیگر اولیائے کرام نے برصغیر پاک ہند میں بھی یہی نظام تصوف قائم کیا جو انسان کو تمام بارگاہوں سے بے نیاز کر کے صرف ایک اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے منسلک کر دیتا ہے ان اولیاء اللہ نے جن ناخوشگوار حالات میں برصغیر پاک ہند میں تبلیغ اسلام کا فرض ادا کیا اس کا اندازہ آج کا پاکستانی نہیں لگا سکتا ہاں البتہ ہندوستان میں موجودہ مسلمان اس کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں کہ ان نورانی ہستیوں نے کس خطرناک قوم سے ٹکر

Marfat.com

کر انسان کو اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے در پر لا کھڑا کیا

ڈائریکٹر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جناب پروفیسر ڈاکٹر سید معین الحق صاحب لکھتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی بنیادیں ابتدا ہی سے دینی تعلیمات و تصورات پر رکھی گئیں اسلام کے ضابطہ حیات میں مادی اور روحانی زندگی پر یکساں زور دیا گیا اور دینی و دنیاوی امور کو علی حدہ علی حدہ رکھا گیا بلکہ راہبانہ زندگی اور حصول دولت و اقبال کو مقصد حیات بنانے کی مذمت کی گئی احکام شریعت کی پابندی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر قدم پر ضروری قرار دی گئی اس کی خلاف ورزی بغاوت کے مترادف تھی معاشرہ کی اس تنظیم میں یہ ظاہر تھا کہ قیادت کی تمام تر ذمہ داری دینی راہنماوں پر رہی شرعی احکامات کی تعلیم کے لئے علماء اور فقہا کی رہنمائی اور انقلابی و روحانی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے مشائخ و صوفیہ کی توجہ ضروری خیال کی جاتی تھی

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ ان بزرگوں نے فقر و توکل پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھ کر اپنے کردار کو اتنا بلند کر لیا تھا کہ ان کو دبدبہ شاہی کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی تھی اور ع حکمرانوں کے سامنے یہ لوگ وہ باتیں بھی کہہ دیتے تھے جن کو ادا کرنے کی ہمت دوسرے راہنماوں کو نہ ہوتی تھی مثال کے طور پر عالمگیر کے سلسلہ میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے جس کا ذکر خافی خاں نے منتخب اللباب (جلد دوم صفحہ ۵۵۲) پر کیا ہے بادشاہ ادائے نماز کے لئے جامع مسجد میں گیا ہوا تھا وہاں اس کی ملاقات اس عہد کے ایک بزرگ شیخ بایزید سے ہوئی انہوں نے "بطریق وعظ" اس سے کہا کہ تم ایک دیندار بادشاہ ہو پھر یہ بتلاو کہ اپنی لڑکیوں کے نکاح کیوں نہیں کرتے جبکہ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کی شادیاں کیں

(معاشرتی و علمی تاریخ صفحہ ۲۴ تا ۲۶)

تاریخ تصوف میں ایسے سینکڑوں واقعات موجود ہیں کہ ان اولیاء اللہ نے جابر سلطانوں کے سامنے کلمہ حق کہا اور بفرمان رسول کریم بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے" کے مصداق بنے

پیام شاہ جہان پوری راقم ہیں

"حالانکہ برصغیر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام سلاطین کی شوکت و جبروت نے نہیں کیا بلکہ انہیں بوریہ نشینوں کے فقر و فاقہ نے کیا جن کے معدے اکثر اوقات غزا سے اسی طرح تہی ہوتے تھے جیسے مفلس کا چراغ تیل سے خالی ہوتا ہے ان کے پاس نہ دنیوی جاہ و جلال تھا اور نہ ہی ایسے وسائل جنہیں وہ حصول مقصد کے لئے استعمال کرتے مگر ان کے پاس وہ جوہر ضرور تھا جس کی آب و تاب تاریکی میں روشنی کی شاہراہ بناتی چلی جاتی ہے وہ جوہر کیا تھا؟ ایمان وایقان کی دولت مقصد کی لگن اور اخلاق فاضلہ کے گوہر آب دار جنہیں دیکھ کر ہزاروں افراد اسلام کی صداقت پر

Marfat.com

ایمان لے آتے تھے

ان کی بلندی کردار اور عظیم کارناموں کو دیکھتے ہوئے تاریخ نگاروں اور تزکرہ نویسوں کا فرض تھا کہ وہ ان قدسی نفوس بزرگون کی زندگی کا ایک ایک واقعہ صفحہ قرطاس پر محفوظ کر جاتے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا

(آفتاب ہجویر صفحہ ۵)

ڈاکٹر انعام الحق کوثر ایک حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ حضور پاک سرور کائنات کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حارثہ تونے صبح کیوں کر کی؟ حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ ایک سچے مومن کی طرح حضور نے فرمایا اے حارثہ ذرا اپنی بات پر غور کرو کیوں کہ ہر ایک چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے چنانچہ تو یہ بتا کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ حارث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر لیا ہے میں اس سے دور ہو چکا ہوں اس لئے پتھر مٹی سونا چاندی میرے نزدیک یکساں ہیں میں نے راتیں جاگتے جاگتے کاٹ دی ہیں دنوں کی پیاس میں نے برداشت کی ہے اور اب یہ حالت ہے گویا میں اپنے رب کو عرش پر صاف سامنے دیکھ رہا ہوں میری نگاہیں اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے دیکھ رہی ہیں اہل دوزخ باہم گتھم گتھا ہو رہے ہیں (اور ایک روایت میں گتھم گتھا کی بجائے ایک دوسرے کو شرمسار کر رہے ہیں) مزکور ہے اس پر رسول اللہ نے فرمایا کہ تونے اپنے رب کو خوب پہچانا بس اسی پر قائم رہ کہ اس کے سوا اور کچھ ہے بھی نہیں

(تذکرہ صوفیائے بلوچستان صفحہ ۱۷)

محمد دین کلیم قادری فوائد الفواد کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ اے درویش جب حق سبحانہ تعالی کسی شہر مقام یا محلہ کو ویران کرنا چاہتا ہے یا قحط سالی کی آفت نازل کرنا چاہتا ہی یا وہاں کے لوگوں کو پریشان حال اور پریشان روزگار کرنا چاہتا ہے تو پہلے وہاں سے مشائخ اور علماء ہٹا لیتا ہے

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش لاہور کی ویرانی اس طرح ہوئی کہ کسی زمانہ میں وہاں بھی اس طرح کا ایک معاملہ ہوا تھا مشہور ہے کہ اس شہر میں درویش بدھی نامی کے ایک بزرگ رہتے تھے جو تارک الدنیا تھے جس روز مغل اس شہر میں داخل ہونے والے تھے انہوں نے جمعہ نماز مسجد میں ادا کی اور عوام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے مسلمانو ہم تمہارے شہر سے جا رہے ہیں کسی شخص نے ان سے پوچھا تک نہیں کہ حضرت آپ کیوں تشریف لے جا رہے ہیں جب بزرگ اس شہر سے روانہ ہوئے تو چند ہی روز کے بعد مغلوں کا حملہ ہوا اور ان لوگوں نے اس

Marfat.com

اور دربار کے تمام لوگوں کو قید کر لیا اور لاہور کو ویران کر کے واپس لوٹ گئے
(مدینہ الاولیاء صفحہ ۷۴)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کی زبانی روایت کی کہ انہوں نے یہ حکایت بیان کی کہ لاہور میں ایک صاحب تھے جنہیں شیخ زندہ دل کہا جاتا تھا وہ بڑے بزرگ تھے عید کے دن جب لوگ لاہور میں عید کی نماز پڑھ کر گھروں کو واپس روانہ ہوئے تو ان بزرگ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا آج روز عید ہے ہر بندے نے اپنے آقا سے عیدی لی ہے مجھے بھی عیدی عطا ہو جب انہوں نے یہ بات کہی تو آسمان سے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا نیچے آیا اور اس پر یہ تحریر تھا کہ ہم نے تجھے دوزخ کی آگ سے نجات دی ہے جب حاضرین نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ برکت حاصل کرنے کے لئے ان بزرگ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور ان کی بہت عزت و تکریم کی اسی اثناء میں ان بزرگ کے دوستوں میں سے ایک دوست ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ نے خداوند ذو الجلال و الاکرام سے عیدی لی ہے مجھے آپ عیدی دیجئے اس بزرگ نے جب یہ بات سنی تو ریشمی کپڑے کا وہ ٹکڑا اپنے دوست کو دے دیا اور کہا جاؤ یہ تمہاری عیدی ہے کل روز حشر میں جانوں اور دوزخ (مدینہ الاولیاء صفحہ ۷۴)

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ لاہور کی تباہی کی وجہ یہ منحوس بات ہوئی کہ ان دنوں لاہور کے بعض سوداگر گجرات (کاٹھیاواڑ) کی طرف مال تجارت لے کر گئے ان دنوں گجرات پر ہندوؤں کی حکومت تھی جب ہندوؤں نے اس کپڑے کو جو لاہور سے سوداگر لے کر گئے تھے خریدنا چاہا تو ان سوداگروں نے کپڑے کی قیمت زیادہ بتائی مثلاً جس کپڑے کی قیمت دس درہم تھی اس کی قیمت بیس درہم بتائی اور جس کی قیمت بیس درہم تھی اس کی چالیس درہم بتائی اس طرح ہر کپڑے کی قیمت دوگنا بتائی بعد ازاں ان کپڑوں کو ان کی اصلی قیمت پر فروخت کر دیا جو قیمتیں بتائی تھیں ان سے نصف پر فروخت کر دیا گجرات کے ہندوؤں کے ہاں یہ طریقہ نہ تھا کہ وہ جس کو فروخت کرنا چاہتے تھے اس کی ٹھیک ٹھیک قیمت بتاتے تھے اور مقررہ دام ہی بتاتے تھے الغرض جب گجرات کے ہندوؤں نے یہ خرید و فروخت کا کاروبار دیکھا تو ان میں ایک نے سوال کیا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو انہوں نے بتایا لاہور کے ہیں اس ہندو نے کہا کہ کیا تمہارے شہر میں اسی طرح کا لین دین ہوتا ہے لاہور کے سوداگروں نے کہا کہ ہاں اسی طرح اس کے بعد ہندوؤں نے کہا کہ کیا وہ شہر اب تک آباد ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آباد ہے ہندو کہنے لگے کہ وہ شہر جہاں اس طرح کا کاروبار ہوتا ہے آباد نہیں رہ سکتا چنانچہ یہ سوداگر واپس ہوئے تو ابھی راستے ہی میں تھے کہ تاتاریوں نے لاہور پر حملہ کر دیا اور لاہور کو تاخت و تاراج اور تباہ کر کے رکھ دیا (مدینہ الاولیاء و رحیم اللہ تعالیٰ صفحہ ۷۵)

اب ان حالات کا موازنہ "احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقاسیم" مصنف مشہور سیاح ابو عبد

اللہ محمد المقدسی آبشاری جو ۳۷۵ھ بمطابق ۹۸۵ء کی تالیف ہے سے کریں ۱۹۶۲ء میں دہلی یونیورسٹی میں ادبیات عربی کے پروفیسر جناب نثار احمد فاروقی نے "اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں" کے نام سے "احسن التقاسیم" کا خلاصہ اردو میں کیا ندوہ المصنفین دہلی نے شائع کیا (بحوالہ گنج بخش اور ان کا عہد) از خالد محمود مقدسی جو بیت المقدس کا باشندہ تھا لکھتا ہے کہ

سرخس میں حنفیوں کے فرقہ عروسیہ اور شافعیوں کے فرقہ الہیہ کے درمیان سخت عداوت پائی جاتی ہے نساء اور مرو کے شہر مزہبی عیاروں کے اکھاڑے ہیں مذہبی تعصب نے اجتماعی عافیت برباد کر دی ہے حد تو یہ ہے کہ نسا کے عالموں نے قرآن تک میں اضافہ کر دیا ہے اذان ترجیح سے دی جاتی ہے یعنی شہادت کے دونوں کلموں کو پہلے دو دو بار ہلکی آواز سے اور پھر دو بار بلند آواز سے ادا کیا جاتا ہے بہت سے معاملات میں اسلامی تعلیمات پر عمل نہیں ہو تا مرو کے لوگوں میں فیاضی اور مروت کی کمی ہے وسائل رزق تنگ ہیں باشندے شاطر اور فتنہ پرور ہیں فسادات کی وجہ سے شہر کی آبادی کم ہو گئی اور اکثر مکان اجڑ گئے ہیں شہر میں بدکاریاں پھیلی ہیں اور برابر جھگڑے فتنے ہوتے رہتے ہیں نیشا پور میں مذہبی تعصبات کا مشاہدہ کر کے دل ٹکڑے ہوتا ہے فقہا کی مٹی پلید ہے عوام کا حال یہ ہے کہ جہاں کسی سر پھرے نے کوئی نعرہ لگایا اس کے پیچھے ہو لئے تعصب کا زہر بری طرح پھیلا ہوا ہے بخارا کے لوگوں کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ لوگ بد معاملہ ہیں اور باجماعت نماز کو غیر ضروری سمجھتے ہیں درباری مقرب ریشم اور دیباج پہنتا ہے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتا ہے اور مذہبی معاملات سے بے اعتنائی برتتا ہے ترمذ کے اکثر باشندے جہنمی ہیں دیبل (خراسان) کے باشندے بخیل اور بار خاطر ہیں عالموں کا فقدان ہے۔ واعظ بخیل اور بار خاطر ہیں۔

قصہ گو ہیں اور مسجدوں میں اودھم مچائے رکھتے ہیں آہواز کے شہریوں میں نہ شرافت ہے نہ دین و ایمان جامع مسجد عیاروں اور قلندروں کا اڈہ ہے سوس کی جامع مسجد کے دروازے کے پاس چکلے کھلے ہوئے ہیں شیراز کے عالم ادب و ظرافت سے خالی ہیں

ثقہ اور عادل لوگ قوم لوط سے ہیں تاجر زانی ہیں میں (مقدسی) نے علماء کا لباس پہننے والوں کو شراب کے نشہ میں دھت دیکھا ہے قبرستان اور مقبرے بدمعاشیوں کے اڈے ہیں کرمان کی عورتیں بدچلن ہیں ہر سال تقریباً ایک لاکھ اونٹ کھجور اٹھانے کرمان آتے ہیں تو زنا اور فساد کا بازار گرم ہو جاتا ہے دمشق کے باشندے مفسد اور شوریدہ سر ہیں بیت المقدس میں مظلوموں کی فریاد کوئی نہیں سنتا نادار پریشان رہتے ہیں فقہا کے پاس کوئی نہیں پھٹکتا انصاف کی عدالتیں ہیں نہ تدریس کے حلقے بغداد میں فتنے فساد جہالت اور فسق و فجور کا بازار گرم ہے مقامی حکومت ظالم ہے سمرقند میں جھگڑے خوب ہوتے ہیں فرغانہ اور قتل کے دیہات میں لوگوں کا مذہب زندقہ کے مشابہ ہے تستر کے لوگ متعصب ہیں کوفہ میں عجیب و غریب فتنے اٹھتے رہتے ہیں

Marfat.com

فاعتبروا یا اولی الابصار (مدینۃ الاولیا صفحہ ۷۷)

صوفیا کرام نے اسلام اور بنی نوع انسان کی جو بے بہا خدمت کی ہے اس سے تاریخ اور تصوف کی کتابیں بھری پڑی ہیں جس وقت بھی اسلامی معاشرے میں رسم و رواج دنیا پرستی ظلم و ستم کا بازار گرم ہوا تو ان نورانی ہستیوں نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور بروقت معاشرہ کی اصلاح کرنے پر توجہ فرمائی اسی لئے اسلام کی مخالف طاقتیں صوفیہ کرام کے طبقے کو اپنے لئے نقصان دہ سمجھتی ہیں اہل علم جانتے ہیں کہ یہ کام کتنا مشکل اور وقت طلب ہے باطل نے کئی شکلوں میں اسلام کے ساتھ پنجہ آزمائی کی کبھی خوارج کی شکل میں کبھی روافض کی شکل میں کبھی خلیفہ مامون الرشید اور متوکل معتزلہ کی شکل میں کبھی محمد تغلق و شہنشاہ اکبر کے دین الٰہی کی شکل میں کبھی سید احمد بریلوی اور سید اسماعیل دہلوی کے لبادہ میں کبھی محمد بن عبد الوہاب نجدی کے بہروپ اور کبھی مرزا غلام احمد قادیانی کے روپ میں لعین شیطان نے اپنے ہر ہتھ کنڈے کے ساتھ اسلام کے بڑھتے ہوئے وقار کو نقصان پہنچانے کے لئے ہر کوشش کی لیکن تاریخ اسلام کا یہ نہایت ہولناک اور روح فرسا اور لرزہ خیز دور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے لے کر اب تک اس کی مثال نہیں ملتی محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکاروں نے اسلامی مرکز کے تحت اقتدار پر پہنچنے کے بعد اپنے عقائد اور مزعومات عوام و خواص پر مسلط کرنے کی سعی نامحمود شروع کر دی اس سلسلے میں انہوں نے اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں اس مقدس سرزمین کو روند ڈالا اور شعائر اسلامی کو مٹانے کے لئے ویسا ہی حربہ استعمال کیا جو ان کے پیش رو اندلس میں استعمال کر چکے تھے اندلس میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال بڑی شان و شوکت سے حکومت کی ہزاروں مسجدیں دار العلوم اور سرکاری عمارات یادگار چھوڑیں لیکن متعصب نصرانیوں نے ان تمام تاریخی اہمیت کی اسلامی یادگاروں کا صفایا کر دیا اور ان کی بنیادوں کو ختم کر دیا یہی حرکت محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیرو وہابیوں اور ابن مسعود نے طائف مکہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس شہروں میں کی

حسین حلمی ایسک تحریر کرتے ہیں کہ ابن مسعود بنو حنفیہ قبائل سے متعلق تھا اور مسیلمہ کزاب بھی اسی قبیلہ سے تھا ان لوگوں کے عقائد بھی مسیلمہ کزاب کی تعلیمات سے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے پرانی قبائلی عصبیت کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے اصحابہ اہل بیت اور اولیاء اللہ اور تاریخی اہمیت سے متعلق عمارات و مزارات اور تعلیمات کو ختم کر کے اپنے خود ساختہ عقائد باطلہ جبراً حجاز مقدس کے مسلمانوں پر ٹھونس دئے اور مسیلمہ کزاب کے (ایڈوائز فار دی وہابی صفحہ ۱۹۴ و صفحہ ۱۹۵) ابو زہرہ مصری تحریر کرتے ہیں کہ خوارج قریش اور تمام مصری قبائل سے نفرت کرتے تھے یہ نافع بن ارزق کے پیرو تھے یہ شخص قبیلہ بنو حنفیہ کا فرد تھا جو مسیلمہ کزاب کے خاندان سے تھا (اسلامی مزاہب صفحہ ۹۰ تا ۱۰۲)

Marfat.com

جس طرح انسان پر موت طاری ہوتی ہے اسی طرح باطل فرقے اور جماعتیں بھی ابھرتی اور مرتی ہیں خوارج روافض جبریہ قدریہ مرجیہ معتزلہ قرامطہ اور وہابی ۱۸۰۴ء میں بڑی شان سے ابھرے تھے لیکن بہت زیادہ عبرت انگیز طور پر اس دنیا سے کوچ کر گئے ان مرنے والوں کی موت کے کچھ وجوہ ہیں جنہوں نے ان بدعقائد فرقوں سے نہ صرف حرکت و عمل کی نعمت چھین لی بلکہ زندگی بھی چھین لی تمام باطل فرقوں میں اتحاد فکر نہیں ہوتا دنیا اور عقل کے گھوڑوں پر سوار ہو کر افتراق و اختلاف کی وجہ سے استاد شاگرد کو کہتا ہے اور شاگرد استاد کے لئے یہی لقب تجویز کرتا ہے اور ماسواء ان کے باطل عقائد کے تمام امت محمدی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو کافر قرار دیتے ہیں چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہے یہ محدثین اور صوفیاہ کرام پر حملے کرتے اور جھٹلاتے ہیں آیات قرآنی کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو اجماع امت کے عقائد کے خلاف ہیں۔

مفتی محمد عبد القیوم قادری علی طنطاوی جوہری مصری متوفی ۱۳۵۳ھ محمد بن عبد الوہاب صفحہ ۳۶ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ علی طنطاوی بھی ابن عبد الوہاب کے حامی ہیں اور شیخ نجدی کے مسلمانوں کے ساتھ قتال کو حضرت ابو بکر کے مانعین زکوٰۃ سے جہاد پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ یہ قیاس باطل ہے کیوں کہ زکوٰۃ فرض عین ہے اور اس کا انکار کفر ہے اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام کی تعظیم اور ان سے شفاعت طلب کرنا قرآن کریم کا مامور حدیث شریف کا مطلوب اور صحابہ کرام کا معمول ہے اس کو غیر اللہ کی عبادت قرار دینا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ (اس کی مکمل وضاحت باب ثانی میں آرہی ہے) لیکن شیخ نجدی نے اپنے زمانے سے پہلے کی تمام امت مسلمہ کو جو بیک جنبش قلم کافر قرار دے دیا یہ بات طنطاوی کو بھی ہضم نہ ہو سکی وہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (تاریخ نجد و حجاز صفحہ ۴۳ و ۴۴) تاریخ خوارج اور تاریخ معتزلہ و قرامطہ کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان باطل فرقوں نے دین مبین اسلام کی بیخ کنی کے لئے جو حکمتیں کیں بلا شبہ ان میں یہود و نصاری اور مجوسیوں کا پورا ہاتھ رہا ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خارجیوں کا کافر قرار دینا اور خلیفہ مامون الرشید کے وقت معتزلہ کی طرف سے خلق قرآن کا فتنہ اور وہابیوں کی طرف سے امت محمدی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو کافر قرار دینا در حقیقت انہیں کا پیدا کیا ہوا تھا جو راستہ انہوں نے اختیار کیا وہ نہ تو قرآن حکیم کا اور نہ ہی سنت نبوی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا راستہ ہے۔

انیسویں صدی کے اوائل میں جب سلطان ترکی پورے یورپ سے جہاد کر رہا تھا تو اس وقت محمد بن عبد الوہاب نجدی نے خروج کر کے عالم اسلام کو زبردست ناقابل تلافی نقصان پہنچایا کربلا معلی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا تقدس پامال کیا اور ۱۸۲۴ء میں سلطان ترکی نے محمد علی پاشا گورنر مصر

Marfat.com

کے ذریعے اس کی خباثت کا قلع قمع کر دیا مفتی محمد عبد القیوم قادری اور مسعود عالم ندوی محمد بن عبد الوہاب نجدی صفحہ ۷۷ کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ اس سال ۱۲۱۴ھ میں شاہ مسعود نجد۔ حجاز اور تہامہ سے ایک لشکر جرار لے کر کربلا کے ارادہ سے چلا اور اس نے بلد الحسین کے باشندوں پر حملہ کیا یہ ذیقعدہ کا واقعہ ہے مسلمانوں نے اس پر دھاوا بول دیا اس کی دیواروں پر چڑھ گئے اور زبردستی (عنوہ) داخل ہو گئے اور اکثر باشندوں کو گھروں اور بازاروں میں تہہ تیغ کر دیا اور اس قبہ کو جو ان کے اعتقاد کے مطابق حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر بنایا گیا منہدم کر دیا قبہ اور اس کے آس پاس اور چڑھاوے کی تمام چیزیں لے لیں قبہ زمرد یاقوت اور جواہر سے آراستہ تھا اور اس کی علاوہ شہر میں جو مال متاع تھا (ہتھیار لباس سونا چاندی قیمتی مصاحف اور بے شمار چیزیں) جو کچھ ملا سب لے لیا اور شہر میں ایک پہر سے زیادہ نہیں ٹھہرے اور ظہر کے وقت تمام مال لے کر وہاں سے نکل آئے اور اس کے باشندوں میں سے تقریباً دو ہزار آدمی قتل کئے گئے۔

عثمان بن بشر نجدی لکھتے ہیں ۱۲۱۶ھ میں مسعود اپنی طاقتور فوجوں اور گھڑ سوار لشکر جرار تمام نجدی غارتگروں کو ساتھ لے کر سر زمین کربلا پر حملہ آور ہوا اور ذیقعدہ میں نجدی سورماؤں نے بلد حسین کا محاصرہ کر لیا اور تمام گلیاں اور بازار اہالیان شہر کی لاشوں سے پٹے پڑے تھے قتل عام سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک کے قبہ کو منہدم کر دیا روضہ کے اوپر زمرد ہیرے جواہرات اور یاقوت کے جو نقش و نگار بنے ہوئے تھے وہ سب لوٹ لئے اس کے علاوہ شہر میں لوگوں کے گھروں میں جو مال و متاع اسلحہ کپڑے حتیٰ کہ چارپائیوں سے بستر تک اتار لئے اور یہ سب مال و متاع لوٹ کر تقریباً دو ہزار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر نجد واپس لوٹ گئے۔

(عثمان بن بشر نجدی متوفی ۱۲۸۸ھ عنوان المجدفی تاریخ نجد مطبوعہ ریاض ج ۱ صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۲)۔

طائف میں غارتگری کے بارے میں عثمان نجدی لکھتے ہیں کہ مسعود نے اپنے ایک کمانڈر عثمان کو سر زمین طائف کے لوٹنے پر معمور کیا طائف کا امیر غالب شریف قلعہ بند ہو گیا۔ نجدیوں نے اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ جان بچاکر مکہ کی طرف نکل گیا عثمان نے طائف کی گلیوں اور بازاروں کو مسلمانوں کی لاشوں سے بھر دیا اور دو سو سے زیادہ مسلمانوں کو قتل کیا اور طائف کے گھروں سے مال و متاع' سونا' چاندی اسلحہ اور تمام قیمتی اشیاء جن کا شمار بیان سے باہر ہے لوٹ کر نجدیوں میں تقسیم کیا اور اس کا پانچواں حصہ عبد العزیز کے پاس بھیجا جس کے صلہ میں اس کو طائف اور حجاز کا امیر مقرر کر دیا گیا۔

(عثمان بن بشر نجدی۔ متوفی ۱۲۸۸ھ عنوان المجدفی تاریخ نجد صفحہ ۱۲۳ ج ۱)

حسین حلمی اسک رقم طراز ہیں کہ درندہ صفت ابن ژکبان نے بارہ دن شہر طائف کا محاصرہ کیا۔

Marfat.com

لیکن اس پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا اس نے شہر کے باشندوں سے کہا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو ان کو امان دی جائے گی اور ان کے مال و جان کی حفاظت کی جائے گی طائف کے مسلمانوں اس درندہ صفت انسان کے وعدہ پر شہر کے دروازے کھول کر باہر آ گئے لیکن ابن شکبان نے ان سے وعدہ خلافی کی اور ان سے تمام مسلمانوں کا محاصرہ کر کے ان کے ہاتھ پشت پر باندھ کر کر پر لے گئے جہاں تین سو ستاون ۳۵۷ نہتے مسلمانوں کو ذبح کر کے جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے پہاڑی سے نیچے گرا دیا اور ان لاشوں پر جانور گزارے اور ان کو بے گور و کفن درندوں اور جنگلی جانوروں کے کھانے کے لئے چھوڑ دیا۔

شہر میں جتنے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی کتب ملیں ان کو پھاڑ کر گلی کوچوں میں پھینک دیا اور پاؤں تلے روندا گیا حسین اسک اسی باب میں لکھتے ہیں کہ قرآن پاک کا یہ معجزہ دیکھنے میں آیا کہ ایک ایسی تیز آندھی چلی کہ جتنے بھی قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کے ٹکڑے زمین پر بکھرے تھے سب اڑا کر لے گئی اور یہ معلوم نہ ہو سکا وہ کہاں لے گئی۔

(ایڈوائز فار دی وہابی صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶ مطبوعہ استنبول ترکی)۔

وہابیوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہ لرزہ خیز مظالم ڈھائے کہ جس کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے ہزاروں مسلمان بھوک اور پیاس کے عالم میں موت کی آغوش میں ابدی زندگی حاصل کر گئے ۔ آخر محمد علی پاشا نے ۱۲۳۳ھ ذیقعد بمطابق ۱۸۱۸ء میں اس وہابی طائفہ کا خاتمہ کر دیا۔

(ایڈوائز فار دی وہابی صفحہ ۲۱۸)۔

حکومت برطانیہ نے جون ۱۹۱۸ء میں عبد العزیز ابن مسعود کی پیٹھ ٹھونکی تو وہ شریف مکہ پر حملہ آور ہوا اور منہ کی کھائی۔

کچھ عرصہ بعد برطانیہ نے شریف حسین کو ابن علی پاشا کو گرفتار کر کے سائپرس میں قید کر دیا۔ ۱۹۲۴ء میں شریف حسین پاشا قید میں ہی وفات پا گیا۔ ۹ ستمبر ۱۹۲۶ء میں ان وہابی درندوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے روضہ انور پر بمباری کی۔ لیکن اللہ کے فضل سے روضہ رسول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ جب یہ خبر دنیا کے اخباروں میں شائع ہوئی بالخصوص ٹائم آف انڈیا میں یہ خبر بڑی سرخی کے ساتھ شائع ہوئی تو ہندوستان کے علاوہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ بڑے بڑے اجتماعی جلسے جلوس نکالے گئے دنیا کے مسلمانوں نے اپنی دلی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے گورنمنٹ برطانیہ کو مجبور کیا کہ وہ ابن مسعود اپنے بغل بچے کو اس سعی نا مسعود سے باز رکھے جس کی وجہ سے امام الانبیاء کے گنبد خضری کو گرانے سے باز رہے۔ (صفحہ ایڈوائز فار دی وہابی مطبوعہ استنبول ترکی۔)

Marfat.com

عبد العزیز ابن مسعود عالم اسلام کے زبردست احتجاج پر گنبد خضری کو شہید کرانے سے باز رہا لیکن زائرین پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کر دیں روضہ انور کی جالی یا چوکھٹ چومنا سخت جرم تھا اس موقع پر علامہ اقبال نے ایک شعر کہا

سجودے نیست این عبد العزیز

بروُئم از مژہ در دوست

ترجمہ "اے عبد العزیز یہ سجدہ نہیں (چوکھٹ چومنا) میں تو محبوب (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) کے در اقدس پر پلکوں سے جھاڑو دے رہا ہوں"

حوالہ ؟

اخوت اسلامی اور جہاد فی سبیل اللہ کو خارج کر دیا یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب اور اس کے گرد و نواح کی ریاستیں پینتیس سال سے اسلام کے خلاف یہودیوں کی جو سازشیں اور شورشیں ہو رہی ہیں ان میں کسی اسلامی حکومت کی بھی انہوں نے امداد نہیں کی اس سے حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ نجد میں شیخ نجدی اور ابن مسعود نے کس طرح طاقت کے بل بوتے پر اپنے عقائد باطلہ اور افکار صحیح العقیدہ مسلمانوں پر مسلط کئے ہیں اور ان کو اپنے اسلاف کے عقائد اور روایات سے بہ زور شمشیر ہٹا کر نام نہاد وہابی اور خارجی عقائد میں داخل کیا اس کی مثال میں پہلے بھی پیش کر چکا ہوں کہ اندلس میں عیسائیوں نے آٹھ سو سالہ مسلمانوں کی قدیم حکومت کو تلوار کے زور پر ان کو عیسائی بنا لیا وہاں قانوناً اسلامی دین کو اپنانے کی ممانعت ہے محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے سرپرست ابن مسعود نے شر کا یہی راستہ اختیار کیا سعودی عربیہ میں خارجی معتزلہ اور وہابی عقائد کے لٹریچر کے علاوہ اہل سنت کے عقائد و افکار کی نشر و اشاعت پر کڑی نگرانی اور پابندی ہے تمام راستوں پر چیک پوسٹیں مقرر کر رکھی ہیں جن پر کسی دوسری چیز کی اتنی پڑتال نہیں کی جاتی جتنی کہ صحیح العقیدہ مسلمانوں سواد اعظم (اہل سنت والجماعت) کے مذہبی لٹریچر کی کی جاتی ہے اس کی مثال امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کو سعودی عرب میں جلا کر گمان کو یقین میں بدل دیا ہے ؟

حضرت حسین حلمی اسک استنبول ترکی کے بیان کے مطابق ۱۸۰۳ء میں وہابی درندوں نے طائف پر قبضہ کے بعد اہل سنت والجماعت کے گھروں سے قرآن و حدیث اور تفسیر کی تمام کتب پھاڑ دیں اور گلی کوچوں میں بکھیر کر ان کو پاؤں کے نیچے روندا" کی تصدیق ہو جاتی ہے (ایڈوائز فار دی وہابیز مطبوعہ استنبول ترکی) اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کو یہ کہہ کر جلا دیا گیا کہ ترجمہ قرآن بدعتی کا لکھا ہوا ہے کیا میں ان نام نہاد صالحین اور خانہ کعبہ کے متولی سے پوچھ سکتا ہوں کہ کبھی آپ نے آئینے میں اپنا چہرہ بھی ملاحظہ فرمایا

ماہنامہ اخوت کراچی ۹ جولائی بابت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۸۲ء میں بحوالہ دی ٹائمز لکھا ہے کہ پرنس فہد (

Marfat.com

موجودہ شاہ سعودی عرب) نے لندن کے کاسینو ہوٹل (london casino hotel) میں چھ ملین پونڈ کا جوا کھیلا اس ماہنامہ میں اس کے علاوہ بھی بہت سی اہم معلومات ہیں جو کہ پرنس موصوف کی کردار کشی کا باعث ہیں قارئین اصل حوالہ سے مطالعہ فرماسکتے ہیں یہ سب کچھ

watch dog over the muslim ummah

کے عنوان سے لکھا گیا ہے (ماہنامہ اخوت ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۳) مزید دی ٹائمز جولائی ۱۴ ۱۹۸۲ء کے حوالے سے ماہنامہ اخوت لکھتا ہے کہ شیخ محمد الفیصی شاہ فہد کے بھتیجے نے فلوریڈا ہوٹل میں عیش و عشرت کے لئے چالیس ملین ڈالر کی کثیر رقم ادا کی

"شاہ فہد کا تیرنے والا محل"

لندن (جنگ فارن ڈیسک) سعودی عرب کے شاہ فہد کے لئے ایک تیرنے والا محل خریدا گیا ہے یہ چھوٹا جہاز چار سوستر فٹ طویل ہے اور اس کی قیمت پچاس کروڑ روپے سے زیادہ ہے جبکہ اسے مزید سہولتوں سے آراستہ کرنے کے لئے ساؤمستشن لایا گیا ہے اور جدید سہولتوں پر مزید ۲۵ کروڑ روپے خرچ کئے جائیں گے اس محل کا نام عبدالعزیز رکھا گیا ہے اس کے عرشے پر ہیلی کاپٹر اتر سکیں گے (روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۸۴ء صفحہ ۸)

ہم ادب سے عرض کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن کا مطالعہ کرنے والا مشرک و کافر ٹھہرا عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم منانا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری دینا بدعت اور شرک اہل بیت اور اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنا اور ان کے مزارات پر زیارت کے لئے جانے والا سب سے بڑا کافر ہے لیکن یہ جوا کھیلنا کلبوں میں غیر منکوحہ عورتوں سے داد عیش حاصل کرنا اور عیاشی کے لئے پانی پر تیرنے والا محل بنا کر کون سے شعائر اسلامی کی تکمیل فرمائی ہے سعودی عرب میں جو اندرون خانہ ہو رہا ہے وہ تمام دنیا کے مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں صحیح العقیدہ پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کو اس لئے سعودی عرب اور ریاستوں سے نکالا جارہا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اہل بیت اور اولیاء اللہ سے دلی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں اور ان کی عقیدت و محبت کے طفیل عربی باشندے بھی اکثریت سے سلف صالحین کے عقائد پر واپس رجوع کر رہے ہیں ان کی جگہ ویت نام اور کوریا کے غیر مسلم باشندوں کو امریکہ کی خوشنودی کیلئے اس پاک سرزمین عرب میں ملازم رکھا جا رہا ہے

اگر سعودی حکمران قرآن حکیم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کرتے تو ملک میں عیاشی کی جگہ سائنسی ٹیکنالوجی کے مراکز ٹیکسٹائل ملز شوگر ملز اور اسلحہ کے کارخانے ایٹمی ری ایکٹر جگہ جگہ مادی اور دینی ترقی کے لئے اسکول مدارس یونیورسٹیاں قائم کرتے ان وہابی عقائد و فلسفہ کی یہ کیفیت ہے کہ ابھی تک عرب امارات میں سوئی اور بٹن تک نہیں بنتے اور یہ ملک ۱۹۲۱ء سے امریکہ اور برطانیہ

سرپرستی میں خود مختار چلا آرہا ہے اور برصغیر پاک و ہند دو صد سالہ غلامی کے بعد آزاد ہوا یہ سرزمین اولیاء اللہ کے تعرف میں رہی اور اولیاء اللہ کی تبلیغ سے اس برصغیر کے باشندوں نے اسلام قبول کیا یہی وجہ ہے کہ آنے والے حالات پر قابو پانے کے لئے اور اسلام کی سربلندی کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہتے ہیں وہابی عقائد نے عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اسلامی بھائی چارہ اور جہاد جیسے مقدس فرائض سے منحرف ہوگئے لیکن اسلامیان برصغیر کے عقائد میں یہ سب شامل ہیں اور عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سب سے بڑا ایمان کا جز سمجھتے ہیں ہم لوگ جدید ٹیکنالوجی سے بھی بخوبی واقف ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بھی ہر وقت تیار رہتے ہیں اخوت اسلامی سے سرشار ہوکر اسلامیان برصغیر نے پاکستان حاصل کر لیا

کیوں کہ ان کے عقائد اور سوچ ایک تھی چند مٹھی بھر بد عقائد مسلمانوں نے مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل و خوار کیا اس تحریر سے کسی مکتبہ فکر یا آپ کی دل آزادی مقصود نہیں ہے صرف آپ کے پیرو اور حقائق کا آئینہ دیکھا ہے اگر اس حقیقت نما آئینے میں کسی کو اپنے خدوخال بدنما نظر آئیں تو اس کو آئینہ نہیں توڑنا چاہئے آئینہ توڑنے سے اس کی بدنما بگڑی ہوئی صورت سنور نہیں جائے گی تاریخ ماضی کے حالات و واقعات کا آئینہ ہوتی ہے

اگر آپ لوگ عالم اسلام کی جدوجہد کے محاذ پر ملت کا ساتھ نہیں دے سکے تو اس کے اسباب و وجوہ تاریخ کے اندر دائم المحفوظ رہنے چاہئیں یہ درست ہے کہ حقیقت بیان کرنے پر آج بعض بااختیار چیں بہ چیں ہوتے ہیں اور کچھ تیز و طرار زبانیں حدوں سے باہر نکل جاتی ہیں لیکن ان حقائق کو نہ جھٹلایا جاسکتا ہے اور نہ بھلایا جاسکتا ہے کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں جب نوے کروڑ مسلمانوں کی مقدس جنگ آزادی جاری تھی خارجی معتزلہ اور وہابی فرقہ نے جبہ و عمامہ کے باوجود مسلمانوں سے دشمنی اور یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں سے دوستی کا شعار اختیار کیا یہ دور مسلمانوں کی زندگی میں ہمیشہ آتا رہا ہے اور بار بار اس سے اسی طرح بچنے کی ضرورت ہے جس طرح اسلامیان برصغیر پاک و ہند تحریک پاکستان کے دوران بچے تحریک پاکستان جن ادوار سے گزری اور گزر رہی ہے اس میں صوفیاء کرام اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کی بے کراں قربانیوں کے استخفاف کی منظم کوششیں کی گئیں ہیں اور اب خارجی معتزلہ اور مرزائی برصغیر کی تاریخ حریت میں خاص مقاصد اور اپنے فرقوں کے عقائد باطلہ کی کامیابی کے لئے تحریف کا افسوس ناک سلسلہ جاری کئے ہوئے ہیں ان لوگوں کو صرف اسی ناپاک حرکت کے لئے اربوں روپے نزر کئے جا رہے ہیں یہود و نصاریٰ اور ہندو کو عالم اسلام میں واحد پاکستان ہی ایسا ملک نظر آرہا ہے جو ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال سکتا ہے اور وہ رات دن پاکستان کو ختم کرنے کی سازش میں لگے ہوئے ہیں اس ملک مین بھی نصاب تعلیم میں لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی اور وہابی عقائد کو خوب فروغ دیا جارہا ہے

عبدالحمید صدیقی لکھتے ہیں کہ ہماری ان گزارشات سے یہ حقیقت منکشف ہو گئی ہوگی کہ علوم د

Marfat.com

فنون کے اندر اصل اہمیت حقائق کی نہیں بلکہ اس بنیادی نقطہ نظر کی ہے جس کے مطابق انہیں مرتب کیا جاتا ہے بدقسمتی سے ہم کو انگریزی نظام تعلیم نے مغربی علوم سے صرف حقائق ہی نہیں دئے بلکہ وہ بنیادی نقطہ نظر بھی دیدیا جس کے تحت وہ مرتب کئے گئے تھے اب دیکھ لیجئے کہ پچھلے ڈیڑھ سو برس میں ہم نے ان مغربی علوم و فنون کے حاصل کرنے میں جو قوتیں اور صلاحیتیں صرف کی ہیں ان سے ہم کو بحیثیت مجموعی کیا فائدہ پہنچا ہے پوری قوم ان علوم کو پڑھنے کے بعد ایک شدید قسم کے ذہنی انتشار میں مبتلا ہو گئی ہمارے نوجوان ایک طرف تو ان تصورات کو بالکل ترک کر دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے جو انہیں ماضی سے ایک مقدس ورثہ کے طور پر ملے ہیں اور دوسری طرف ہمارے مدارس اور کالجوں سے وہ ایسے افکار سے متاثر ہوتے رہتے ہیں جو ان تصورات کی بالکل ضد ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ علوم و فنون بجائے انہیں کسی قسم کا فائدہ پہنچانے کے انہیں ایک سخت قسم کی کشمکش مین مبتلا کر دیتے ہیں ہمارے نزدیک یہی چیز موجودہ نظام تعلیم میں سب سے زیادہ ضرر رساں ہے ہم اپنے ہاں جو ایک ذہنی خلفشار اور افلاس دیکھتے ہیں وہ اسی مغربی نظام تعلیم کا نتیجہ ہے اس نے ہماری قوم کو فکری طور پر بالکل مفلس بنا کر رکھ دیا ہے چونکہ میرا تعلق برسوں سے اس نظام تعلیم کے ساتھ چلا آرہا ہے اس لئے میں اس کے مہلک اثرات سے بھی پوری طرح واقف ہوں میں نے طلباء کے مختلف طبقات میں گھوم پھر کر اس کے نتائج سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے آج تک جتنے طلباء سے میرا سابقہ پڑا ہے انہیں مندرجہ ذیل تین طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

ایک بہت بڑی تعداد ان طلباء کی دیکھنے میں آئی ہے جو اس زندگی اور اس کے مسائل کے متعلق کسی سنجیدہ غور و فکر کے قطعاً عادی ہی نہیں رہے ان کی حیثیت بالکل جانوروں کی سی ہے جن کے سامنے بجز "چارے" کے کوئی دوسرا مقصد نہیں ہوتا چونکہ یہ لوگ سوچ بچار کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے اس لئے ان کے ذہن ہر قسم کی کشمکش سے محفوظ رہتے ہیں مغربی نظام تعلیم نے اس طبقے کو پوری طرح بے کار بنا دیا ہے اور ان سے سوائے اپنے پیٹ کے کسی دوسری خدمت کی توقع رکھنا بالکل عبث ہے اور بے کار ہے

دوسرا طبقہ ایسا ہے جو مغربی علوم و فنون پڑھتا تو ہے لیکن ان کے بارے میں سوچتا بہت کم ہے مگر جوں ہی ان علوم کے اثرات اس کے ذہن پر مرتب ہونے شروع ہوتے ہیں تو وہ خود اس کا زبان سے خواہ اقرار کرے یا نہ کرے اس کا یقین بہر حال متزلزل ہو جاتا ہے اور وہ زندگی کے معاملات سے بالکل شریفانہ طور پر بے تعلق ہو جانے ہی میں اپنی عافیت سمجھتا ہے

تیسرا طبقہ وہ ہے جسے اسلام کے بنیادی نظریات و تصورات سے گہری عقیدت و وابستگی ہوتی ہے وہ مغربی افکار کو باطل سمجھتا ہے مگر اس کے معاملہ میں مصیبت یہ پیش آتی ہے کہ نہ تو انہیں باطل ثابت کر سکتا ہے اور نہ اسلام کے متعلق کوئی مثبت علم رکھتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مغربی علوم سے بہت حد

Marfat.com

تک مرعوب ہو جاتا ہے اور اسلام کے اساسی تصورات کو ان کے مطابق ڈھال کر اس تضاد کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کے اپنے دل پسند نظریات اور مغربی افکار کے درمیان پایا جاتا ہے مگر جب کسی نقطہ پر ان دونوں کے درمیان تطبیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو وہ اسلامی تصورات کو "ملا" کی اختراع کہہ کر بڑی بے باکی سے رد کر دیتا ہے

میں نے دین کے لئے قابل رشک اہمیت رکھنے والے طلباء میں بھی اس ذہنی انتشار کی جھلکیاں دیکھی ہیں اور محسوس کیا ہے کہ یہ لوگ اسلام سے محبت رکھنے کے باوجود اس سوز یقیں سے خالی ہیں جو ایک مسلمان کا طرہ امتیاز ہے اور جس کے بغیر عمل کی تڑپ پیدا نہیں ہو سکتی ان بے چاروں کی ساری قوتیں اسی ذہنی کشمکش کی نزر ہو جاتی ہیں اور وہ دین حق کے لئے بڑی مقدس آرزوئیں اور تمنائیں رکھنے کے باوجود اس کی کوئی خدمت نہیں کر پاتے

یہ ہیں وہ عملی نتائج جو مغرب کے صرف ایک نظریہ کو قبول کر لینے سے ایک مسلمان نوجوان کے ذہن پر مرتب ہوتے ہیں اور جب پوری قوم اسی قسم کے باطل نظریات کو قبول کر لے تو اس قوم کی حالت زار کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اس مغربی نظام تعلیم نے ہمارے ذہنوں کے اندر جو انتشار پیدا کر رکھا ہے اس نے ہمیں کسی کام کا نہیں چھوڑا! اور یہی دراصل وہ عظیم نقصان ہے جو اس نظام تعلیم سے پہنچا ہے (لارڈ میکالے کا نظام تعلیم مطبوعہ احباب پبلیکیشنز ۴۳ اے ریٹی گن روڈ لاہور صفحہ ۲۶ تا ۲۹ و ۳۱)

دوسری نتیجہ خیز کوشش ان باطل فرقوں کی یہ ہے کہ ان حضرات کے خلاف مہم چلائی جائے جو مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت اور دو قومی نظریہ پر کام کر رہے ہیں یا تحریک پاکستان سے وابستہ رہے ہیں انکو پاکستان کی نصابی کتب سے غائب کر دیا جائے ان حضرات کا کسی تاریخ یا کسی تزکرے میں ذکر نہ ہو تیسری کوشش یہ ہے کہ ایسی کتابیں لکھ کر جن میں خوارج معتزلہ اور وہابی عقائد کی تصدیق ہوتی ہو اہل سنت والجماعت کے ان مشاہیر کے نام منسوب کر دیا جائے جن کو صحیح العقیدہ اہل سنت والجماعت احترام سے یاد کرتے ہیں اور ان کی پیروی کرنا اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں کیوں کہ ان باطل فرقوں کے عقائد و افکار میں آوارگی تند مزاجی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اہل بیت عظام صحابہ کرام اور سلف صالحین رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین سے کوئی سند نہیں ملتی چند تحریریں اور کتب کے نام بطور غور قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں

حکیم محمود احمد برکاتی جو خانوادہ شاہ ولی اللہ پر تحقیقات کر رہے ہیں اور موصوف کو مسلک شاہ ولی اللہ سے خاص لگاؤ ہے رقم طراز ہیں

"شاہ رفیع الدین دہلوی ولادت ۱۷۴۹ء وفات ۱۸۱۸ء" نے تدریس و افتاد کے ساتھ تصنیف و تالیف کی طرف بھی مناسب توجہ فرمائی اور اگرچہ آپ کی تالیفات مبسوط و مطول نہیں ہیں بلکہ رسائل و مختصرات کے ذیل میں آتی ہیں لیکن اپنے مواد اور مشتملات کی نوعیت ندرت موضوعات اور تبحرانہ

Marfat.com

انداز بیان کی بنا پر وہ بڑی ہی بیش قیمت ہیں شاہ صاحب کی تالیفات نثر میں بھی ہیں اور نظم میں بھی فارسی میں بھی اور اردو میں بھی

ترجمہ اردو کلام اللہ یہ ترجمہ آپ نے تقریباً ۱۲۰۵ء میں مکمل فرمایا تھا مگر مولوی عبد الرحیم ضیا کا جو اسی دور مان گرامی کے منتسبین و خدام میں سے ہیں بیان ہے کہ ترجمہ "تحت لفظی قرآن بعض کہتے ہیں کہ آپ نے شروع کیا تھا مگر ناتمام رہا دوسروں نے تمام کرکے آپ کے نام شہرت دی عبد الرحیم ضیاء کے اکثر بیانات کو ہم نے تحقیق کے بعد مبنی بر حقیقت پایا ہے اس لئے ان کے اس انکشاف کو بھی ہم بے اصل اور ناقابل التفات تصور نہیں کر سکتے خصوصاً اس لئے بھی کہ اس خاندان کے اکثر علماء کے ساتھ ایک گروہ اہل حدیث نے یہ معاملہ کیا ہے اور ان کی تحریروں میں تحریف وتغیر اور ان کی طرف اپنی مصنفہ کتابوں کو نسبت وشہرت دینے میں اس گروہ کو ید طولیٰ حاصل ہے ہم نے ایک مستقل مضمون میں ان تحریفات کی نشان دہی کی ہے

نمبر ۲ راہ نجات ایک مختصر رسالہ (ضخامت ۳۲ صفحات) پہلی بار مطبع مصطفائی لکھنو سے ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء میں شائع ہوا تھا

نمبر ۳ تفسیر رفیعی سورہ بقرہ کی اردو تفسیر ہے جو شاہ صاحب سے اصلاح بھی کروائی تھی یہ تفسیر فوج دار خاں کے بیٹے سید عبد الرزاق نے ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء میں مطبع نقشبندی سے شائع کی تفسیر پر سید عبد الرزاق نے جو پیش لفظ لکھا تھا اس میں نہ صرف رفیعی بلکہ ترجمہ قرآن کے متعلق بھی صراحت کی ہے کہ یہ دونوں شاہ صاحب کے نہیں ان کے والد فوجدار خاں کے لکھے ہوئے ہیں

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان مطبوعہ تخلیق مرکز ۳۳ اے شاہ عالمگیٹ لاہور صفحہ ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹)

۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء میں دہلی میں جو وباء ہیضہ پھیلی تھی اس سے شاہ رفیع الدین بھی متاثر ہوئے جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو شاہ عبد العزیز نے حفاظ کو سورہ تبارک ویٰسین کی تلاوت کا حکم دیا جب وفات واقع ہو گئی تو عزیزوں کو تسلی دی اور خدام کو حکم دیا کہ والد ماجد کے پائنتی جو جگہ میں نے اپنے لئے مخصوص کی تھی وہاں قبر تیار کرو جب جنازہ باہر آیا تو روتے ہوئے جنازہ کو کندھا دیا اور نماز جنازہ ادا کرکے جنازہ کو رخصت کیا اور خود بعد میں (شاید سواری پر) مقبرہ پہنچے قبر تیار ہو رہی تھی جنازہ کے قریب والد کی قبر کے پاس مراقب ہو گئے دفن کے بعد خود بھی مٹی دی اور فاتحہ پڑھ کر رخصت ہوئے شہر آکر زنانے میں گئے وہاں سے مدرسہ (مردانے) آکر لوگوں کو وداع کیا اور تلقین کی صبر کی اور فرمایا ان سے میرے چار رشتے تھے (۱) ایک حقیقی بھائی تھے (۲) والد مرحوم نے فرمایا تھا کہ یہ تیرا بیٹا ہے (۳) میری دایا کا انہوں نے بھی دودھ پیا تھا (۴) شاگرد تھے

شاہ رفیع الدین ہی کی وفات پر شاہ عبد العزیز نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم چاروں (حقیقی) بھائیوں کی

Marfat.com

رحلت میں ترتیب منعکسہ واقع ہوئی ہے سب سے پہلے سب سے چھوٹے بھائی مولوی عبد الغنی گئے ان کے بعد ان سے بڑے مولوی عبد القادر ان کے بعد ان سے بڑے مولوی رفیع الدین اب میری جو ان سب سے بڑا تھا باری ہے

نمبر ۳ فاتحہ سوم میں مجمع کثیر ہو گیا تھا اکیاسی بار سے زیادہ کلام اللہ ختم ہوا شاہ دہلی اکبر شاہ ثانی کی طرف سے شہزادہ سلیم وبابر وجواں بخت نے مجلس میں شرکت کی اور نزریں پیش کیں

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان بحوالہ ملفوظات عزیزی صفحہ ۸۳ و ۸۴ نمبر ۲ ایضاً صفحہ ۷۹ نمبر ۳ ملفوظات عزیزی صفحہ ۸۰) (شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۲)

نوٹ یہ اقتباسات صرف ان لوگوں کے لئے پیش کئے گئے ہیں جو فاتحہ اور سوئم پر اعتراض کرتے ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء کا حوالہ دیتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے وقت میں تو فاتحہ سوم کا رواج نہیں تھا فاتحہ سوم کا طریقہ سلف صالحین اور قرون اولی ہی سے چلا آرہا ہے اس پر صرف خوارج معتزلہ اور وہابی بدعقائد لوگ ہی اعتراض کرتے ہیں جس کی ان کے پاس کوئی سند نہیں

شاہ عبد القادر دہلوی

ولادت ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء ۱۲۰۵ھ میں قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کیا سر سید احمد خاں لکھتے ہیں عربی زبان کا اردو ترجمہ سب سے پہلے مولوی عبد القادر صاحب اور مولوی رفیع الدین صاحب نے کیا جس کا تاریخی نام موضح القرآن ہے اور جو پہلی بار ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء میں سید عبد اللہ بن بہادر علی نے مطبع احمدی ہگلی (بنگال) سے شائع کیا تھا مولوی سید شاہ جہاں داماد میاں نزیر حسین نے ۱۳۰۷ھ میں اس میں اضافات کر کے شائع کیا چنانچہ مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی نے انفاس العارفین کے آخر میں اس خاندان کی جن جعلی کتابوں کی نشاندہی کی ہے ان میں تحفہ الموحدین اور البلاغ المبین اور تفسیر مولانا شاہ عبد القادر المعروف بموضح القرآن بھی ہے

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵ بحوالہ تزکرہ اہل دہلی صفحہ ۸)

شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ مدرسہ رحیمیہ کے شیخ التفسیر والحدیث

منشی محمد جعفر تھانیسری نے سوانح احمدی میں شاہ مخصوص اللہ کو سید احمد شہید کے مریدین میں محسوب کیا ہے یہ افتراء محض ہے اس لئے کہ اس قول میں کوئی مورخ اس کا ہمنوا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس مورخین نے انہیں اپنے عم عالی مقام شاہ عبد العزیز کا مرید بتایا ہے جن کے سید احمد شہید بھی مرید تھے پھر اس نے تو ان کے چچا شاہ عبد الغنی فرزند شاہ ولی اللہ کو بھی سید صاحب کا مرید لکھ دیا ہے جو سید صاحب کی ولادت کے صرف دو ڈھائی سال بعد وفات پا گئے تھے گویا شاہ عبد الغنی نے رائے بریلی میں جاکر

Marfat.com

گوارے میں سید صاحب سے بیعت کی تھی اور یہی نہیں اس نے شاہ عبدالعزیز کو بھی سید صاحب سے بیعت ہونے کا متمنی اور آرزو مند بتایا ہے تادیگراں چہ رسد اس انفراد پر مستزاد یہ کہ موصوف نے سید صاحب کے حادثہ کے ۶۴ سال بعد سوانح احمدی تالیف فرمائی تھی

شاہ مخصوص اللہ سید صاحب کے مرید ہونے کے بجائے ان کی جماعت کے اساطین شاہ محمد اسماعیل اور مولوی عبدالحئی بڈھانوی کے وہابیانہ رجحانات کے شدید مخالف تھے انہوں نے تقویت الایمان کے جواب میں معید الایمان لکھی تھی وہ جامع دہلی کے تاریخی مناظرہ کے نہ صرف شریک بلکہ پرجوش فریق تھے اس مناظرہ کے آغاز ہی میں جب مولوی عبدالحئی نے دریافت کیا کہ "تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟" تو شاہ مخصوص اللہ نے جواب دیا تھا ہم بموجب حکم خدا کے آئے ہیں کہ حق ظاہر ہو جائے پھر جب مناظرہ کے ۱۳ ویں سوال (بدعت) پر گفتگو شروع ہوئی کہ بدعت حسنہ بھی ہو سکتی ہے یا نہیں تو مولوی عبدالحئی نے کہا تھا اصل ہر بدعت کی بد ہوتی ہے اس پر مولانا مخصوص اللہ نے پوچھا کہ جس بدعت کی وجہ حسن و قبح ظاہر نہ ہو وہ کیا ہے اس کے جواب میں مولوی عبدالحئی نے کہا مشتبہ شاہ مخصوص اللہ نے کہا اس تقدیر پر بدعت اور مباح میں کیا فرق ہے؟ اس سوال پر مولوی عبدالحئی ساکت ہو گئے

منشی تھانیسری نے غالباً شاہ مخصوص اللہ کی قلمی و عملی سرگرمیوں کی توجیہہ کے لئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ بزرگ آخر میں مجنون ہو گئے تھے مطلب یہ ہے کہ مرید ہونے کے باوصف ان کی تحریک کے خلاف یہ سرگرمیاں اور یہ جوش و جذبہ بربنائے جنون و اختلال حواس تھا گویا جو کام صحت دماغ کا ثبوت اور ثبات عقل و ہوش کا نشان ہے وہی منشی تھانیسری کی نظر میں جنون ٹھہرا اور ہمیں حسرت کا مصرع یاد دلایا گیا

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان صفحہ ۱۸۰)

"مولوی سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی"

خاندان رحیمی کے متاخرین میں سے مولوی سید ظہیر الدین احمد کو ان کی متعدد خدمات کی بنا پر ایک اہم اور قابل ذکر مقام حاصل ہے انہوں نے سب سے زیادہ قابل تحسین و لائق قدر کام تو یہ کیا کہ مدرسہ رحیمیہ کی ۴۰ سال کے بعد تجدید کی دوسری اہم خدمت یہ انجام دی کہ اپنے خاندان کی ادبیات کی اشاعت کے لئے ایک مکتبہ اور طباعت کے لئے ایک مطبع جاری کیا

Marfat.com

مولوی سید ظہیر الدین احمد کی تیسری اہم خدمت یہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے اسلاف کرام کی تالیفات شائع کیں بلکہ ایک مہم ان حضرات کے خلاف بھی چلائی جو اپنے افکار و نظریات کے لئے شاہ ولی اللہ اور ان کے جانشینوں کا نام استعمال کر رہے تھے جو در حقیقت ان کی نہیں تھیں یا ان کی کتابوں میں اپنی طرف سے اضافات کر رہے تھے پہلے تاویل الاحادیث کے خاتمہ میں لکھا "آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے" اور در حقیقت وہ تصانیف اس خاندان میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان کی تصانیف میں اپنے عقیدہ کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقعہ پایا تو عبارت کو تغیر تبدل کر دیا تو میرے کہے سے یہ غرض ہے کہ جواب تصانیف ان کی چھپیں اچھی طرح اطمینان کر لیا جائے جب خریدنی چاہئیں اس کے بعد انفاس العارفین کے آخر میں التماس ضروری کہ عنوان سے لکھا

فی زمانہ الدنیا زور ولا یحصلھا الا بزور کو بعض حضرات نے کمر باندھی ہے اور دنیا کمانے کے واسطے حضرات موصوفین (خاندان رحیمی) کی طرف اکثر کتابیں منسوب کر کے چھاپ دی ہیں جو کسی طرح ان حضرات کی تصنیف میں سے نہیں ہیں اور ارباب بصیرت ان کو پڑھ کر ان کے عیب اور مفسد کو اس طرح جان لیتے ہیں جس طرح ایک تجربہ کار نقاد کھرے کھوٹے کو کسوٹی پر لگا کر پہچان لیتا ہے مگر بفحوائے العوام کالانعام بے چارے اردو پڑھنے والے علم سے بے بہرہ لوگ اکثر ان جعلی اور مصنوعی رسائل کو پڑھ کر ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس واسطے میرا فرض ہے کہ میں ان رسائل کے نام اس کاغذ کو تاہ میں لکھ دوں اور اپنے دیندار بھائیوں کو ارباب کی گندم نمائی وجو فروشی سے آگاہ کر دوں آگے اس پر عمل کرنا نہ کرنا ان کا فعل ہے

منت آنچہ حق بود گفتم تمام

تو دانی دگر بعد ازیں والسلام

اور وہ جعلی و مصنوعی رسائل یہ ہیں

۱ تحفتہ الموحدین مطبوعہ (اکمل المطابع دہلی) منسوب بہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب

۲ بلاغ المبین مطبوعہ لاہور (منسوب بہ طرف حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب)

۳ تفسیر موضح القرآن مطبوعہ خادم الاسلام دہلی منسوب بہ طرف حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب مرحوم

۴ ملفوظات مطبوعہ میرٹھ منسوب بہ طرف حضرت مولانا شاہ عبد العزیز (شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان صفحہ ۱۹۶ و صفحہ ۱۹۷ و ۱۹۸)

شاہ محمد موسیٰ دہلوی بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے خاندان کے متاخرین میں ایک نمایاں شخصیت تھے آپ عمر میں شاہ محمد اسماعیل دہلوی سے بڑے تھے

وہابیت کے رد میں دو رسالے آپ کی یادگار ہیں مگر دونوں غیر مطبوعہ ہیں

۱ حجۃ العمل فی البطال الجھل فارسی زبان میں یہ رسالہ ۶۰ اوراق (۱۲۰) صفحات پر مشتمل ہے اور اختتام تالیف کی تاریخ ۷ اربیع الاول ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۶) ہے پروفیسر محمد ایوب قادری فرماتے ہیں کہ یہ رسالہ ان کی نظر سے گزرا ہے مولانا فیض احمد بدایونی نے اپنے رسالہ فیض عام میں اس رسالے کے تقریباً تین صفحات نقل کئے ہیں مولانا بدایونی کا بیان ہے کہ شاہ محمد موسیٰ نے ایک رسالہ ''در تحقیق استعانت'' بھی لکھا تھا

شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان بحوالہ واقعات دار الحکومت دہلی صفحہ ۵۹۰ حصہ دوم آگرہ ۱۹۱۹ء تزکرہ علماء ہند صفحہ ۵۹۲ رسالہ فیض عام صفحہ ۱۴۴

وحید احمد مسعود لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی کے آغاز میں ایک ایسا شخص بھیج دیتا ہے جو دین حق کی تجدید کرے تعلیم دین کی حفاظت و تبلیغ کا کام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے اپنے خلفاء راشدین تابعین اور آل کے سپرد کیا ہے آل میں نسبی و معنوی اولاد دونوں شامل ہیں لیکن پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے بعد ان کی تعلیم میں تحریف کرنے والے پیدا ہو گئے ارشاد نبوی یہ بھی ہے کہ میری امت میں سے بہتر فرقے ہوں گے ایک ناجی فرقہ ہو گا جو میری راہ پر چلے گا اور عقیدہ عمل میں ظاہر کتاب و سنت پر کاربند ہو گا باقی فرقے غیر ناجی ہوں گے جو سلف صالحین کے عقیدہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ تلاش کریں گے مختصر یہ کہ قرآن کی جامعیت فصاحت او بلاغت اسرار و حقائق بے مثل ہیں بلکہ یہ کہہ دینا صحیح ہے کہ وجود نبوی خود قرآن پاک کا مظہر ہے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ و الہ وسلم حق تعالیٰ کے آخری رسول ہیں وہی خاتم النبین سید المرسلین رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین اور نبی امی ہیں

بعثت سے پہلے قوم نے انہیں ''امین'' کا لقب دیا تھا ان کا اسوہ حسنہ سارے جہان کے لئے نمونہ ہے ان کے خلق عظیم کی زمین و زماں میں دھوم ہے ان کو علم اولین و آخرین عطا کیا گیا وہ اپنی رحلت کے بعد بھی اپنی قبر مطہر میں زندہ ہیں جس طرح ان کی رسالت و نبوت کامل ہے اسی طرح ان کی عبدیت بھی اکمل ہے عبودیت ان کا وصف ہے

رسالت و نبوت ان کا عہدہ ہے ''عبدہ'' کا درجہ ''رسولہ'' تقدم و فوقیت رکھتا ہے حضرت والا کا جد مبارک حرف مشدد ہے ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل ہیں ان کو بے مثل بے مثال ہمہ جا خدا اور ہمہ شان کبریا ہونے کی وجہ سے بجا طور پر کہا گیا ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

قرآن اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شرک کو مٹایا اور توحید کو چمکایا مختصر اشرک کی تشریح یہ اور اہل کتاب کفار و مشرکین کے شرک کی کئی قسمیں ہیں اشراک فی العلم اشراک فی التصرف اشرا

Marfat.com

فی العبادت اور اشراک فی العادت وغیرہ (سید احمد شہید کی صحیح تصویر صفحہ ۱۹۶ اور ۱۹۷)

وحید احمد مسعود لکھتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء افضال الٰہی کا احساس رکھنے کی وجہ سے اپنے آپ کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کا محتاج سمجھا کرتے ہیں اپنے آپ کو محتاج سمجھنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان حضرات کو صاحب ارشاد ہونے سے پہلے فناء و بقاء کی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے جس سے وہ اپنی حقیقت کو سمجھتے ہیں اب شرک اس وقت ہوگا جب کسی کو کسی کمال میں مستقل بالذات تصور کیا جائے اس امتیاز و فرق کو سمجھنے کی وجہ سے نہ شرک کے معنی سمجھ میں آسکتے ہیں اور نہ توحید تک رسائی ہو سکتی ہے جن کو امتیاز کا احساس نہیں ان کا دعوی صحیح نہیں مانا جاسکتا اور پھر یہ بھی صحیح ہے کہ اپنے جیسے کا اتباع نہیں کیا جاتا اللہ کو بے شک اختیار ہے کہ اپنے کسی بندے کو جس حد تک بھی چاہے بعض صفات کا سزاوار اور اہل بنادے مگر بندے کے یہ اوصاف عطیہ الٰہی ہوا کرتے ہیں

کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اسلام میں ایمان کی بنیاد ہے اقرار توحید و رسالت ہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے اس کے دو جز ہیں اور پہلے جز کے دو حصے ہیں لا نفی کا ہے گویا شرک سے انکار کر دیا پھر الا اللہ سے اثبات کیا اور توحید حاصل ہو گئی جس طرح بلندی و روشنی سے پستی و تاریکی فنا ہو جاتی ہی اسی طرح توحید سے شرک دور ہو جاتا ہے شرک یقیناً بیچ ہے اور دور ہونے ہی کی شے ہے کلمہ طیب کا دوسرا جزو محمد الرسول اللہ ہے جس میں صفت و موصوف دونوں ہیں یہ ایسے معظم رسول ہیں جنہیں علم و حکمت سے نوازا گیا ہے وہ عقائد باطلہ کو دور کر کے اخلاق حمیدہ کی تعلیم سکھاتے ہیں اور لوگوں کو پاک دمز کی بنا دیتے ہیں یہ دوسرا جزو پہلے جزو کا صحیح ترجمہ و نقل ہے یعنی جس نے محمد رسول اللہ کو نہیں سمجھا اس الا اللہ کو نہیں سمجھا اور محض "لا" میں مبتلا ہو کر رہ گیا جس طرح تشبیہ کفر ہے اسی طرح تنزیہہ بھی کفر ہے حقیقت واقعی دونوں کے وسط میں ہے اس دوسرے جزو کی ذرا بھی تنقیص کی تو ایمان غائب اور عاقبت خراب رسول کریم کی ہدایت ہے کہ قرآن سیکھو دوسروں کو سکھاؤ کسی نے لطف و احترام کے ساتھ نصیحت کی ہے

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

(سید احمد شہید کی صحیح تصویر صفحہ ۱۹۹ و ۲۰۰)

تقویت الایمان مطبوعہ مرکنتائل پریس دہلی میں ہے کہ

۱ سوائے اللہ کے چاہے ہوئے کوئی کچھ نہیں کر سکتا اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول کو بھی کسی قسم کا اختیار نہیں ہے اور وہ بھی ایسے ایسے ہیں (نقل کفر کفر نباشد) مگر صراط مستقیم مطبوعہ ضیائی پریس دہلی میں تحریر ہے کہ رسول کی ہستی تو بہت بڑی ہے اولیاء قطب اور ابدال تک باذن الٰہی سب کچھ اختیار رکھتے ہیں

حکیم مومن خاں مومن جس طرح شاہ اسماعیل کے معتقد تھے اسی طرح مرزا غالب مولانا فضل حق خیر

Marfat.com

آبادی رحمہ اللہ سے مستفیض تھے غالب نے اپنے شعر میں یہی مضمون لکھا ہے

تیر قضا ہر آئینہ دو ترکش حق است

ام اکشاد آں ز کمان محمد است ۔

۲ تقویت الایمان کے مطابق "نزر و نیاز و فاتحہ شرک ہے اور اس کا کرنے والا ابوجہل کے برابر مشرک ہے "لیکن صراط مستقیم کے صفحہ نمبر ۲۷ پر درج ہے کہ "نہ پنداری کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل " اور صفحہ نمبر ۹۳ پر تحریر ہے کہ "پس در خوبی این قدر امر از امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نزر و نیاز اموات شک و شبہ نیست " اور صفحہ نمبر ۲۲ پر خواجگان چشت کی نزر و نیاز کرنے کا باتفصیل طریقہ بتایا ہے جو کشود کار کے لئے مجرب ہے

۳ تقویت الایمان میں متعدد مرتبہ یہ مفہوم درج کیا ہے خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے بر خلاف اس کے صراط مستقیم کے صفحہ نمبر ۲۸ پر علم و طاقت حاصل کرنے کے لئے شغل دورہ کی ترکیب بتائی ہے ان اختلافات کے علاوہ ایسی بھی متعدد مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ اسماعیل کو قرآن و حدیث کے معنی بدل دینے اور تحریف کرنے میں تکلیف نہیں ہوتی تھی نمونہ کے طور پر ایک ایک مثال کافی ہے

۱ شاہ اسماعیل نے سورہ فاتحہ کا ترجمہ کیا ہے سب سے پہلے ای اک نعبدو ای اک نستعین ط کے معنی بتا کر حیرت و غصہ کا اظہار کیا ہے کہ جب یہ اقرار و عہد ہر روز ہر نماز کی ہر رکعت میں کیا جاتا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں پھر غیر اللہ یعنی انبیاء و اولیاء آئمہ و شہداء فرشتوں اور پریوں سے کیوں مدد مانگی جاتی ہے اس کا جواب علماء نے جو دیا ہے وہ اپنی جگہ ہے مگر شاہ صاحب کے ہمعصر مرزا غالب جب یہ اتہام سنتے سنتے اکتا گئے تو انہوں نے ایک شعر نزر کر دیا

خواہشوں کو احمقوں نے پرستش دیا قرار

کیا پوجتا ہوں اس بت بیداد گر کو میں

اس کے بعد اھدنا الص راط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کے معنی یہ لکھے ہیں کہ تو ہمیں وہ راستہ دکھا جس پر تیری برکت نازل ہوئی ہے اور اس راستہ سے بچا جس پر تیرا غصہ ہے الذین کا لفظ اس ترجمہ ہارج و مانع ہے وہ اپنے ترجمہ میں بجائے راستہ کے راستہ چلنے والوں کے الفاظ لکھتے تو ان کا ترجمہ صحیح ہو جاتا انہوں نے بجائے راستہ چلنے والوں کے راستہ کا لفظ اس لئے لکھا کہ کسی کو انکار تقلید کی تردید کا موقع نہ مل سکے لھذا اس تحریف کو بر بنائے مصلحت جائز خیال کیا شاہ اسماعیل کو غالباً صراط مستقیم کے متعلق بھی مغالطہ ہے وہ اسے ٹھنڈی سڑک سمجھتے ہیں جس پر تفریح کے لئے چہل قدمی کی جاتی ہے اور نہیں سمجھتے کہ اس راہ راست میں بے حد اتار چڑھاو ہیں اور اس پر چلنے والوں کی کس طرح آزمائش کی جاتی ہے اتنی کہ دشمنوں کی بھی نہیں کی جاتی بے شک در جنت ناک کی سیدھ پر آنکھوں کے سامنے ہے مگر یہ سیدھا

Marfat.com

راستہ نہایت نازک اور بے حد شفاف اور چکنا ہے اس پر چلنے سے سانس پھول جاتی ہے دم اکھڑ جاتا ہے پاؤں لڑکھڑا جاتے ہیں اور ہمت ٹوٹ جاتی ہے جب ہی تو نفس پرست اور خود نماؤں کا اس پر گزر نہیں ہوتا

۲ حدیث کا ترجمہ کیا ہے بھلا خیال تو کر جو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے "تو اس پر" پھر اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ میں بھی ایک دن مٹی میں ملنے والا ہوں

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے رہا طریقہ محمدیہ "صراط مستقیم" میں اس کی ایجاد کا مقصد سید صاحب نے خود یہ بتایا ہے کہ جملہ سلسلوں میں اتحاد پیدا کیا جائے چاروں طریقوں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بطور ظاہر کے ہے یعنی اس طرح شریعت کو طریقت پر ترجیح دی ہے اور آخر کار طریقت سے فرار کی صورت نکالی ہے اور بقول ان کے اپنے خاص خلیفہ عبد الرحیم فاطمی سے شہادت دلوائی ہے کہ "مجھے باطنی مشاغل سے کچھ حاصل نہیں ہوا" اب سید صاحب کے ظاہر اعمال سے مثلاً گھاس کاٹنے اور دیوار بنانے سے سب کچھ مل گیا اس سے قبل اگر مر جاتا تو عاقبت خراب ہو جاتی

ہر شخص جانتا ہے کہ شریعت سیکھ لینے کے بعد طریقت کی منزل آتی ہے مگر طریقہ محمدیہ میں معاملہ دگر گوں ہے یعنی حب ایمانی اور حب یوسفی کی ترتیب بدل کر موخر کو مقدم کر دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خود ارشاد ہے جس سے ترتیب کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ "شریعت میرے اقوال طریقت میرے افعال اور حقیقت میرے احوال ہیں"

شریعت و طریقت میں بظاہر دوئی معلوم ہوتی ہے مگر بایں ہمہ دونوں میں اتحاد ہے ایک ہی زنجیر کی دونوں کڑیاں ہیں اب چاروں سلسلوں کی نسبت باطنی میں نسبت ظاہری کو داخل کر کے عقل حیران ہے کہ اتحاد پیدا کیا یا تفرقہ کی بنیاد ڈالی یہ چاروں سلسلے خود ہی پہلے سے آپس میں متحد ہیں پھر نئی ایجاد کی ضرورت سمجھ میں نہیں آئی طریقہ محمدیہ کا جو اصول سید صاحب کی زبان سے کہلوایا ہے وہ سید صاحب کے مسلک کے قطعی خلاف ہے لہذا یہ بھی شاہ اسمٰعیل کی ایجاد کا ایک ادنیٰ ثبوت ہے سید صاحب سے اس کا بھی کوئی تعلق نہیں اور شاہ عبد الرحیم فاطمی کو سید صاحب کا خلیفہ ظاہر کر کے یہ بتایا ہے کہ شاہ عبد الرحیم فاطمی کو شاہ عبد الباری امروہوی سے نہ فیض حاصل ہوا تھا اور نہ خلافت ملی تھی اس دعوی کو سن کر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی شاخ صابری نہیں رہتی بلکہ نقشبندی بن جاتی ہے اس کا فیصلہ حاجی صاحب کے مرید اور شاہ اسمٰعیل کی جماعت خود طے کرے تو بہتر ہو ویسے حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے

(سید احمد شہید کی صحیح تصویر صفحات نمبر ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷)

سید صاحب کو زہر دیا گیا تھا زہر کے اثر کو زائل کرنے کے لئے سید صاحب کو تیسرا نکاح کرنا پڑا پھر سوات ویلیز کا دورہ کیا ان کمالات پر ناطقہ سر بگریباں ہے انہیں کیا کہئے

سکھوں کی تاریخ صاف صاف اعلان کر رہی ہے کہ سید احمد کے چند مذہبی دیوانوں نے یہاں کی

Marfat.com

پہاڑیوں کو رنگ برنگی جماعتوں کی سرداری کر کے ہلچل ڈال دی تھی مگر ان کا سخت جوش پھونس کی آگ کی طرح کا تھا کہ ذرا سی دیر میں شعلہ ختم ہو جاتا تھا ان لوگوں میں حرف بگاڑنے کی قابلیت تھی بنانے کی قابلیت نہیں تھی نتیجہ آخر یہ ہوا کہ سکھوں کو فتح ہوئی سکھوں کا بیان غلط ہو یا صحیح مگر انہوں نے ان کی افتراق پیدا کرنے والی پالیسی و تعلیم کا صحیح صحیح اندازہ ضرور کر لیا

"قیاس کن ز گلستان من بہار مرا" اس جہاد کی حقیقت اس طرح بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ ان کے راویوں اور تزکرہ نویسوں کی عقیدت معنوی قصیدہ گوئی سخن سازی مرثیہ خوانی اور علمی و منطقی تاویلوں کو صرف نظر کر کے محض واقعات سے مطلب سمجھا جائے اور خود اپنی ذاتی رائے قائم کی جائے طائرانہ نظر جو نظارہ پیش کرتی ہے وہ یہ ہے یہ صحیح ہے کہ انہوں نے جہاد کی تحریک شروع کی اسے عملی جامہ بھی پہنایا مگر سوال یہ ہے کہ ان میں اہلیت بھی تھی یا نہیں بالغرض یہ اہل تھے تو ان کا طرز عمل صحیح نہیں تھا کیوں کہ سرحد کے حالات سے اور وہاں والوں کے خواص سے مطلق واقفیت نہیں تھی ان میں مدرسے کے ملا تھے طلباء تھے اور انگریزوں کے ستائے نیم مردہ اشخاص تھے

یہ میدان کارزار میں سپاہیانہ کام کر ہی نہیں سکتے تھے ان کی فاقہ معمور زندگی ان میں جرات پیدا ہی نہیں کر سکتی تھی مرزا حیرت دہلوی نے حیات طیبہ میں اس قسم کا نقشہ کھینچا ہے

"جہاد کے لئے امیر کا انتخاب فرض اولین تھا انہوں نے اعلان جہاد کے ساتھ اپنے جوش اور عقیدت مندی میں امیر کا انتخاب نہیں کیا ہندوستان میں علماء کی کثرت ان کے مانع تھی جب اعتراض کیا گیا تو بتایا کہ سید صاحب ماموز من اللہ ہیں یہ جواب عقیدت مندی ہی دے سکتی تھی مگر ماموز من اللہ کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں سید صاحب میں وہ اوصاف نہیں تھے مثال کے طور پر ان کے اکثر و بیشتر الہامات کو غلطی سے بری ہونے کی سعادت حاصل نہیں ہے بالغرض اس دعوی کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو سرحد پر پہنچ کر اور ٹھوکر کھا کر اس ماموز من اللہ کو انتخاب کے ذریعہ امیر بنانے کے کیا معنی یہ تو خود دعوی کی تکذیب ہے اب اگر حسن قابلیت اور دور اندیشی اور موقع شناسی کا جائزہ لیا جائے تو ان کا تزبزب و تلون کسی نتیجہ پر نہیں پہنچنے دیتا جہاد کا ارادہ کیا جاتا ہے مگر حج کی طے کر لی جاتی ہے واپسی میں پھر جہاد کا سودا سماتا ہے تو ۱۲۳۹ء میں مراقبہ وغیرہ چھوڑ کر سپہ گری کی مشق کروائی جانے لگی اور مولوی عبد الحئی اور شاہ اسماعیل کو ترغیب جہاد آرمی اور چندہ جمع کرنے کے لئے ہندوستان کے اطراف میں بھیجا گیا ۱۲۴۰ء میں تاخیر کے بعد شاہ عبد العزیز کے وصال پر تعزیت کرنے یہ عزیزان خاص دہلی بھی پہنچے تھے اور سلسلہ کا کام بھی کیا تھا جامع مسجد میں جو وعظ فرمایا تو تقویت الایمان کے خلاف شاہ رفیع الدین کے صاحبزادگان مولوی مخصوص اللہ و مولوی موسیٰ شاہ عبد العزیز کے قابل فخر شاگرد مولوی رشید الدین خاں مولوی محمد شریف مولوی عبد اللہ آخون شیر محمد اور مولوی فضل حق خیر آبادی وغیرہ کا دستخطی استفتاء ان کی خدمت میں پیش کیا گیا طویل بحث و تکرار کے بعد مولوی عبد الحئی نے اس پر دستخط فرما دیئے یعنی تقویت الایمان کی لغویت

Marfat.com

کی تصدیق کر دی اور شاہ اسماعیل سوءمزاجی و بدزبانی کا اظہار کر کے وہاں سے چلے گئے یہ دیکھ کر بہت سے معتقدین تائب ہو کر ان کی جماعت سے علیحدہ ہو گئے یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کی فہرست میں دہلی والوں کے نام خال خال ہیں

یہاں کے علماء کی کثیر جماعت جب مخالف ہو گئی تو ان کی مقبولیت کو کون سچ سمجھ سکتا ہے مگر بتایا گیا ہے کہ مجاہدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جہاد میں شرکت کے لئے معدودے چند لوگ ہی آئے ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء بمطابق ۷ جمادی الثانی ۱۲۴۱ء بعہد اکبر ثانی جبکہ چارلس منکاف (۱۸۲۷ء و ۱۸۲۵ء) دوبارہ ریزیڈنٹ ہو کر دہلی آیا اور جبکہ لارڈ ایمہوسٹ گورنر جنرل تھا جہاد کے لئے کوچ کیا بقول سوانح احمدی دوہزار اور بقول دیگر تذکرہ جات چار سو سے ساڑھے چھ سو تک مجاہدین کی جمعیت تھی اب سجدہ کیا جائے تو کس سمت کو واللہ اعلم

(سید احمد شہید کی صحیح تصویر از وحید احمد مسعود مطبوعہ مکتبہ مسعود مسجد گراونڈ لاہور صفحہ ۱۶۴ او ۱۶۵ و ۱۶۶)

وحید احمد مسعود نے سید احمد مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے رفقاء کی جو صحیح تصویر پیش کی ہے اس سے ان بزرگوں کے ارادے اور خبث باطنی کا علم ہو جاتا ہے ان کے کردار و گفتار میں آوارگی پائی جاتی ہے تقویت الایمان میں مولوی اسماعیل نے کئی بار اذل کا لفظ کئی مواقع پر استعمال کیا ہے جس کے معنی بہت ذلیل کے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وہ ناپاک تحریریں لکھی ہیں جس کی ایک غیر مسلم جسارت بھی نہیں کر سکتا مثلاً جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں

۲ یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے ۳ دوسری جگہ تو اس سے زیادہ صرارت کے ساتھ کہتا ہے "اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں

(تقویت الایمان از مولوی اسماعیل مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی)

ماشاء اللہ مولوی اسماعیل دہلوی کے نزدیک پیغمبر علیہ السلام اور اولیا اللہ سے بھی بڑھ کر چمار کی شان ہے استغفر اللہ ایک ہی جملے میں تمام انبیاء اور ملائکہ کی دل بھر کر توہین کی ہے کیا اللہ تعالیٰ کا یہی منشاء توحید ہے چودہ سال قبل ایسی خود ساختہ توحید تو کسی انسان کو پیش کرنے کی جرات نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تمام انبیاء اولیاء شہداء کو اچھے نام اور القابات سے نوازا ہے درج ذیل ایک حدیث شریف جن کے راوی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد شریف سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک قریشی حضرت محمد باقر علیہ السلام کے والد علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت علی بن حسین نے فرمایا کیا میں تمہیں

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث بیان کروں؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث بیان کیجئے علی بن حسین نے فرمایا جب رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی تو آپ کی خدمت میں جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے جبرائیل امین نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی تکریم و تشریف کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے اس چیز کے بارے میں پوچھتا ہے جسے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے فرماتا ہے اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم اپنا مزاج کیسے پاتے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے جبرائیل میں اپنے آپ کو غمگین اور تکلیف میں پاتا ہوں

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام دوسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی بات عرض کی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہی پہلے دن والا جواب دیا

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام تیسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کچھ کہا جو پہلے روز کہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام تیسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کچھ کہا جو پہلے روز کہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں وہی جواب دیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسماعیل کہتے ہیں وہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے ان میں سے ہر ایک لاکھ۔فرشتوں پر حاکم مقرر ہے انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتے کے بارے میں پوچھا جسے اسماعیل کہتے ہیں۔ (اتنے میں ملک الموت حاضر ہوئے) حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ملک الموت ہیں آپ سے اجازت چاہتے ہیں۔انہوں نے آپ سے پہلے کسی انسان سے اجازت نہیں لی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت لیں گے" حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دے دو" حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں اجازت دی تو انہوں نے (حاضر ہو کر) سلام عرض کیا۔

پھر ملک الموت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اگر آپ فرمائیں تو آپ کی روح قبض کر لوں۔ اور اگر آپ فرمائیں تو قبض نہ کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو میرے کہنے پر عمل کرے گا؟ انہوں نے کہا ہاں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت! تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روح قبض کر لی۔

Marfat.com

اس حدیث سے سید عالم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی عزت جلالت اور محبوبیت معلوم کی جا سکتی ہے حضرت جبرائیل امین کا اللہ تعالی کی طرف سے تین دن حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونا. حضرت ملک الموت کا زیارت اور روح قبض کرنے کے لئے حاضری کی اجازت طلب کرنا اللہ تعالی کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی فرمانبرداری کا پابند ہونا اور حضرت جبرائیل امین کا یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالی آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے ایسے امور ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا بارگاہ الٰہی میں مقام و منصب معلوم کیا جا سکتا ہے۔

(تحقیق الفتوی از امام حکمت و کلام علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز مطبوعہ شاہ عبد الحق دہلوی اکیڈمی دار العلوم مظہریہ امدادیہ بندیال (سرگودھا) صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۶)

حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ علیہ شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ جرائم کی معافی اور درجات کی بلندی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی شفاعت کا مقبول ہونا کتاب و سنت سے ثابت ہے چند آیات مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنت ترجمہ "ظاہر ہے کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کا چاہنا ان کے لئے شفاعت ہے" اور اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے لئے شفاعت کیجئے اب دو ہی صورتیں ہیں یہ شفاعت مقبول ہو یا نامقبول دوسری صورت باطل ہے کیوں کہ اس وقت لازم آئے گا کہ اللہ تعالی کا امر عبث اور بے فائدہ ہو بلکہ ناپسندیدہ مزاج یا وعدہ کی خلاف ورزی ہو اللہ کی پناہ ایسی بات سے تو پہلی صورت متعین ہو گئی اور وہی مقصود ہے (کہ حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی شفاعت مقبول ہے)۔

(۲) ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ط۔

اگر وہ منافق جس وقت (نفاق سے) اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (معذرت کے لئے) تمہارے پاس آجائیں. پھر (نفاق سے توبہ کرتے ہوئے اور اخلاص اختیار کرتے ہوئے) اللہ تعالی سے مغفرت کا سوال کریں اور رسول ان کے لئے (کبیرہ گناہوں کی) مغفرت طلب کریں تو یہ لوگ اللہ تعالی کو توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کا منافقین کی توبہ قبول کرنا اور ان پر رحم فرمانا اس بات پر معلق ہے کہ یہ اپنے نفاق کی مغفرت چاہیں اور حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم ان کے لئے ان کے کبیرہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور اگر معاذ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی شفاعت کو کسی قسم کا دخل نہ ہو تو "واستغفر لھم الرسول کا کوئی فائدہ نہ ہوگا تفسیر مدارک میں ہے۔

ایک اعرابی نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو روضہ اقدس پر گرا دیا اور روضہ منورہ کی خاک مبارک کو اپنے سر

Marfat.com

پر ڈال کر عرض پرواز ہوا کہ اے رسول خدا! صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ میں توبہ واستغفار لایا ہوں آپ میری مغفرت کی دعا کریں روضہ مبارک سے آواز آئی تیرا گناہ بخش دیا گیا۔

ہاں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات ظاہری میں اور وفات کے بعد شفاعت کا مفید ہونا برابر ہے اور بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں وجاہت حاصل ہے اور اس کمال الجمال اور جمیل الکمال ہستی کی محبوبیت۔ ظاہری حیات اور وصال کے بعد بارگاہ ایزدی میں یکساں طور پر قبولیت شفاعت کا سبب ہے۔

(تحقیق الفتوی از حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھیوں کی یہ کیفیت بیان فرمائی ہے کہ وہ کفار پر بہت سخت اور آپس میں بہت رحمدل ہیں مگر مولوی اسماعیل دہلوی کا حال الٹ ہے وہ آپس میں یعنی مسلمانوں سے بہت سخت ہیں اور انگریز آقا اور کافر ہندوؤں سے رحمدل ہیں رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں یہاں بھی مولوی اسماعیل اور اس کے طائفہ وہابیوں کا حال اس کے الٹ ہے سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(اور اللہ کی رسی کو مل کر پکڑ لو اور تفرقہ بازی میں نہ پڑو یاد رکھو اس نعمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرمائی ہے پہلے تم دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اس کی اس نعمت (اسلام) سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس آگ سے بچا لیا دیکھنے کی یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو مسلمانوں کو فرقہ بازی سے باز رکھتے ہیں لیکن یہ بزرگ مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اسلام کا احسان گناتے ہیں کہ اسلام کے سبب عربوں کی صدیوں پرانی دشمنیاں ایک دم ختم ہو گئیں اور وہ عداوت کی آگ سے بچ گئے۔

لیکن مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے رفقا نے اسلام ہی کو وجہ نزاع بنا لیا ہے اور مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اس حد تک آپس کی عداوتوں اور دشمنیوں میں بڑھ گئے ہیں کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں جو ان کی مسجد میں نہیں آیا وہ تو سلامت ہے جو غلطی سے مسجد میں آ جاتا ہے تو یہ اس کے در پے آزار ہو جاتے ہیں اس نے ہاتھ اوپر یا نیچے کیوں نہیں باندھے ہیں اس نے آمین بالجہر کیوں نہیں کہا۔

یہ بلند آواز میں درود شریف کیوں پڑھتا ہے یہ یا رسول اللہ کیوں کہتا ہے حالانکہ دن میں پانچ مرتبہ نماز کے دوران تشہد میں سب "السلام علیک ایہا النبی" پڑھتے ہیں پھر یا رسول اللہ کے الفاظ کہنے پر اس قدر برافروختہ ہونے کا کیا جواز ہے کئی دفعہ پاکستان کی مسجدوں میں اتنی سی بات پر مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں

Marfat.com

کیا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع صرف پانجامہ ٹخنوں سے اوپر رکھنے تک ہی موقوف ہے کیا مسلمانوں کی تکلیف نہ دیکھ سکنا ہر وقت مسلمانوں کی بھلائی پر حریص رہنا اور مسلمانوں کے لئے روف الرحیم بنا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع میں شامل نہیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی لیکن یہ مٹھی بھر گروہ تمام مسلمانوں کے لئے زحمت بنا ہوا ہے۔

پیام شاہ جہان پوری حیات اسماعیل شہید میں لکھتے ہیں کہ حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ عہد مغلیہ یعنی ۱۸۵۷ء سے پہلے انگریزوں کے ملازم اور خیر خواہ تھے اور مولوی اسماعیل کے خلاف سازش کر کے دہلی میں ان کا وعظ بند کرا دیا لیکن جب مولوی اسماعیل کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے وعظ کے لئے ریزیڈنٹ بہادر کے دفتر میں اپیل دائر کی اور معلوم کر کے کہ ریزیڈنٹ کا کونسا وقت فارغ اور ملاقات کا ہوتا ہے آپ مولوی عبد العمد بنگالی مولوی عبد الرحیم محدث اپنے منشی ہیرالال اور ایک خادم کو لے کر ریزیڈنٹ کی کوٹھی پر تشریف لے گئے جیسے ہی اسے اطلاع ہوئی کہ شاہ اسماعیل آئے ہیں فوراً باہر نکل آیا اور باہر برآمدے سے آکر (کوٹھی) میں لے گیا معمولی مزاج پرسی کے بعد ریزیڈنٹ نے خود یہ الفاظ کہے کہ مولوی صاحب ہمارے سر شتہ دار کی غلطی سے آپ کے وعظ بند کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا تھا لیکن جب آپ نے واجبی اور معقول وجہیں لکھیں تو میں نے اسی وقت حکم ثانی لکھوا دیا تھا کہ وعظ قدیمی طور پر جاری کیا جائے اور کوئی مزاحم نہ ہو۔ غالباً آپ وعظ فرماتے ہوں گے۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں اس پر ریزیڈنٹ حیران ہوا اور اس نے قدرے غصے سے کہا کہ آج چھ روز ہو چکے ہیں کہ میں اجرائے وعظ کا حکم دے چکا ہوں۔ اس کے بعد اس نے سر رشتہ دار (مولانا فضل حق خیر آبادی) کو اپنے حضور طلب کیا اور اپنے حکم کی تعمیل نہ کرنے پر مولوی صاحب کو تین مہینے کے لئے معطل کر دیا معطلی کے بعد مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب رام پور چلے گئے اور تین مہینے وہیں رہے وعظ کی اجازت مل جانے پر شاہ اسماعیل نے ریزیڈنٹ سے اجازت چاہی اس نے پہلے کی طرح نہایت عزت و احترام سے آپ کو رخصت کیا۔

(حیات اسماعیل شہید از پیام شاہ جہانپوری صفحہ ۶۶)۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے ریزیڈنٹ بہادر کو درخواست میں یہی تو لکھا ہو گا کہ آقا پیر اگر وعظ بند کرا دیا تو آپ کی یہ حکمت عملی ناکام ہو جائے گی کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالو اور راج کرو کیوں کہ اگر مسلمانوں میں یا رسول اللہ کہنے والا ایک بھی مسلمان برصغیر میں زندہ بچ گیا تو یہ آپ کی حکومت کا آخری دم تک مقابلہ کرے گا ان داتا یہ بدعتی مسلمان آپ کو اور ہمیں کبھی چین اور آرام کی زندگی بسر نہیں کرنے دے گا ان داتا ہم آپ کا نمک کھاتے ہیں اور اس کے بدلے میں حکم ہو تو کچھ کر کے دکھائیں مسلمانوں میں ایسی فرقہ واریت شروع کریں گے یہ قیامت تک اکٹھے نہ ہو سکیں گے اور نہ ہی آپ کا کسی میدان میں مقابلہ کر سکیں گے ہم ایسے مسلم نما منافق چھوڑ جائیں گے کہ آپ دل ہی دل میں ہمیں دعائیں دیں،

Marfat.com

گے لہٰذا ریزیڈنٹ بہادر نے اپنے پرانے ملازم حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کو اس لئے معطل کر دیا کہ وہ انگریز کے کام کا آدمی نہ تھا (یعنی قوم اور وطن فروش) کیوں کہ انگریز بہادر سات سمندر پار سے بر صغیر میں راج کرنے کے لئے آیا تھا بھلا اس کا عاشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور محب وطن شخص اسماعیل دہلوی کے مقابلے پر کیسے منظور نظر ہو سکتا تھا۔

پیام شاہ جہانپوری فرماتے ہیں کہ اتنی بڑے عالم کا کچھ عرصہ کے لئے وعظ بند ہو گیا لیکن وہ پر امن رہے اگر مولوی اسماعیل چاہتے تو اس فیصلہ کے خلاف بغاوت کر دیتے اور ہزاروں فدائین ان کے جھنڈے تلے جمع ہو جاتے صاحب بہادر نے اس کو دوبارہ وعظ کی اجازت دے دی۔

پیام شاہجہانپوری نے نیر اسلام حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ کی قد آور شخصیت جس کے سامنے مولوی اسماعیل جیسے پست ہمت اور انگریزوں کے نمک خوار کی جس کی کوئی علمی حیثیت نہیں تھی کو نظر انداز کر کے تاریخ میں قلمی دروغ گوئی کا ثبوت دیا ہے سلف صالحین پر تنقید کا جو مرض وہابیوں کو لاحق ہوا ہے اسی کا پیام صاحب بھی شکار ہیں "۱۸۵۷ء کا عہد" میں خود فرما چکے ہیں کہ سید احمد مولوی اسماعیل انگریز سرکار کے خیر خواہ تھے اور محمد جعفر تھانیسری نے بھی تحریر کیا ہے کہ سید احمد نے انگریزوں کے حق میں فتویٰ دیا کہ انگریز رحم دل سرکار ہے ان کی مدد کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے (حیات سید احمد شہید صفحہ ۱۲۵)۔

مولوی اسماعیل کے پیرو وہابیوں نے مسلک حق، کو مجروح کرنے میں کتنے اوراق سیاہ کر دئے ہیں اسی طرح پیام شاہ جہانپوری مولانا غلام رسول مہر مولانا مسعود عالم ندوی نے بھی دین اور بر صغیر کی تاریخ میں اعتدال سے ہٹ کر جارحانہ تنقید کی ہے اسی لئے حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کو مسلک حق پر ماننے سے انکار کر دیا چنانچہ اس کتاب میں ان کی تنقیدی عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں یہاں مولانا فضل عبد الشاہد خاں شیروانی مرتب باغی ہندوستان کے مکتوب کا اقتباس دینا ضروری سمجھتا ہوں جو انہوں نے مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مترجم تحقیق الفتوی کے نام لکھا۔

"میں نے گزشتہ سال رامپور رضا لائبریری میں علامہ کا وہ خط دیکھا جس کا جواب عرشی صاحب نے اپنے مضمون میں دیا تھا اس پر نہ تو علامہ کے دستخط ہیں نہ ان کا رسم خط میں رسم خط اچھی طرح پہچانتا ہوں مولانا آزاد لائبریری میں خود نوشت نسخے موجود ہیں۔

۷۹/۵ءزاویہ علیمہ محمد علی روڈ علی گڑھ"

خیر اندیش مولانا عبد الشاہد خاں شیروانی۔ (تحقیق الفتوی صفحہ ۲۱ و ۲۲)

پیام شاہجہانپوری نے اس جعلی خط کی آڑ میں حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی پر بہتان لگایا تھا کہ مولانا نے اپنی رہائی کے لئے نواب رام پور کے توسط سے ایک عرضی لکھی تھی جو رام پور لائبریری میں موجود ہے بھلا ہو مولانا شیروانی کا کہ اس نے اس غلط بیانی جس میں حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کی تنقیص و تحقیر کی

ہے کا شافی جواب لکھ کر اس بحث کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور پیام شاہجہانپوری کی رائے اس مسئلہ میں بالکل بے وزن ہے مولوی اسماعیل اور اس کے طائفہ کو اگر مسلک حقہ پر بے بنیاد تنقید کا حق ہے تو سر آنکھوں پر غلط روایت کی بنا پر جس طرح انہیں کوئی رائے قائم کرنے کا حق ہے تو اسی طرح ہمیں بھی حق حاصل ہے کہ ہم ان کے باطل عقائد پر صحت مند تنقید کریں اس لئے ان کے باطل عقائد کے مقابلے میں ہماری رائے زیادہ صحیح اور وزنی ہے

کیوں کہ ان کے افتراء قرآن اور حدیث کی من گھڑت تاویلیں اور تراجم کے اقتباسات معتبر کتابوں سے قارئین کرام کے لئے درج کر چکا ہوں۔

اس بارے میں انہیں مسلک حقہ اہل سنت والجماعت پر کوئی امتیاز و ترجیح حاصل نہیں ہے کیوں کہ مسلک حقہ اہل سنت انسان کو میانہ روی اخوت اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سبق دیتا ہے جو کہ باطل فرقوں میں نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سواد اعظم کی پیروی کرو یعنی مسلمانوں کی اس جماعت کی پیروی کرو جو ہر دور میں اکثریت میں رہی ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کا گمراہی پر اجماع و اتفاق ممکن نہیں اور قرآن کریم میں بھی یہی ارشاد ہوا اور جو مومنین کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرے گا تو ہم اس کی پسندیدہ راہ پر چلا دیں گے تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ ہر دور میں اہل سنت والجماعت اکثریت میں رہی ہے فقہاء اربعہ اور تصوف کے پیر و اہل سنت ہی سے ہیں۔

قاضی جاوید نے حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ کی ایک مجلس کی روداد تحریر کی ہے۔

"مندرجہ بالا گفتگو ۲۱ ماہ شوال ۶۵۵ھ کو ہوئی جب ۱۰ ماہ ذیقعد کو محفل دوبارہ آراستہ ہوئی تو علم و عقل کے مسئلے پر گفتگو ابھی جاری تھی راحت القلوب میں اسی مجلس کی روئیداد بھی درج ہے اس کے مطالعے سے عظیم چشتی دانشور کے خیالات جاننے میں بہت مدد ملتی ہے چنانچہ علم کی عظمت کا چرچا کرتے ہوئے بابا فرید نے کہا کہ اگر لوگوں پر علم کی اہمیت کا راز افشا ہو جائے تو وہ تمام کام چھوڑ کر اس کی تحصیل میں مصروف ہو جائیں علم ایسا بادل ہے جس سے صرف رحمت برستی ہے جو اس ابر کے زیر سایہ آجاتا ہے وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے علم اخلاقی زندگی کی اولین شرط ہے۔

اسی مجلس میں بابا فرید رحمہ اللہ علیہ نے شیخ جلال الدین کے ساتھ اپنی ایک ملاقات کا بھی ذکر کیا اس ملاقات میں دوران گفتگو علم کو شیشے میں روشن چراغ سے تعبیر کیا گیا علم کی اہمیت جتاتے ہوئے ہمارے صوفی دانشور نے معاصر علماء کے رویے پر نکتہ چینی بھی کی انہوں نے کہا کہ ان عالموں نے علم کو تجارت بنا رکھا ہی عقل و دانش کے غرور نے ان کے نفسوں کو فربا کر دیا ہے حالانکہ حقیقی علم انسانی شخصیت کو نکھارتا اور مہذب انکساری پیدا کرتا ہے (پنجاب کے صوفی دانشور صفحہ ۶۳ و ۶۴)

علماء سوء نے ہر زمانہ میں دنیاوی لالچ کے عوض اسلام کی صحیح تصویر کو مسخ کرنے میں کبھی شرم محسوس

Marfat.com

نہیں کی خوارج معتزلہ عبد الوہاب نجدی اور احمدیہ قادیانی فرقہ کے پیرو بھی عالم تھے انہوں نے دنیا کے بدلے میں اپنی عاقبت برباد کر لی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تنقیص و تحقیر کی ۔ بے جا تنقید کا خطرناک مرض ان کو لاحق ہوا اور کہتے ہیں کہ ہم امت محمدیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اصلاح و ترمیم کے لئے کوشاں ہیں حالانکہ یہ طائفہ اعتدال سے ہٹ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اصحابہ کرام اور اولیاء اللہ (علمائے حق) پر غلط تنقید کرتا ہے مسلک اہلسنت والجماعت ان بزرگوں کے ساتھ محبت و عقیدت کو اپنے لئے باعث سعادت جانتا ہے اور ان کی کفش برداری میسر ہونے کو باعث عزت اور مغفرت کا ذریعہ سمجھتا ہے بر صغیر پاک و ہند میں جب کفر و اسلام کی جنگ جاری تھی تو ان پیشہ ور گاندھی بھگت مولویوں نے اپنا وزن کفر کے پلڑے میں ڈال دیا اور اسلامیان برصغیر سے ہمیشہ کے لئے الگ ہو گئے ۔

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ جہاں تک ملکی سیاست کا تعلق ہے ہندوستان کے پیشہ ور مولویوں نے کتاب و سنت کو ایک مزاق بنا کر رکھ دیا پھر حالات بدلے اور سی آر داس اور موتی لال نہرو نے سوراج پارٹی قائم کر کے کونسلوں کے مقاطعہ کی شرط اٹھا دی تو ان ہی پیشہ ور مولویوں نے جھٹ پہلا فتوی منسوخ کر کے کونسلوں میں داخلے کو جائز قرار دینے کی غرض سے نیا فتوی داغ دیا (ہماری قومی جدوجہد ۱۹۳۸ء مطبوعہ البیان چوک انار کلی لاہور صفحہ ۰۷) ۔

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مزید تحریر فرماتے ہیں کہ جب کانگریس نے مسلمانوں کی توقیر اور دل آزاری کے لئے بندے ماترم جیسا گیت قومی ترانہ بنالیا اور کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں کو یہ ترانہ گانے پر مجبور کیا جاتا تو یہ گاندھی بھگت ملاں مسلم آزار ترانے کو جھوم جھوم کر گاتے یہ وہی طائفہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے پر ناک چڑھاتا ہے لیکن کرشن اور درگا ماتا کے بت کے سامنے کھڑے ہو کر بندے ماترم کا گیت جھوم جھوم کر گاتا ۔

اے ماتا (وطن) تیر ادر گا ہے جس کے دس بازو ہیں اے ماتا تیرا نام لکشمی ہے جو کنول کے پھولوں کی رانی ہے اے ماتا تیرا نام سرسوتی ہے جو علم عرفان اور دیان گیان کی دیوی ہے میں تیرے چرنوں میں جھکتا ہوں یہ بھجن سن کر یکایک مہندر پر بے خودی سی طاری ہو جاتی ہے اور وہ آگے بڑھ کر دیوی کے قدموں پر سر رکھ دیتا ہے اور ایک چیخ مار کر حلف وفاداری اٹھاتا ہے اس کے بعد بھاونند اور مہندر مل کر ہندووں کی فرج تیار کرتے ہیں تاکہ ماں کے دشمنوں یعنی مسلمانوں کے پنجے سے آزاد کرایا جائے ہر سپاہی سے قسم لی جاتی ہے کہ جب تک مسلمانوں کو ملک سے نکالا نہیں جائے گا وہ تمام دنیاوی علائق اور خاندانی تعلقات سے کنارہ کش رہے گا قسم اٹھانے کے بعد میں ہر سپاہی بڑی عقیدت سے بندے ماترم کا گیت گاتا ہے ۔

جب ہندووں کی فوج مسلح ہو کر تیار ہو جاتی ہے تو وہ جگہ جگہ بڑی بے دردی سے نہتے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتی ہے اور عام قتل و غارت اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ــــــــــــ ناول کے مصنف کے اپنے الفاظ یہ ہیں ۔

"ایلچی اور ڈھنڈورچی قصبوں اور گاوں میں پھیل جاتے ہیں اور جہاں کوئی ہندو نظر آتا ہے اس سے کہتے ہیں ارے بھائی کیا تم وشنو مہاراج کے پجاری ہو؟ اس کے بعد ہندووں کا مسلح گروہ یکایک مسلمانوں کے دیہات پر ٹوٹ پڑتا ہے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو جاتا ہے مسلمان سراسیما ہو کر ادھر ادھر جان بچانے کے لئے بھاگتے ہیں اور ماں (وطن) کے بچے مسلمانوں کا مال و دولت لوٹ کر ان کے گھروں کو آگ لگا دیتے ہے یہ تمام لوٹا ہوا مال ہندو آپس میں تقسیم کر کے بہت خوش ہوتے ہیں پھر وشنو کے مندر میں جاکر مہاراج کے قدموں کو چھوتے اور ماں کی خدمت کا از سر نو حلف اٹھاتے ہیں۔

ایک اور جگہ مصنف کے قلم کی جولانی ملاحظہ فرمایئے

مسلمانوں کی آبادیوں پر جب ہندو حملہ کرتے تو چاروں طرف شور بپا ہو جاتا ہے ہر سمت سے آوازیں آتی ہیں کہ نراشوں (مسلمانوں) کو مارو بعض زور سے بندے ماترم کا نعرہ لگاتے ہیں بعض پوچھتے ہیں کہ بھائیوں وہ دن کب آئے گا جب ہم ان نراشوں کی مسجدیں گرا کر وہاں رادھا مہادیو کے مندر بنائیں گے؟ پھر یکایک فضا بندے ماترم کے نعروں سے گونج اٹھتی ہے۔

ناول کے آخری حصے میں مصنف لکھتا ہے کہ جب ہندووں نے مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے بغاوت کی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج اس بغاوت کو رفع کرنے کے لئے میدان میں آگئی ہندووں کی فوج کے سپہ سالار کا نام ستیہ نند ہے اس کی ملاقات ایک طبیب سے ہوتی ہے جو دراصل ایک ہندو اوتار ہے لیکن انسان کا روپ دھار کر نمودار ہوا ہے ستیہ نند مایوس ہو کر پوچھتا ہے گروجی مہاراج یہ کیا ہو رہا ہے؟ مسلمانوں کو تو ہم نے بلاشبہ نیست و نابود کر دیا ہے لیکن ہندو راج ہنوز قائم نہیں ہوا کلکتہ پر بدستور انگریز قابض ہیں۔

طبیب جواب دیتا ہے ہندو راج ابھی قائم نہیں ہو گا۔

ستیہ نند چلا اٹھتا ہے مہاراج بتایئے پھر کون راج کرے گا ہم پر؟ کہیں مسلمان دوبارہ تو نہیں آئیں گے

طبیب کہتا ہے گھبراو مت انگریز تو ہمارے دوست اور خیر خواہ ہیں مسلمان مٹ گئے وہ دوبارہ کبھی نہیں آنے پائیں گے تقدیر کا فیصلہ یہی ہے کہ پہلے کچھ مدت انگریز ہمارے ملک پر راج کریں گے پھر حکومت ہندووں کے ہاتھ میں آجائے گی۔

میں ہر صائب الرائے صحیح الدماغ اور غیر جانبدار انسان سے نہایت ادب کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ بندے ماترم کی اصل حقیقت ملت نمائی شان نزول اور پس منظر پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا جائے کہ کیا یہ گیت مسلمانوں کا قومی ترانہ بن سکتا ہے؟ کیا یہ گیت مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ ہے یا انگریزوں کے خلاف؟ کیا اس گیت سے مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلتی ہے یا برطانوی ملوکیت کے خلاف؟ ستم ہے کہ گیت کا مصنف تو خود کہتا ہے کہ انگریز ہندووں کے دوست اور خیر خواہ ہیں ان کی حکومت کا خیر

مقدم کرو۔ ہمارے اصل دشمن مسلمان ہیں لیکن پنڈت نہرو کی سادگی و پرکاری ملاحظہ فرمایئے کہ وہ بندے ماترم کو برطانوی امپیریلزم کے خلاف ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ قومی ترانہ قرار دیتے ہیں اور اس دیدہ دلیری پر شرمسار نہیں ہوتے بلکہ فخر کرتے ہیں۔

نہرو راجندر پرشاد گاندھی پٹیل وغیرہ کا شکوہ بے سود ہے رونا تو اس بات کا ہے کہ حجتہ الاسلام امام الہند فخر المتقدمین و المتاخرین حضرت مولانا ابو الکلام آزاد بھی لہک لہک کر بندے ماترم گاتے اور مسلمانوں کو حکم دیتے تھے کہ تم بھی گاؤ اس سے تمہاری قومی حمیت بیدار ہو گی مولانا کا وطن مالوف اگرچہ قصبہ کھیم کرن تحصیل قصور لاہور تھا لیکن ان کی تمام عمر کلکتہ میں بسر ہوئی تھی بنگال کے ہندوؤں سے ان کے دیرینہ مراسم تھے بنکم چندر چیٹرجی کے ناول بھی انہوں نے پڑھے تھے لیکن اس کا کیا علاج کہ ناگر بسمت ان کے اندر اس حد تک حلول کر گئی تھی کہ مسلمانوں کی ذلت و نکبت مصیبت و رسوائی اور تباہی و بربادی کے بدیہی حقائق بھی انہیں متاثر نہ کر سکتے تھے۔

عمرے کہ بہ آیات و احادیث گزشت۔
رفتی و نثار بت پرستی کردی۔

(ہماری قومی جدوجہد ۱۹۳۸ء از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ نمبر ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳)

۲۶ جنوری ۱۹۳۸ء میں لاہور ہائی کورٹ کے فل بنچ نے مسجد شہید گنج کی بارے میں مسلمانوں کے خلاف فیصلہ دیا لیکن مسٹر جسٹس دین محمد نے رائے سے اختلاف کیا اور اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ قانون میعاد ہند پنجاب لاز ایکٹ نے اس ضمن میں شرع محمدی میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور بدیں وجہ جب مسجد کو عام دنیاوی اغراض سے الگ کر کے محض خدائے واحد کی عبادت کے لئے وقف کر دیا جاتا ہے تو قانون رائج الوقت کے تحت بھی اس کی حرمت و تقدیس ابد الاباد تک قائم رہتی ہے۔

(اقبال کے آخری دو سال از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ ۶۱۲)۔

مسلم لیگ کے ملک برکت علی نے ایک بل تحفظ مساجد پنجاب اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے نوٹس دیا لیکن سر سکندر نے تمام قیاس آرائیوں اور کوششوں کا خاتمہ کر دیا انہوں نے گورنر پنجاب کو مشورہ دیا کہ بل اسمبلی میں پیش کرنے کی اجازت نہ دی جائے ۱۶ مارچ ۱۹۳۸ء کو سکندر حیات نے پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں اپنی اس روش کی حمایت میں زبردست تقریر کی اور ملک برکت علی کے بل پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ مسجد شہید گنج مسلمانوں کو نہیں مل سکتی ملک برکت علی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور بار بار ان مسلمان ممبروں کی طرف دیکھتے تھے جنہوں نے کچھ دن پہلے تحفظ مساجد کے بل کی حمایت میں بیان دیا تھا ملک برکت علی کے لئے زبردست دشواری یہ تھی کہ کانگریسی نیشنلسٹ اور یونینسٹ مسلمانوں کے علاوہ مہا سبھائی اکالی اور غیر اکالی سکھ اس کے خلاف آوازیں کس رہے تھے۔

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی تحریر کرتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ ملک برکت علی چاروں طرف سے نرغہ

اعداء میں گھر گئے تھے مہاتما گاندھی اور ابو الکلام آزاد نے سر سکندر کو مبارک باد کے تار بھیجے تھے۔
مسجد شہید گنج لاہور جولائی ۱۹۳۵ء تک بحیثیت ایک مسجد کے اپنی پوری شان کے ساتھ لاہور میں موجود تھی سکھوں اور ہندووں سے کسی کو کیا شکوہ افسوس تو ان مسلم نما گاندھی بھگتوں پر ہے جو اپنے آپ کو اسلام کے ٹھیکیدار ظاہر کرتے اور آثار اسلامی کو ختم کرنے کے لئے کافروں سے بھی زیادہ جوش وخروش دکھاتے تمام غیر اسلامی وصف ان میں موجود تھے لیکن پھر بھی یہ اپنے آپ کو امام الہند کہلواتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے تھے۔

"ڈاکٹر سید معین صاحب نام نہاد امام الہند کے بارے میں لکھتے ہیں " "مولانا آزاد کی یہ عبارت ملاحظہ ہو ------ مخدوم الملک اور عبد النبی کے اختلافات کا ذکر کس قدر بلیغ الفاظ میں کیا ہے اور یہ اس گروہ کا اولین اور لاینفک خاصہ ہے سانپ بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے لیکن علماء دنیا پرست کبھی ایک جا اکٹھے نہیں ہو سکتے کتوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے یہی حال ان سگان دنیا کا ہے مخدوم الملک اور عبد النبی کی بہت سی باتیں قابل گرفت تھیں اور ان کی حب جاہ میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا لیکن گروہ علماء پر یہ کڑی تنقید ایک ایسے مولانا کے قلم سے اچھی نہیں معلوم ہوتی جو خود اپنی لیڈری قائم رکھنے کی خاطر برسوں غیر مسلموں کی قیادت میں ان ہی کی ہمنوائی کرتے رہے ہوں اور آخر میں لاکھوں مسلمانوں کی آبروریزی اور قتل کا تماشہ دیکھنے کے بعد اسی لادینی حکومت میں جس نے مسلمانوں کے خون سے یہ ہولی کھیلی ہو وزارت کی گدی پر براجمان رہے ہوں۔

(معاشرتی وعلمی تاریخ از ڈاکٹر سید معین الحق مطبوعہ حق نشان کراچی ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی نمبر ۵ صفحہ ۲۰۱ و ۲۰۲)۔

۱۹۴۰ء تاریخ پاکستان میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اسی سال ۲۳ مارچ کو قرارداد پاکستان لاہور میں منظور ہوئی اس کی رو سے ہندوستان میں دو قومیں آباد ہیں کی تصدیق ہو گئی اس قرارداد کی منظوری پر کانگریس کے عیش محل میں زلزلہ آ گیا قوم پرست اور کانگریسی مسلمانوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی کہ یہ برصغیر کا باعتی مسلمان ہمارے جال میں نہیں آتا لہذا جولائی ۱۹۴۰ء میں ابو الکلام آزاد نے جو اس وقت کانگریس کے راشٹرپتی تھے ایک تار حضرت قائداعظم محمد علی جناح کو بھیجا جس میں یہ مرقوم تھا کہ کانگریس کے ماتحت متحدہ حکومت ہو گی اس کی کیبنٹ میں ایک پارٹی کے لوگ نہیں ہوں گے بلکہ تمام ہندوستان کے رستے ہیں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا لیگ نے یہ اصول معین کر دیا ہے کہ جب تک ہندوستان میں دو قوموں کے موجود ہونے کے نظریہ کو نہ مان لیا جائے وہ صوبوں میں کوئی آئینی انتظام کرنے کو تیار نہیں اس معاملہ کو صاف کر دیا جائے حضرت قائداعظم نے راشٹرپتی مسٹر ابو الکلام کے تار کے جواب میں مندرجہ ذیل تار بھیجا۔

Marfat.com

"تمہارے تار کے عوض میں اعتبار کا ہاتھ نہیں بڑھایا جا سکتا چونکہ تم نے مسلم ہندوستان کے اعتبار کو کامل اکھو دیا ہے اس لئے میں تمہارے ساتھ بذریعہ خط و کتابت یا کسی اور طریقے سے تبادلہ خیالات کرنے سے انکار کرتا ہوں کیا تم اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہو کہ تمہیں کانگریس کا نمائشی مسلمان صدر بنا دیا گیا ہے تاکہ اس پر قومی ادارہ ہونے کا رنگ چڑھ جائے اور غیر ممالک کو فریب دیا جا سکے تم نہ تو مسلمانوں کے نمائندے ہو اور نہ ہندوؤں کے کانگریس ایک ہندو ادارہ ہے اگر تم میں خودداری موجود ہے تو فوراً استعفیٰ دے دو تم نے اب تک لیگ کے خلاف اپنی انتہائی کوششوں کا بدترین استعمال کیا ہے تمہیں یہ معلوم ہے کہ تم اس کام میں بری طرح ناکام ہو اس کام کو چھوڑ دو (آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان از ڈاکٹر محمد شجاع ناموس)۔

ڈاکٹر محمد شجاع ناموس تحریر کرتے ہیں۔

"کانگریس میں جو مسلمان اب بھی شامل ہیں ان کی شمولیت کی اور بھی چند وجوہات ہو سکتی ہیں ایس نیاز علی قادری نے اپنی کتاب (a muslims innor voice) مطبوعہ آشیانہ نیاز ۱۹۴۴ء ۱۴ فیروز پور روڈ لاہور صفحہ ۴ میں ان کو اس طرح سے بیان کیا ہے کہ ان کے پانچ گروپ بنائے ہیں۔

۱ وہ جو کہ کانگریس کے باقاعدہ تنخواہ دار ہیں۔

۲ جو ہندو کانگریسیوں کے اثر رسوخ اور امداد سے کوئی نہ کوئی مفاد حاصل کر رہے ہیں۔

۳ وہ جو کہ مختلف صورتوں میں منتظر لوگوں کی فہرست پر ہیں کہ ان کو بھی مفاد حاصل ہو گا۔

وہ جو کہ صاحب دیانت ہیں مگر سادہ لوح ہونے کے سبب گمراہ ہو گئے ہیں یا وہ اپنے کانگریسی افسران کے جوئے میں کسے ہوئے ہیں اور اپنی بیچارگی کی مجبوری کا اظہار کرتے ہیں۔

۵ سب سے آخر میں مگر جو اہمیت میں کم نہیں دو اسلامی صوبوں یعنی بنگال اور سندھ کے وزیر اعظم ہیں ان کو یہ معلوم ہے کہ وہ مسلمانوں میں اس درجہ غیر مقبول ہیں کہ وہ اپنے مسلمان شریک کار رفیقوں کے ساتھ ایک غیر متزلزل وزارت نہیں بنا سکتے یہ لوگ کانگریسی ممبران کونسل کے پیچھے ان کی دوٹیں حاصل کرنے کے لئے بھاگتے رہے اور اپنے عہد کو قائم رکھنے کے لئے ان کے اصولوں اور احکامات کو ماننا پڑتا۔ قادری نے پہلے گروپ میں (۱) ابوالکلام آزاد (۲) مولانا حسین احمد مدنی (۳) مولانا کفایت اللہ (۴) مولانا سعید کو رکھا ہے پھر لکھا ہے۔ میں اس موقع پر ان اصحاب کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ قرآن پاک کو لے کر مسجد میں داخل ہوں اور قسم کھا کر بتائیں کہ وہ کانگریس سے کسی نہ کسی شکل میں رقوم وصول کر رہے ہیں یا نہیں امکان ہے اور بھی بعض حضرات اس صف میں شامل ہوں یہ تو جید سربر آوردہ اشخاص کے نام ہیں اس صورت میں تنخواہ دار کا ایمان یہی ہے جس کا کھائے اس کا گائے نہیں تو اگلے ماہ کی تنخواہ نہیں ملے گی ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمانوں کا لیڈر سمجھنا غلط فہمی ہے ہندو کے تنخواہ دار اور مسلمانوں کے راہنما کیا معنی؟ ان کو ہندو کا نوکر کہنا چاہئے۔

(آزاد قوم کی تعمیر اور پاکستان صفحہ ۲۱۰ و ۲۱۱)۔

۱۹۴۲ تا ۱۹۴۷ء میں اسلامیان برصغیر نے وطن عزیز پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے قائد اعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں ایک انقلاب برپا کر دیا مسلمانوں میں گاندھی بھگت علماء نے تفریق پیدا کر دی ایک گروہ جس میں جمیعت علمائے ہند مجلس احرار تحریک خاکسار جماعت اسلامی دار العلوم دیوبند جامعہ ملیہ دہلی دار العلوم ندوہ لکھنوء نے اسلام کا ساتھ چھوڑ کفر کے ساتھ ناطہ جوڑ لیا کانگریس کی تجوریوں کے منہ کھلے دیکھ کر گاندھی کے آشرم اور آنند بھاون کے گرد چکر لگانے لگے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں نے دامے درمے سخنے مسلم لیگ کا ساتھ دیا اس وقت کے قلمکاروں نے دو قومی نظریہ پر بہترین کتابیں تحریر کیں جن میں قوم پرست کانگریسی ملاؤں کی نفس پرستی اور گاندھی گردی پر بہترین انداز میں روشنی ڈالی۔ اس لٹریچر میں کانگریس نے قوم فروش مسلمانوں کے ضمیر خریدنے کے لئے جو حربے استعمال کئے تھے ان کو ظاہر کر دیا تحریک پاکستان کے دنوں میں جو کتابیں تصنیف ہوئیں ان کی فہرست کتابیات میں درج کر دی گئی ہے۔

۱۹۳۷ء میں جب آئینی دستور کے وجود میں آنے کے امکان پیدا ہوئے تو کانگریس نے ودیا مندر سکیم تیار کی جس سے ہندوستان کے تمام مسلم طالب علموں کو ہندو تہذیب کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی ترکیب نکالی اور کانگریس نے اعلان کر دیا کہ کانگریسی حکومت میں عہدے مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان ہونے کے نہیں دیئے جائیں گے بلکہ بحیثیت قوم پرست کانگریسی ہونے کے بہت سے ملت فروش مسلمان عہدے لینے کی لالچ میں کانگریس میں شامل ہو گئے اور انہیں دنوں کانگریس اور قوم پرست مسلمانوں نے بڑے زوروں سے رابطہ مہم شروع کر دی تاکہ مسلم قومیت کو ہندو قومیت میں جذب کر لیں کیوں کہ ہندومت پہلے بھی کئی جین مت متوں بدھ مت۔ جین مت وغیرہ کو ایسی ہضم کر چکی تھی کہ دوسرے ممالک میں ان متوں کے پیرو مل جاتے ہیں لیکن جس دھرتی پر ان متوں نے جنم لیا اس جگہ ان کو ماننے والا کوئی نہیں ملے گا مسلمان اکابرین نے مسلمانوں کے ضمیر کو بیدار کیا اور ہندو کی فرقہ وارانہ ذہنیت سے آگاہ کیا تو مسلمانوں کے دل میں اپنے تشخص کو قائم رکھنے کے لئے بیداری پیدا ہوئی علمائے حق صوفیا کرام نے اپنے تبلیغی دوروں میں مسلمانوں کو اپنی قومی جماعت مسلم لیگ میں شامل ہونے کی ترغیب دلائی کانگریس اور قوم پرست مسلمانوں نے اہل سنت و الجماعت صحیح العقیدہ مسلمانوں کے اتحاد کو فنا کرنے اور مسلم لیگ کو نقصان پہنچانے کی کئی تدبیریں اختیار کیں لیکن انہوں نے مرد حق حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت پر اعتماد کیا اور اپنی جماعت کے لئے ہمدردی پیدا ہوئی اور مسلم لیگ کا ساتھ نہ چھوڑا ودیا مندر سکیم کے بانی ڈاکٹر ذاکر حسین ڈاکٹر محمود الحسن مولانا غلام رسول مہر مولانا ابو مولانا حسین احمد مدنی اور ڈاکٹر راجندر پرشاد تھے انہوں نے ہندوستانی سکولوں اور کالجوں کے لئے ودیا مندر سکیم کے تحت ایک قومی تعلیمی نصاب مرتب کیا تھا اس نصاب میں اکابرین اسلام کے حالات یعنی تاریخ اسلام کے وہ

Marfat.com

باب جن سے مسلمانوں کا تشخص ظاہر ہوتا تھا ختم کر دیے گئے اس کی جگہ ہندو راہنماؤں کے من گھڑت قصے کہانیاں شامل کر دیے اور قوم پرست وہابی مسلمانوں کے قصے۔ یعنی سید احمد بریلوی مولوی اسمٰعیل دہلوی حاجی شریعت اللہ بنگالی رشید احمد گنگوہی قاسم نانوتوی محمود الحسن کانگریسی مفتی کفایت اللہ حسین احمد مدنی اور مولانا داؤد غزنوی کے حالات زندگی اس ودیا مندر سکیم میں شامل کر لئے اور ان کے قصے کہانیوں کو اسلامی تاریخ کا درجہ دیدیا گیا۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے بقول "ہم نے ہندوستان کے لئے ایک ایسا نصاب تعلیم مرتب کیا کہ جس کو پڑھ لینے سے نہ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان اور دونوں خدا سے دور بھی نہ ہوں گے" (افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور)۔

عبید اللہ سندھی سخت قوم پرست تھے اسلام کے نام سے انہیں ہمیشہ نفرت رہی اور خاص کر حضرت علامہ اقبال اور قائداعظم کا نام سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتے محمد سرور لکھتے ہیں کہ اقبال کا یہ شعر تو ہر شخص کی زبان پر ہوتا تھا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

مولانا یہ سن کر غصے میں آگئے اور جیسے کوئی شخص بھرا بیٹھا ہو اسے چھیڑ دیا جائے اور وہ پھٹ پڑے مولانا بے اختیار ہو کر برس پڑے فرمانے لگے "تم لوگ کیا باتیں کرتے ہو بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا چھوڑ دو خدا کا خوف کرو کون سا عالم اسلام کس مسلمان ملک کو تمہاری فکر ہے دیکھو میں ترکی میں تھا جلاوطن برطانیہ کا باغی وطن سے کوئی مالی مدد نہیں آسکتی تھی ڈاکٹر انصاری ترکی آئے انہوں نے تحریک ارباب اقتدار سے میرا ذکر کیا اور کہا کہ اسے مالی مدد چاہئے تم اس کی اعانت کرو وہ ہمارا آدمی ہے ڈاکٹر انصاری صاحب سے وعدہ کر لیا گیا لیکن کسی نے کچھ نہیں کیا ایم این رائے سوویت یونین سے برابر رقم بھیجتا تھا اور اس طرح ہم ترکی میں رہ سکے ترکی کے قیام کے دوران میں مولانا نے وہ تاریخی منشور چھاپا۔

(افادات و ملفوظات حضرت عبید اللہ سندھی مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور)

یہ ہے قصہ دیوبند کے شیخ الاسلام محمود الحسن کے ایک مرید کا اور یہی نصاب تعلیم تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ پاکستان کے قومی نصاب میں ڈاکٹر محمود الحسن نے شامل کر دیا اب ماشاء اللہ پاکستانی قوم کا مسلمان بچہ نہ مسلمان ہے نہ عیسائی نہ یہودی اور خدا سے بھی دور نہیں والدین اور حکومت پاکستان چاہتی ہے کہ ہمارے بچے ملک کے بہترین شہری اور مسلمان بنیں لیکن خدا جانے یہ کیا بن رہے ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ عام طور پر مسلمان بچے لارڈ ماکالے کی تعلیمی پالیسی اور ودیا مندر سکیم غیر اسلامی تعلیم و تہذیب اور معاشرہ کے ماحول میں اسلامی شعائر و شعور سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں ہماری حکومت نے کئی بار نصاب تعلیم کو اسلامی قدروں کے ہم آہنگ بنا دینے کا اعلان کیا لیکن افسر شاہی انگریز اور ہندو کے زرخرید غلاموں

Marfat.com

نے ابھی تک اس کا نفاذ ہی نہیں ہونے دیا۔
ان اللہ و ان الیہ راجعون ○

یہ سب ہماری غلط سوچ کا خمیازہ ہے کاش ہم اس کا احساس کریں اور ان گاندھی بھگت ملاوں کی ودیا مندر سکیم کو پاکستان دیس سے نکالا دے سکیں کیا ہمارے اکابرین یہ نہیں دیکھتے کہ کسی شعبے میں بھی شرافت دیانت اور امانت کا کام ہو رہا ہے۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے جس بات کا رونا رویا ہے کہ حکومت ترکی اس کو گھاس نہیں ڈالتی تھی جبکہ مسٹر ایم این رائے ان کی ضروریات کے لئے سوویت یونین سے رقم بھجواتے تھے یہی وجہ ہے کہ ترک حکومت ان کو مسلمانوں کا مخالف اور سوویت یونین کا جاسوس تصور کرتی تھی۔

سردار محمد خاں تحریر کرتے ہیں کہ صوبائی انتخاب شروع ہوا کانگریس نے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں پانی کی طرح روپیہ بہایا ہندو کارخانہ داروں نے مسلمان مزدوروں کو اور ہندو جاگیرداروں اور زمینداروں نے مسلمان کاشت کاروں کو ڈرایا دھمکایا کہ وہ مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیں ہندو کانگریس نے ضمیر فروش مسلمانوں کو لاکھوں روپے کا بھوجن کروایا اور مسلم لیگ کے امیدواروں کے خلاف صف آرا کیا مگر مسلمان ان میر جعفروں کو اچھی طرح پہچانتے تھے ہر چند کہ یہ لوگ اپنی پیشانیوں پر محرابوں کے نشان سجا کر انتخابی مہم میں آئے لیکن ان محرابوں کی تہہ میں قشقے صاف نظر آ رہے تھے یہ وہ مجنوں تھے جو لیلائے کانگریس کے سامنے "میرے اسلام کو تم قصہ ماضی سمجھو" کا اعلان کر کے چند دنوں میں لاکھوں روپے ہضم کر چکے تھے چنانچہ جاء الحق و زھق الباطل کا سماں بندھ گیا ہر میدان میں زنار پوش مسلمانوں کی ہوا اکھڑی مسلم لیگ کے ہاتھوں شکست کھائی اور ضمانتیں ضبط ہوئیں ایسے ہی وقت میں حضرت علامہ اقبال نے فرمایا۔

مسلم ہندی شکم را بندہ
خود فروشے دل زدیں بر کندہ

مسلم ہندی شکم کا بندہ ہے اپنے آپ کو بیچنے والا ہے اور اس کا دل دین سے خالی ہے (بحوالہ سوانح قائد اعظم مطبوعہ مکتبہ ادب بمبئی ۸ صفحہص ۷ ۶۴)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرو مبادا ایسے فتنے واقع ہوں جو اندھیر رات کی طرح ہوں کہ حق ناحق کا پہچاننا مشکل ہو جائے ان میں آدمی صبح کو مسلمان ہو گا شام کو کافر شام کو مسلمان ہو گا تو صبح کو کافر ہو گا۔ معمولی سے دنیوی نفع کے عوض دین کو فروخت کر دے گا (مشکوۃ شریف)۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اسلام میں فوجیں کی فوجیں داخل ہو رہی ہیں لیکن ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اسی طرح فوجیں کی فوجیں اسلام سے خارج ہونے لگیں گی ایک حدیث میں ارشاد ہے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

اس امت کے زمانہ میں خسف ہو گا۔ یعنی آدمیوں اور مکانوں کا زمین میں دھنس جانا اور مسخ ہو گا کہ آدمی کتے اور بندر وغیرہ کی صورتوں میں ہو جائیں گے اور قذف ہو گا کہ آسمان سے پتھر برسنے لگیں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم اس حالت میں بھی ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہاں جب خباثت کی کثرت ہو جائے اور یہ ارشاد تو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے وارد ہوا ہے کہ نیک کاموں کا آپس میں ایک دوسرے کو حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو ورنہ حق تعالیٰ شانہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیں گے پھر تم اس سے دعائیں کرو گے تو تمہاری دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی (مشکوۃ شریف)

اس سے پہلے مولوی اسماعیل دہلوی کے قرآن مجید و حدیث شریف کے ترجمے کے نمونے پیش کئے جا چکے ہیں کہ یہ لوگ قرآن حکیم کے ترجمے اور تفسیر کو کس ڈھٹائی سے بدل دیتے ہیں انہیں شرم تک نہیں آتی اور نہ ہی یہ خیال کرتے ہیں کہ قرآن حکیم اور حدیث شریف کے مفہوم کو بدلنے سے دین و دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے۔

چوہدری حبیب احمد مولانا ابو الکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

سراب آسا تفسیر۔

ہم نے ہفت روزہ اقدام میں (کہ کانگریسی دور کے ابو الکلام آزاد نے متحدہ قومیت کے نظریہ کو تقویت بخشنے کے لئے اپنے اسلامی دور کے نظریات سے یکسر انحراف کر کے گاندھوی اثر و رسوخ (ہندوؤں کو) قوت و طاقت مہیا کرنے کے لئے جو سراب آسا تفسیر اور فریب آمیز تشریح قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی لکھی ہے) تفصیل سے لکھا تھا کہ وہ انسان کو قرآنی مفہوم و روح سے کوسوں دور لے جاتی ہے بلکہ۔

دے تاویل شاں در حیرت انداخت

خدا و جبریل و مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم را

ہم اس مقام پر اپنے ناظرین کرام کی خدمت عالیہ میں پیش کر کے انصاف کے طالب ہیں۔

ان الذین امنو والذین ھادو والنصری والصبئین امن باللہ والیوم الاخر و عمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ (پارہ اول رکوع ۸)

مولانا آزاد کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے

جو لوگ (پیغمبر اسلام پر) ایمان لا چکے ہیں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی ہو اور کسی گروہ بندی سے ہوں) لیکن جو کوئی بھی خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا۔ اور اس کے اعمال اچھے ہوئے تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہو گا نہ کسی طرح کی غمگینی۔

Marfat.com

یہ ہم نے ترجمان القرآن کے صفحہ نمبر ۱۹۰،۱۹۱ سے حرف بحرف نقل کیا ہے اور اس جلد سے ۱۶ نومبر ۱۹۳۰ء کی تاریخ ملتی ہے اس جلد میں سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔

ترجمہ کے الفاظ پر دوبارہ غور فرمائے یا وہ لوگ ہوں جو یہودی ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ختم المرسلینی پر ایمان و اقرار ضروری نہیں۔ یہ ظاہر کرنے سے ہماری مراد صرف یہ ہے کہ آزاد نے ایمان بالرسالت کو ضروری قرار نہیں دیا اب اس آیت مبارکہ کا قرآنی مفہوم ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق جو لوگ ایمان لانے والے ہیں (اور یہود و نصاری اور صائبین اور جو شخص بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لائے) اور عمل اچھے کرے ان کا اجر ان کے اللہ کے پاس ہے۔ اور ان کو کسی قسم کا خوف و حزن نہیں۔

(تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء مطبوعہ البیان لاہور صفحہ ۳۳۲ و ۳۳۳)

یہ ہیں نجدی گروہ اہل حدیث اور دیوبند و قوم پرست مسلمانوں کے پیشوا یہ طائفہ جن کے پیشوا ابو تھے۔ مسلمانوں کی آزادی کے راستے میں ایک سنگ گران بنے رہے اور تحریک پاکستان کی دشمنی میں گاندھی اور پٹیل سے بھی بازی لے گئے اس گروہ کے چند خاص خاص افراد درج ذیل ہیں۔ ابو الکلام آزاد۔ حسین احمد مدنی ثمہ دیوبندی کانگریسی۔ احمد علی لاہوری۔ عطاء اللہ بخاری۔ حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ مفتی محمود۔ غلام غوث ہزاروی۔ داود غزنوی۔ اسماعیل سلفی۔ شورش کاشمیری۔ عنایت اللہ مشرقی۔ ابو الاعلیٰ مودودی۔ محمود الحسن دیوبندی۔ مفتی کفایت اللہ۔ سعید احمد دہلوی۔ غلام رسول مہر

اگر ان گاندھی بھگتوں کا سیاسی راستہ اختیار کیا جاتا تو آج پاکستان موجود نہ ہوتا جو لوگ قیام پاکستان کے مخالف تھے وہ اس قابل نہیں کہ ان کو ملک کا ہیرو بنایا جائے ایسے لوگوں سے عقیدت کا اظہار کرنا پاکستان سے دوستی کا اظہار نہیں یہ فہرست ہے ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اہل تصوف سے انہیں کچھ نہیں ملا لیکن مہاتما گاندھی کے آشرم کی جبہ سائی سے سب کچھ مل گیا لیکن ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تمہارا کردار تو یہ تھا کہ تم اسلام کے ٹھیکیدار بن کر اسلام کو ہمیشہ کے لئے کفر کے گڑھے میں گرا رہے تھے علاقائی اور لسانی بنیادوں پر مسلمانوں کو قومیت کا درس دیکر ان کی وحدت کو پارہ پارہ کر رہے تھے تم نے اسلامی اخوت کو ہمیشہ کے لئے یہ کہہ کر کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں ختم کر دیا۔ غور کا مقام ہے کہ نظریاتی قوموں کا یہ فلسفہ کس نے پیش کیا۔ رنگ و نسل کے بت کس نے پاش پاش کئے علاقائی اور لسانی بنیادوں پر شرافت اور برتری کے دعوے کس نے باطل ٹھہرائے جہاں نظریاتی بنیادوں پر اسلام نے مشرق میں بسنے والوں کو مغرب میں بسنے والوں کا بھائی بنا دیا وہاں نظریاتی اختلاف کی بنا پر باپ بیٹے اور بھائی بھائی کے رشتے منقطع کر دئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے

Marfat.com

جس دین کی بنیاد ڈالی تھی اس طائفہ نے انگریز اور ہندو کے اشارے پر اس کی بنیادیں کھوکھلی کرنی شروع کر دیں۔

صوفیا کرام علماء حق) نے اخوت اسلامی کا درس دیا۔ اور کہا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک برادری ہیں جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے برصغیر میں مسلمانوں کو پاکستان جیسی نعمت عطا فرمائی۔ جس میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ علیہ. حضرت سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ. حضرت سید جماعت علی شاہ رحمہ اللہ. حضرت دیوان سید آل رسول علی خاں اجمیری چشتی اجمیر شریف. حضرت سید بوٹے شاہ قادری رحمہ اللہ. حضرت سید سجاد حسین شاہ چشتی سیکری رحمتی اللہ علیہ حضرت سید اکرام حسین شاہ چشتی سیکری مد ظلہ العالی. حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہ اللہ علیہ حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی قادری رحمہ اللہ. حضرت مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی صدیقی رحمہ اللہ حضرت مولانا عبد الحامد بدایونی رحمہ اللہ حضرت مولانا پیر امین الحسنات رحمہ اللہ مانکی شریف۔ حضرت سید ولایت علی شاہ گیلانی قادری رحمہ اللہ۔ حضرت مولانا ابو الحسنات قادری رحمہ اللہ۔ مولانا حسرت موہانی پیر عبد الرحیم بھرچونڈی شریف. پیر سید علی احمد کھتملی۔ پیر میاں علی محمد خاں چشتی (بسی شریف)۔ میاں غلام اللہ شرقپوری۔ مولانا غلام بھیک نیرنگ انبالوی۔ پیر غلام مجدد سرہندی۔ مولانا غلام محمد ترنم امرتسری. مفتی غلام معین الدین نعیمی مراد آبادی. شیخ الاسلام. خواجہ قمر الدین سیالوی. پیر محمد حسن جان سرہندی پیر محمد شاہ بھیروی. مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی. سید محمود شاہ گجراتی. سید مغفور القادری پیر انوار علی ہاشمی. سید امیر الدین قدوائی. مولانا سید احمد سعید کاظمی صاحب. مولانا عبد الغفور ہزاروی۔ پیش پیش تھے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تحریک پاکستان کی روح رواں تھے۔ ۱۹۴۵ء میں جب تحریک پاکستان فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہوئی۔ تو دار العلوم دیوبند۔ دار العلوم ندوہ لکھنو اور جامعہ ملیہ دہلی کے اساتذہ اور طالب علم اکھنڈ بھارت کے قیام کے لئے میدان میں نکل آئے دیوبند کے شیخ الحدیث حسین احمد مدنی نے بنگال کا دورہ شروع کیا کومیلا۔ چٹاگانگ اور سلہٹ کے علاقہ میں اس کا اچھا رسوخ تھا اس کے ہنگامی دورے کے بعد ادھر حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے محسوس کرتے ہوئے کہ اب وقت آگیا ہے کہ مسلم لیگ کے ہاتھ مظبوط کئے جائیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا ہنگامی اجلاس بلایا اور نظریہ پاکستان کو مستحکم کرنے اور ملک کی تقسیم کرانے اور علی حدہ اسلامی ریاست بنانے کے لئے مسلم لیگ سے تعاون کرنے کی تلقین کی اور قرارداد پاس کی۔

جب حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اپنے رفقاء کے ساتھ جون ۱۹۴۵ء میں صوبہ بنگال اور سلہٹ کے علاقے کا دورہ کیا تو راقم الحروف ان دنوں ۹۲ انڈین جنرل ہسپتال میں تھا۔

Marfat.com

حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے ۱۶ جون ۱۹۴۵ء کی شب کو اے۔ آر۔ پی۔ گراونڈ کو میلا میں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اور حاضرین سے پاکستان کے حق میں جدوجہد کرنے کا وعدہ لیا آپ نے فرید پور 'سلہٹ' چٹاگانگ کے علاوہ ۱۴ اگست ۱۹۴۵ء میں پلٹن میدان ڈھاکہ میں بھی عوام سے خطاب فرمایا۔ تقریر کے دوران مسلمانوں سے وحدت ملی اور قومی عزم کا عملی ثبوت دینے کے لئے پر زور اپیل کی اور کہا کہ نجی اختلافات کو ختم کر کے اسلامی اخوت کا ثبوت دیجئے کیوں کہ مرکزی اسمبلی کا انتخاب شروع ہونے والا ہے۔ آپ لوگ ہر حالت میں مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں آپ نے کہا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ کر کے ملک کی آزادی میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی یہ بالکل جھوٹ ہے کیوں کہ یہ لوگ متحدہ ہندوستان کی آزادی چاہتے ہیں لیکن یہ نظام حکومت مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا جس کا مقصد ہندو کی آزادی اور ہندو راج کا قیام ہو اور مسلمانوں کی غلامی ہو۔

اس دورے سے واپسی پر آپ نے سنی کانفرنس کی تنظیم کو ٹھوس بنیادوں پر منظم کرنا شروع کر دیا صوبائی واضلاعی اور قصباتی کمیٹیاں مقرر کر دیں۔ اس کے بعد اپ نے آل انڈیا سطح پر سنی کانفرنس کے اجلاس کی تیاریاں شروع کر دیں۔ تحریک پاکستان کی پرزور حمایت اور سنی کانفرنس کی تنظیم واحیا کے سلسلے میں شب و روز کام کیا۔

۱۹۴۶ء کے آغاز میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس مراد آباد میں بلایا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ کانفرنس کا ایک تاریخی اجلاس بنارس میں مورخہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء تحریک پاکستان کے حق میں بلایا جائے۔ اس اجلاس کی کامیابی کے لئے حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے جو رات دن کام کیا اس سے آپ کی صحت پر بہت برا اثر ہوا۔ اجلاس ایسا کامیاب ہوا کہ پاکستان کے حصول میں جو پانچ سال مزید لگتے اس کو پانچ سال قبل ہی منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اس کانفرنس میں پانچ صد مشائخ سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام نے شرکت کی۔ حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے لندن سے آئے ہوئے وزارتی مشن لارڈ کہ پس وغیرہ کو بھی اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ لیکن ان لوگوں نے اجلاس کے آخر میں اپنی مصروفیت کی بنا پر عدم شرکت پر معزرت کا تار بھیج دیا۔

تحریک خلافت کے بعد جب مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا گاندھی اور قوم پرست علماء نے شدھی تحریک چلائی اس کا پس منظر یہی تھا کہ مسلمانوں کو لالچ دیکر قوم پرست یا ہندو بنایا جائے اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے اہل تصوف (علمائے حق) نے شاندار قربانیاں دیں۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری ۔ حضرت مولانا نعیم الدین مراد بادی۔ مفتی اعظم ہند حضرت مصطفےٰ رضا خاں۔

مولانا سید غلام قطب الدین برہم چاری ۔ حضرت پیر سید سجاد حسین رحمہ اللہ سیکری چشتی ۔ حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی ۔ حضرت مولانا ابو الحسنات قادری رحمہ اللہ ۔ حضرت مولانا نثار احمد کانپوری

۔ حضرت مولانا مشتاق احمد ۔ حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی میر ٹھی ۔ اور دیگر علمائے اہل سنت نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور آگرہ۔ متھرا۔ بھرت پور۔ گڑگاوں۔ گوبند گڑھ حوالی اجمیر جئے پور۔ کشن گڑھ کے علاوہ بر صغیر کے دوسرے علاقوں کے بھی دورے کئے اور وہاں مبلغین بھیجے چنانچہ چھپرا میں مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری. مولانا احسان الحق نعیمی. مولانا ابو الحسنات قادری. رحمہ اللہ علیہ اجمعین. دشمن اسلام شردھانند کے مقابلہ میں رمضان المبارک کے مہینہ میں پہنچے اور انسداد فتنہ پر کامیاب ہوئے تبلیغ اسلام کے لئے اس علاقہ میں جگہ جگہ درس قائم کئے اور ان بزرگوں نے تبلیغی جدوجہد کے لئے آگرہ میں کافی عرصہ قیام فرمایا۔ شدھی تحریک کے بانیوں میں پانچ اشخاص سوامی شردھانند (دہلی) راج پال (لاہور) بھولاناتھ (کلکتہ) نتھورام (کراچی) پالال (قصور) تھے یہ تحریک ۱۹۲۱ء سے ۱۹۳۱ء تک چلائی گئی۔ اس دوران ہندو مسلم فرقہ وارانہ بیسیوں خوف ناک فسادات ہوئے۔ فسادات کی یہ آگ ۱۹۳۱ء تک کسی نہ کسی صورت میں بھڑکتی رہی اور مسلمانوں میں اسلامی غیرت اور قومی بیداری پیدا ہوتی گئی۔

ایک سچا عاشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسلمان دنیا کی ہر ذلت برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے محبوب آقا و مولا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین بالکل برداشت نہیں کر سکتا چنانچہ ہندووں کی ان اشتعال انگیزیوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ دہلی میں عبد الرشید غازی نے سوامی شردھانند کو قتل کر کے اس کافر ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ لاہور میں غازی علم دین نے بدباطن راج پال کو قتل کر کے ہمیشہ کے لئے واصل جہنم کیا۔ کراچی میں غازی عبد القیوم نے نتھورام کو قتل کیا کلکتہ میں لاہور کے دو نوجوانوں عبد اللہ اور امیر حیدر نے بھولاناتھ کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا اور قصور میں غازی محمد صدیق نے پالال کو قتل کر کے شدھی تحریک کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ یہ تمام غازی اہل تصوف اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تھے۔ جن کو وہابی مکتب فکر اور قوم پرست مسلمانوں نے فسادی کہا اور کہا کہ انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کو عظیم نقصان پہنچایا ہے یہی وجہ ہے کہ اس (وہابی) مکتب فکر کے لوگ سواد اعظم بر صغیر کو بدعتی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اہل بیت کرام اولیاء اللہ (علمائے حق) کی اتنی تکریم کرتے ہیں کہ مادی منفعت کو ان پر قربان کر دیتے ہیں۔

لیکن نجدی توحید کے ٹھیکیداروں کا اپنا کردار تو ملاحظہ فرمائیں کہ جمعیت اہل حدیث کے امیر مولوی محمد اسماعیل سلفی. کانگرس کی حمایت اور قیام پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے کانگریس کے مشہور لیڈر سبھاش چندر بوس کی موت پر کانگریس نے ماتمی جلسہ منعقد کیا اور اپنے مردہ لیڈر کے اعزاز میں کرسی صدارت کو خالی رکھا بلکہ ایک روایت کے مطابق اس پر سبھاش چندر بوس کی تصویر رکھی۔ اس کے باوجود مولوی اسماعیل صاحب پورے اہتمام سے شریک اجلاس ہوئے اور ہندووں کے غائبانہ مردہ لیڈر یا اس کی تصویر کی صدارت میں تقریر کی جس میں سبھاش چندر بوس کی مدح و ستائش کر کے اس کو خراج عقیدت

پیش کیا اور کانگریس کی زبردست حمایت کی (والعیاذ باللہ)
(رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ)

سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذر برہمن ہو گئیں

یہ ہے نجدی توحید جو سبھاش چندر بوس کے قدموں پر سجدہ ریز نظر آتی ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کہنا تو شرک ٹھہرا. تصور شیخ بھی شرک ٹھہرا لیکن سبھاش کے فوٹو کو سامنے رکھ کر سجدہ کرنا کہاں کی توحید ہے مسجدوں میں مہاتما گاندھی کو بلا کر ممبر نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اس ناپاک شخص کو بٹھا کر وعظ سننا اور مسلمانوں کے عقائد کے خلاف تقریر کرانا کس صحابی کی پیروی تھی۔ (۱۹۲۱ میں مسجد خیر الدین امرتسر میں مہاتما گاندھی کو ممبر پر بٹھا کر ہندو مسلم اتحاد کی تقریر کرائی گئی بحوالہ مقالات یوم رضا)

وہابی (نجدی) مکتب فکر کے ادارے ہمیشہ غیر مسلموں اور دشمنان اسلام کے مرہون منت رہے ہیں اور ہمیشہ ان کی ظاہری و باطنی امداد سے پروان چڑھے ہیں۔

دار العلوم ندوۃ الاسلام کے لئے انگریزوں نے مالی امداد اور عمارت کی تعمیر کے لئے جگہ دی اور نومبر ۱۹۰۸ء میں ہز آنر سر جان ہیوٹ گورنر یو پی نے ندوہ کے دار العلوم کا سنگ بنیاد رکھا۔

جامعہ ملیہ دہلی کا وجود کانگریس فنڈ سے عمل میں آیا۔

۱۹۲۰ء میں مولوی محمود الحسن دیوبندی کانگریسی نے علی گڑھ میں اس کا سنگ بنیاد رکھا کیوں کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ترک موالات میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اس لئے اس ادارہ کو ناکام بنانے کے لئے اس کے مقابلہ میں جامعہ ملیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ لیکن جب نوجوان طالب علموں نے اس کانگریسی ادارہ کی ڈٹ کر مخالفت کی تو پھر اس ادارہ کو دہلی میں منتقل کر دیا گیا۔

ودیا مندر اور واردھا سکیم کے تحت مرتب شدہ نصاب تعلیم اس ادارے میں رائج کیا گیا جو بعد میں اس کے شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمود الحسن وہی نصاب تعلیم اپنی بغل میں دبائے پاکستان لے آئے۔ اور پھر پاکستان کے قومی تعلیمی اداروں میں رائج کر دیا گیا۔

دار العلوم دیوبند کے لئے بھی انگریز سرکار نے مفت اراضی مہیا کی۔

محمد صادق قصوری بحوالہ افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی صفحہ ۳۸۷ پر راقم ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادے حافظ محمد احمد جو دار العلوم دیوبند کے مہتمم تھے۔ شمس العلماء کا خطاب قبول کرتے ہیں اور انگریز حکومت کی طرف سے اڑھائی سو روپیہ ماہانہ بطور وظیفہ مقرر ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں گورنر یو پی دار العلوم میں گیا۔ اس کے ساتھ ہی لگے ہاتھوں دار العلوم دیوبند کے سرکاری ترجمان ماہنامہ القاسم ۱۳۲۸ھ سے دار العلوم کے سالانہ جلسے کی رپورٹ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

"مسلمانوں کو ان کے مذاہب میں وفاداری کی تعلیم دی گئی ہے۔ ادھر گورنمنٹ کے بے حد احسانات اس کو مقتضی ہیں کہ مسلمان جان و دل سے ان کا شکریہ ادا کریں اور ایک ایسے کثیر التعداد مجمع میں جس میں ملک کے اعلیٰ و ادنیٰ طبقات کے مسلمان موجود ہوں۔ علماء کی جانب سے جن کی تعلیم کو ہر فرد مسلمان مانتا ہے وفاداری و شکر گزاری گورنمنٹ کا اعتراف و اعلان ضروری امر تھا۔ اول مہتمم صاحب نے اپنی مطبوعہ تقریر میں نہایت خوبی سے سامعین کے ذہن نشین کیا اور پھر اس کی تائید میں مولانا احمد حسن صاحب مولانا عبد الحق صاحب۔ مولوی ظہور علی احمد صاحب نے مدلل و پرمغز تقریریں کیں اور بالاتفاق رائے حضور وانسرائے بہادر اور لیفٹیننٹ گورنر بہادر کی خدمت میں تار دئے گئے۔

(اکابر تحریک پاکستان جلد دوم از محمد صادق قصور مطبوعہ نوری بک ڈپو صفحہ ۱۵)۔

محمد صادق قصوری مزید تحریر فرماتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد تحریک پاکستان کے رہنماؤں اور ملک و ملت کے بے لوث خادموں کے خلاف دشنام طرازی اور اتہام تراشی کی تحریکیں جاری ہیں۔ اور ذرائع ابلاغ پر قابض لوگوں نے پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں علماء و مشائخ کے کردار پر پردہ ڈالنے کی کوششیں شروع کر دیں ان لوگوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں جولانیاں دکھائیں تو مطمع نظر یہ ٹھہرا کہ علماء و مشائخ اہل سنت کے کارناموں کو قصر گمنامی میں پھینک دیا جائے۔ مشہور کیا گیا کہ سنی بزرگ مسجد و خانقاہ کے لوگ ہیں۔ میدان جہاد سے ان کا تعلق ہو نہیں سکتا حتیٰ کہ انگریز کے ازلی کاسہ لیس اور ہندوؤں کے پرانے ساتھیوں نے بھی سینوں پر زبان طعن دراز کرنے میں قباحت محسوس نہ کی۔

(اکابر تحریک پاکستان حصہ اول مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات صفحہ ۳۲)۔

دار العلوم دیوبند کے بانیوں رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی کی مسلم دشمنی اور انگریز دوستی کی کہانی ان کے مرید خاص مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ۔

"ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (قاسم نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں (۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز کے خلاف مجاہدین) سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمہ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔

حضرت مولانا قاسم العلوم (قاسم نانوتوی) ایک مرتبہ یکایک سر پکڑ کر بیٹھ گئے جس نے دیکھا جانا کہ کنپٹی

میں گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی۔ اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "کیا ہوا" / میاں عمامہ اتار کر سر کو جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔

(تذکرہ الرشید مکتبہ بحر العلوم جونا مارکیٹ کراچی صفحہ ۷۴و۷۵)۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ علیہ دیوبند میں روپوش تھے ایک روز مکان کے کوٹھے پر مردوں میں سے کوئی تھا نہیں۔ زینہ میں آکر فرمایا پردہ کر لو میں باہر جاتا ہوں۔ عورتوں سے رک نہ سکے باہر چلے گئے۔ جا رہے تھے کہ دوش راستہ میں ملی آپ ہی کی گرفتاری میں تھی۔ خدا کی شان ہے کہ ایک شخص نے آپ ہی سے پوچھا کہ مولوی محمد قاسم کہاں ہیں؟ آپ نے ایک قدم آگے بڑھا کر پچھلے پاؤں کی جانب نظر ڈالی اور فرمایا ابھی تو یہاں تھا۔ یہ فرما کر آپ آگے چلے گئے اور دوش نے مکان پر جا کر تلاشی لی۔ آخر ناکام واپس ہوئے۔ ہر چند کہ یہ حضرت حقیقتاً بے گناہ تھے۔ مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ ہی کی حفاظت بر سر تھی اس لئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔ (تذکرہ الرشید صفحہ ۷۹)۔

یہ ہیں نام نہاد مجاہدین جنہوں نے برصغیر میں اسلامی حکومت کی بیخ کنی کی اور اور اب مطالعہ پاکستان (پاکستانی حالات و واقعات کی نصابی کتاب) میں ان ملت اور دین فروشوں کا نام سرفہرست ہے کہ یہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ہیرو ہیں۔ اس کے علاوہ ان انگریزوں کے نمک خواروں نے برصغیر کے مسلمانوں میں فرقہ واریت کو جنم دیا۔ اور مسلمانوں میں بیسیوں اسلام دشمن جماعتیں پیدا کر دیں۔ اور یہ سب اسلام کے بہروپئے ایک ہی راگ الاپتے ہیں کہ اپنی اسلامی روایت پر فخر کرنا بدعت اور شرک ہے۔

اس طائفہ کے ایک رکن مسعود الدین عثمانی نے تو حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ علیہ۔ حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمہ اللہ علیہ۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمہ اللہ علیہ کو کافر قرار دیا ہے اب قارئین کرام خود انصاف کریں کہ کافر کون ہے؟ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی امت یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے محب اور پیروی کرنے والے غور فرمائیں؟۔

امام الہند ابو الکلام آزاد اور شراب

مولانا غلام مہر علی ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک بار جب مولانا جرمنی گئے تو وہ کولون کے سفارت خانے میں سفیر اے۔ سی۔ این۔ نمبیار کے مہمان کی حیثیت سے ٹھہرے۔ نمبیار

Marfat.com

جزئیات تک کا خیال رکھنے والا اور مہمان نواز میزبان ہے اور اسے مولانا کی عادات اور ان کے ذوق کا علم تھا۔ اس نے مولانا کے کمرے میں ایک چھوٹا سا میکدہ قائم کر دیا۔ جس میں وہسکی۔ برانڈی۔ موسلے سفید شراب۔ رائن شراب۔ اور فرانسیسی شمپئین بافراط مہیا کر دی گئیں۔ مولانا جب غیر ممالک میں ہوتے تھے تو شمپئین کو بالخصوص پسند فرماتے تھے۔ نمبیار پر یہ حقیقت کھلی کہ مولانا کو بوتلوں کے نرغے میں کمرے میں اکیلے رہنے دیا جائے تو وہ بہت خوش رہتے ہیں۔ نمبیار کو صرف ایک شکایت تھی اس نے کئی اہم جرمن افراد کو جن میں وزیر اور دیگر معزز ہستیاں شامل تھیں ایک دعوت میں بلایا جو مولانا کے اعزاز میں دی گئی تھی۔ دعوت ختم ہوتے ہی مولانا غائب ہو گئے اور اپنے کمرے میں اکیلے شراب پینے لگے۔ ایسا ہی ایک واقعہ بعد میں لندن میں پیش آیا تھا۔ مولانا ہائی کمشنر کی رہائش گاہ پر وجے لکشمی پنڈت کے مہمان کی حیثیت سے قیام پزیر تھے۔ مسز پنڈت نے مولانا کے اعزاز میں کھانا دیا جس میں سر انتھونی ایڈن ماونٹ بیٹن اور متعدد دیگر معززین مدعو تھے جونہی دعوت ختم مولانا چپکے سے غائب ہو گئے اور ان کی روانگی کسی کے نوٹس میں بھی نہ آئی۔ تھوڑی دیر بعد ایڈن اور دیگر اصحاب نے پوچھا کہ مولانا کہاں ہیں۔ مسز پنڈت نے خفت مٹانے کی خاطر ڈپلومیٹک سفید جھوٹ بول دیا ورنہ حق بات تو یہ تھی کہ عین اسی وقت مولانا اپنے کمرے میں بیٹھے شمپئین کے جام چڑھا رہے تھے۔

دلی میں مولانا نے کبھی کسی ڈنر پارٹی میں شرکت نہیں کی۔ غیر ملکی اہم شخصیتوں کے اعزاز میں دی جانے والی صرف دوپہر کی دعوتوں میں وہ وزیر اعظم ہاوس آجایا کرتے تھے کابینہ کے اجلاسوں میں جو بالعموم شام پانچ بجے یا اس کے بعد ہوتے تھے۔ مولانا چھ بجتے ہی اٹھ کر رخصت ہو جاتے اور اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ موضوع زیر بحث اہمیت کے لحاظ سے کس قسم کا ہے اور پھر وہ وہسکی سوڈا۔ برف اور سموسوں کی ایک پلیٹ کے سامنے براجمان ہوتے۔ شراب نوشی کے عالم میں فقط چند افراد ان سے ملاقات کر سکتے تھے ان لوگوں میں نہرو اور ارونا آصف علی ہمایوں کبیر اور مولانا کا ایک چہیتا پرائیویٹ سیکرٹری شامل تھے نہرو کوشش کرتے تھے کہ شام کے وقت مولانا سے ملاقات نہ کی جائے کبھی کبھار اشد ضروری کام پڑنے ملاقات مستثنات میں شامل تھی۔ پنڈت نہرو کے پرائیویٹ سیکرٹری ایم او متھائی کہتے ہیں کہ ایک روز مولانا کا چہیتا پرائیویٹ سیکرٹری پرائیویٹ طور پر مجھ سے ملنے آیا وہ کہنے لگا کہ مجھے مولانا کے بارے میں سخت فکر لاحق ہو گئی ہے کیوں کہ مولانا اب ہر شام وہسکی کی آدھی بوتل پینے لگ پڑے ہیں وہ اکثر گر پڑتے ہیں ان کی پشت پر بھی چوٹ آئی ہے جہاں میٹل پلیٹ (دھات کی پلیٹ) لگانا پڑی اس وقت مولانا جب شام کو شراب پی کر اٹھتے ہیں انہیں ایک مظبوط تومند ملازم سہارا دئے رکھتا ہے۔ پرائیویٹ سیکرٹری مجھ سے کہنے لگا کہ مولانا صرف ایک شخص کی بات مانتے ہیں اور وہ ہے وزیر اعظم "اس نے دریافت کیا پنڈت جی مولانا کو شراب کم کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتے" میں نے اس کی تجویز وزیر اعظم تک پہنچانے کا وعدہ کر لیا جب میں نے نہرو سے بات کی تو مجھے مسکراہٹ کے علاوہ اور کوئی جواب نہ

ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ ۱۶ تا ۲۰۱ جنوری جلد ۸ / ۳۶ بحوالہ دیوبندی مذہب مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور صفحہ ۳۹ و ۴۰)۔

ذکر مفتی محمود کا

نیز لکھتے ہی کہ مفتی محمود کا اعتقادی طور پر تعلق دیوبندی مکتب خیال اور سیاسی طور پر قوم پرست علماء سے تھا۔ نیز لکھتے ہیں کہ محترمہ فاطمہ جناح کے مقابلے کے لئے جب ایوب خاں نے ۱۹۶۲ء کے آئین میں ترمیم کرنا چاہی تو مفتی صاحب نے ایک لاکھ روپے میں اپنا ووٹ فروخت کیا (دیوبندی مذہب صفحہ ۴۰)۔

مولانا ابو الکلام آزاد کے خلفائے مجاز درج ذیل ہیں۔

مولانا عبد القادر قصوری۔ ۲ مولانا محی الدین قصوری۔ ۳ سید تراب علی شاہ راشدی۔ ۴ مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی۔ ۵ مولانا ابو المحاسن سید محمد سجاد۔

مولانا ابو الکلام آزاد کے خاص مریدین درج ذیل ہیں۔

۱ مولانا سید داود غزنوی۔ ۲ مولانا محمد اسماعیل سلفی۔ ۳ مولانا غلام رسول مہر۔ ۴ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم۔

صفحہ نمبر ۱ ایم او متھائی موئف "لائف آف جواہر لال"

نوٹ ایم او متھائی پنڈت نہرو کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

یہ برصغیر پاک وہند کی جنگ آزادی اور تحریک پاکستان میں صوفیا کرام (علمائے حق) کا مجاہدانہ کردار اور تبلیغی سرگرمیوں پر مختصر تبصرہ ہے اور یہ ہماری قومی و اسلامی تاریخ کا ایک یادگار باب ہے۔ تاریخ قوموں کے ماضی کی امین ہوتی ہے اور جس قوم نے اپنے ماضی کو نظر انداز کر دیا اس کا بے رخ ہو جانا لازمی امر ہے ۔ کوئی قوم اپنی تاریخ سے بے خبر رہ کر اپنی منزل کو نہیں پا سکتی۔ تاریخی حقائق صحت کے ساتھ صفحہ قرطاس پر تحریر کرنا ضروری ہیں تاکہ آنے والی نسلیں اس سے راہ پا سکیں۔ پاکستانی قوم کی خوش بختی ہے کہ ان دروغ گو قلمکاروں کا مقابلہ کرنے کے لئے ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جو ہماری قومی جدوجہد کے ایک ایک موڑ کے شاہد ہیں اور اپنی تاریخی شہادت کو نہایت بیباکی اور صداقت کے ساتھ ضبط تحریر کر رہے ہیں اللہ ہدایت دے پاکستانی ٹیکسٹ بک بورڈوں کو کہ وہ ابھی تک قومی تاریخ کو نظر انداز کر کے ایک فرقے کی تاریخ کو قومی تاریخ کے روپ میں پیش کرنے میں مصروف ہیں۔ سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید باور کرانے کی کوشش میں ہیں اب انہیں سمجھ آجانی چاہئے کہ پاکستانی قوم کا نوجوان طالب علم بیدار ہو چکا ہے اور تاریخ میں تحقیقی کام کرنے کا جذبہ ان میں موجود ہے اور تحریک پاکستان کو یہ طبقہ بے باکی اور بے

Marfat.com

ریائی سے قوم کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

میرا مقصد اس تحریر سے صرف تاریخ تصوف اور تاریخ اسلامیہ کے حالات صحت اور تحقیق کے ساتھ لکھنا ہے میں نے فرقہ نجدیہ وہابیہ اور قوم پرست مورخین کے عقائد و نظریات ان کی تالیفات کے حوالہ جات سے پیش کئے ہیں۔ قارئین کرام خود ہی اس کے فیصل بنیں کہ حق پر کون ہیں؟ صوفیاء کرام (علمائے حق) یا فرقہ نجدیہ وہابیہ خارجیہ کے پیرو۔ میں نے جو کچھ اس میں تحریر کیا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی اطاعت اہل بیت کرام اور اولیاء اللہ کی عقیدت سے سرشار ہو کر کیا۔

جن دنوں ہندوستان میں کانگریس مسلم رابطہ مہم زوروں پر تھی۔ پنڈت نہرو مسٹر ابو۔ میاں افتخار الدین۔ ملک لعل خاں۔ پنجاب کانگریس کمیٹی کے پردھان تھے۔ اور کانگریس نے اس رابطہ کمیٹی کو اڑھائی لاکھ روپیہ اس لئے دیا کہ وہ مسلمانوں کے ضمیر خریدیں اور ان میں تفرقہ ڈالیں لیکن ان دنوں وقت کے قلندر حضرت علامہ اقبال کی پنجاب کے علاوہ برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں پر گرفت مظبوط تھی اور حضرت علامہ اقبال مسلم لیگ کو مظبوط کر رہے تھے کیوں کہ اسلامیان برصغیر کی امنگوں کی واحد نمائندہ جماعت تھی جو مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کر رہی تھی۔ پنڈت نہرو نے سوچا کہ علمائے سوء اور نجدی ٹولہ کے ضمیر کو چاندی کی گولیوں کے عیوض جس طرح خریدا ہے اسی طرح مرد مومن کے ضمیر کو بھی خرید لوں گا لیکن اللہ والوں کی فراست کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

رحیم بخش شاہین ایم۔ اے۔ اور ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی کی شہادت سے ایک خطرناک سازش کا انکشاف ملاحظہ فرمائے۔

رحیم بخش شاہین ایم۔ اے۔ لکھتے ہیں کہ اقبال نہایت عظیم انسان تھے۔ ان کی عظمت کے کئی پہلو ہیں۔ ایک بار نہرو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت مسلمان قائد اعظم کی قیادت میں جمع ہو رہے تھے۔ نہرو اقبال کو قائد اعظم سے ٹکرانا چاہتا تھا تاکہ متحد ہوئے مسلمان ایک بار پھر منتشر ہو جائیں۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد کہنے لگا۔

"جناح بڑا ضدی ہے ہندو اور مسلمان سب آپ سے محبت کرتے ہیں اس کی جگہ اگر آپ ہوں تو ہندو مسلم دونوں آپ کی قیادت میں جمع ہو جائیں۔ علامہ بیماری کے عالم میں لیٹے ہوئے تھے۔ یہ سنا تو ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے۔ چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ فرمایا۔

دیکھو میں جناح کا ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔ اور مجھے اپنے اس ادنیٰ سپاہی ہونے پر فخر ہے۔ نہرو ناکام لوٹا۔ علامہ اقبال نے قائد اعظم کو خطوط لکھے اور آنے والے خوفناک طوفان کی پیش گوئی کی۔

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی رقم طراز ہیں کہ دوران ملاقات ڈاکٹر صاحب نے پنڈت نہرو سے پوچھا کہ سوشلزم کے بارے میں کانگریس کے کتنے آدمی آپ کے ہم خیال ہیں؟

Marfat.com

پنڈت جی نے جواب دیا کہ نصف درجن کے قریب. ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تعجب ہے ـ خود آپ کی جماعت میں آپ کے ہم خیالوں کی تعداد نصف درجن ہے ادھر آپ مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ میں مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہو جانے کا مشورہ دوں تو کیا میں دس کروڑ مسلمانوں کو چھ آدمیوں کی خاطر آگ میں جھونک دوں ـ اس پر پنڈت جی خاموش ہو گئے ـ پھر جب ہندو مسلم کشیدگی کا ذکر چھڑا ـ تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مغربی ایشیا دراصل اسلامی ایشیا ہے ـ اور آئندہ سیاسیات عالم میں مغربی ایشیا کی اہمیت بہت بڑھ جائے گی ـ اگر ہندوستان میں ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اور انہیں ناراض کر لیا ـ تو خود مغربی ایشیا کے ساتھ ان کے تعلقات خراب ہو جائیں گے اس لئے ہندوؤں کا فائدہ اسی میں ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھیں تاکہ مغربی ایشیا کے ساتھ بھی ان کے تعلقات اچھے رہیں ـ

ابھی ان دو عظیم المرتبت انسانوں کی گفتگو جاری تھی کہ یکایک میاں افتخار الدین بیچ میں بول اٹھے کہ "ڈاکٹر صاحب" آپ مسلمانوں کے لیڈر کیوں نہیں بن جاتے ـ مسلمان مسٹر جناح سے زیادہ آپ کی عزت کرتے ہیں ـ اگر آپ مسلمانوں کی طرف سے کانگریس کے ساتھ بات چیت کریں تو نتیجہ بہتر نکلے گا ـ

ڈاکٹر صاحب لیٹے ہوئے تھے یہ سنتے ہی غصے میں آگئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے اور انگریزی میں کہنے لگے "اچھا" تو چال یہ ہے کہ آپ مجھے بہلا پھسلا کر مسٹر جناح کے مقابلے پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر جناح ہی مسلمانوں کے اصل لیڈر ہیں ـ اور میں تو ان کا ایک معمولی سپاہی ہوں ـ

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب بالکل خاموش ہو گئے ـ اور کمرے میں تکدر آمیز سکوت طاری ہو گیا پنڈت نہرو نے فوراً محسوس کر لیا میاں افتخار الدین کے دخل در معقولات نے ڈاکٹر صاحب کو ناراض کر دیا ہے اور اب مزید گفتگو جاری رکھنا بے سود ہے ـ چنانچہ وہ اجازت لیکر رخصت ہو گئے ـ (اقبال کے آخری دو سال از عاشق حسین بٹالوی صفحہ ۵۷۴ تا ۵۷۵) ـ

عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم قلندر وقت حضرت حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ علیہ کی ہر بات سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ ایمان کا سب سے بڑا ستون ہے قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان کا نشان ہے ـ اور حدیث شریف کی رو سے جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم. ماں. باپ. اولاد اور اپنی جان اور باقی سب لوگوں سے زیادہ پیارے نہ ہوں ـ ایمان مکمل نہیں جس کی مثال جنگ بدر اور جنگ احد میں صحابہ کرام نے اپنے عزیز رشتہ داروں. باپ بیٹے. بھائی سب نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر کے اپنی محبت اور ایمان کا ثبوت پیش کیا ـ

حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ کی ایک عظیم خدمت یہ ہے کہ آپ نے مسلمانوں بالخصوص مغربی تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانوں کے ذہنوں میں حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی عظمت کا نقش منقش کیا ـ

Marfat.com

اور ان کے سینوں کو عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شمع سے فروزاں کیاان کے چند منتخب نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

خدا اندر قیاس مانہ گنجد!

شناس آں راکہ گوید ماعرفناک

ترجمہ ''اللہ تبارک و تعالی ی تو ہمارے قیاس میں نہیں سماتا. تو انہیں (نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پہچان. جنہوں نے اللہ تعالی ی کی جناب میں عرض کیا تھا۔ ہم نے آپ کو اس طرح نہیں پہچانا جیسا آپ کو پہچاننے کا حق ہے۔

قوت قلب و جگر گرددنبی

از خدا محبوب تر گرددنبی

دردل مسلم مقام مصطفےٰ ست

آبروئے ما زنام مصطفےٰ ست

طور موجے از غبار خانہ اش

کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

ترجمہ ''مسلمان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہص والہ وسلم کی عظمت کا مقام مرتسم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام سے ہماری آبرو ہے طور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گھر کے غبار کی ایک موج ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کاشانہ کعبہ کے لئے بیت الحرم ہے۔ حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ اپنے دل کی آنکھ سے یہ سب کچھ دیکھتے تھے کہ کلمہ گو لوگوں پر جب کبھی زوال کا وقت آیا تو اللہ تعالی ی نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحمہ للعالمینی کے صدقے امت محبوب کے سر سے بلائیں ٹالیں۔ اور اس درماندہ قافلے نے عزم و اتحاد کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا جو انہیں نکبت و افلاس کسم پرسی اور بے کسی کی لعنتوں سے نکال کر اس مقام تک لے آیا۔ جہاں انہوں نے اپنی عظمت گم گشتہ کی برکات دوبارہ حاصل کرلیں۔ حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ نے آنے والے وقت کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد کے خطبہ صدارت میں آزادی کا جو فلسفہ بیان فرمایا وہ تحریک آزادی وطن اور تحریک پاکستان کا نصب العین بن گیا۔ حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ نے اپنی خداداد روحانیت سے مسلمانوں کے قلوب پر ایسا اثر ڈالا کہ انہوں نے انگریز و ہندو اور دین و ملت فروش نجدی ٹولہ کے ملاوں کے سحر کو جھٹک کر رکھ دیا۔ اور قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں اس درماندہ قافلے نے پر عزم و اتحاد کے ساتھ پاکستان جیسی نعمت کو حاصل کرلیا۔ حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ نے اسلامیان برصغیر کی نفسیات کا گہرا مطالعہ فرمایا تھا

۔وہ جانتے تھے کہ ۱۸۵۷ء میں اس مسلمان قوم پر قیامت صغری گزری مگر اس کی آنکھیں بند رہیں یہ بنی اسرائیل کی طرح ارض ہند پر کئی فرقوں اور جماعتوں میں منتشر ہو گئی۔

قلندر وقت نے ان کو صراط مستقیم کی طرف بلایا۔ مگر وہ پھر بھی گم گشتہ راہ ہی رہی۔ اسی لئے حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ نے ۱۹۳۰ء میں خطبہ الہ آباد میں شمال مغربی ہندوستان کو ایک اسلامی ریاست میں بدلنے کی تجویز پیش کی تھی۔ حضرت علامہ اقبال نے اپنے فرزند ارجمند ڈاکٹر جاوید اقبال کے نام وصیت نامہ لکھا۔ اس دستاویز کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دستاویز محترم ڈاکٹر جاوید اقبال کے لئے نہ تھی بلکہ پوری مسلمان قوم کے لئے ایک لائحہ عمل ہے۔

(علامہ اقبال کی وصیت جاوید اقبال کے نام)

۱۹۳۵ء میں علامہ اقبال نے اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر وصیت نامہ لکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے ایک دستاویز ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو تیار کی جو روز گار فقیر جلد دوم مرتبہ فقیر سید وحید الدین کے صفحات ۵۶ تا ۵۹ پر درج ہے اس کے چند روز بعد اقبال نے ایک اور تحریر لکھی جس میں آپ نے خاص طور پر اپنے فرزند ارجمند جاوید اقبال کو وصیت کی ہے۔ علامہ اقبال کی یہ نادر تحریر اقبالیات کے مشہور ماہر جناب محمد عبد اللہ قریشی کا عطیہ ہے۔

"جاوید کو میری وصیت یہی ہے کہ وہ دنیا میں شرافت اور خاموشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرے۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار تعلقات رکھے۔ میرے بڑے بھائی کی اولاد سب اس سے بڑی ہے۔ ان کا احترام کرے۔ اور اگر ان کی طرف سے کبھی سختی بھی ہو تو برداشت کرے۔ دیگر رشتہ داروں کو اگر اس سے مدد کی ضرورت ہو اور اس میں ان کی مدد کی توفیق ہو تو اس کے کبھی دریغ نہ کرے۔ جو لوگ میرے احباب ہیں ان کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھے اور ان سے اپنے معاملات میں مشورہ لیا کرے۔ باقی دنیاوی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائدین میں بعض جزوی مسائل کے سوا جو ارکان دین میں سے نہیں ہیں۔ سلف صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق کے محفوظ معلوم ہوتی ہے۔ جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے۔ اور اس بد قسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لئے ہیں ان سے احتراز کرے۔

بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے۔ میرے خیال میں بڑا بد بخت ہے وہ انسان جو صحیح دینی عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کر دے غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے۔ اور اسی پر گامزن رہنا چاہئے اور آئمہ اہلبیت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہئے۔

محمد اقبال۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء

Marfat.com

(بحوالہ۔اوراق گم گشتہ از رحیم بخش شاہین صفحہ ۲۶۷ و ۲۶۸۔ مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور)

حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ اسلام کے ایک عظیم مفکر اور مصلح تھے ان کا مقام عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں بہت عظیم تھا۔

محمد صادق قصوری کا ایک مقالہ بعنوان علامہ اقبال اور عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ اقبال کے فرزند ارجمند جناب ڈاکٹر جاوید اقبال کی زبانی ایک ایمان افروز واقعہ سنئے اور اپنے سینے عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے منور کیجئے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابا جان نے مجھے مسدس حالی پڑھنے کو کہا اور جب قریب بیٹھے ہوئے میاں محمد شفیع نے یہ بند دہرایا کہ ع۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا۔

تو آپ سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔ میں نے امی جان کی وفات پر انہیں آنسو بہاتے نہ دیکھا تھا۔ مگر قرآن مجید سنتے وقت یا اپنا کوئی شعر پڑھتے وقت یا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اسم مبارک کسی زبان پر آتے ہی ان کی آنکھیں بھر آیا کرتی تھیں۔ اقبال رحمہ اللہ علیہ نے اپنی قوم کو بدحالی بے عملی اور غفلت سے بیدار ہونے کی ترغیب دی اور حضور رسالت پناہی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں بھی اپنی ملی بے حسی کا رونا رویا۔ کیوں کہ اقبال رحمہ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات بابرکات کو ہر مشکل کا سہارا سمجھتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں ع۔

اے باد صبا کملی والے سے کہہ دینا یہ پیغام میرا
امت بیچاری کے قبضے سے دیں بھی گیا دنیا بھی گئی

مشہور کانگریسی مولوی حسین احمد مدنی نے جب وطنیت کا پرچار شروع کیا تو علامہ بستر علالت پر تڑپ رہے تھے جب ان تک یہ بات پہنچی تو ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے فرمایا۔ کہ اے کاش کانگریسی مولوی رسول عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقام سے باخبر ہوتا تو ایسی فضول باتیں نہ کرتا چنانچہ آپ نے ایک قطعہ کہا ع۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست
بمصطفے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

ایک رات حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ کسی درویش کے پاس بیٹھے تھے۔ کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اور آواز آئی "سر آمد روزگارے ایں فقیرے" علامہ رحمہ اللہ علیہ فوراً اٹھے اور دروازہ کھولا مگر

Marfat.com

کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ چنانچہ علامہ اقبال سمجھ گئے کہ ان کی وفات کا وقت قریب آ چکا ہے اور پھر مندرجہ ذیل کلام فرمایا۔

نسیم از حجاز آید کہ نہ آید
سرود رفتہ باز آید کہ نہ آید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ نہ آید

غرض قرآن خوانی کرتے وقت آنسو کی لڑیاں پرونے والا عاشق مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں زار و قطار رونے والا عاشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم آج بادشاہی مسجد کے میناروں کے سائے میں پاکستان کی موجودہ حالت پر نوحہ خوانی کر رہا ہے۔ کہ اس کے آنسو قوم کے زخموں کو دھوئیں۔ مگر قوم اپنی اس روش پر قائم ہے اور شاہی مسجد کے میناروں سے اس کی گونجتی ہوئی آواز کو سنی ان سنی کر رہی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

(ہفت روزہ الہام بہاول پور۔ مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۸۴ء)

حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ علیہ نے بڑے انوکھے انداز میں انسان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت سے آگاہ فرمایا۔ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مسلمانوں کے سینوں کو منور کیا۔ پیروان محمد بن عبد الوہاب نجدی کے علاوہ ہر مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عشق سے سرشار ہے۔ اور اس کا دل زیارت دیار حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے تڑپتا ہے پیام مشرق میں ارشاد فرماتے ہیں ع۔

ہمہ ذرہ ہائے خاکم دل بے قرار بادا

ترجمہ "خدا کرے کہ میری خاک کا ہر ذرہ دل بے قرار بن جائے۔

محمد بن عبد الوہاب نجدی اپنے پیش رو فرقہ خوارج. فرقہ معتزلہ. فرقہ قرامطہ کی طرح مسلمانوں میں تفریق ڈالنے اور مسلمانوں کے دل سے عشق رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ختم کرنے اور جزبہ جہاد و اخوت اسلامی کا خاتمہ کر کے یہود و نصاری کے ہاتھ مظبوط کرنے کے لئے خود ساختہ نجدی توحید اور عقائد باطلہ امت محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں بزور شمشیر جاری کرنے لگا۔ اس کی تعلیمات باطلہ کا نہ قرآن سے کوئی واسطہ نہ حدیث پاک سے کوئی ثبوت۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے آثار. صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اولیا کرام رحمہم اللہ اجمعین کے مقابر کے علاوہ جو رفیع الشان عمارات اپنے آسودگان عالی مرتبہ کی دینی یا دنیوی شان و عظمت کا پتہ دیتی تھیں۔ ان وحشی نجدیوں نے پامال کر دیں۔

Marfat.com

اب رہا مقابر کو عمارت سے محفوظ کرنے کا مسئلہ تو یہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم. صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ تابعین. تبع تابعین سے ثابت ہے۔

۱ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بعد از وصال مکان سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں مکین ہوئے۔ اور یہ چھت والا حجرہ تھا۔

۲ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حجرہ میں مکین ہوئے۔

۳ حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بعد از وصال اسی حجرہ میں رونق افروز ہوئے۔

۴ حضرت میمونہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۸ھ میں بعد از وصال اپنے مکان کے اندر دفن ہوئیں۔ یہ جگہ بمقام سرف جو مکہ سے دس میل کی مسافت پر ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے شب زفاف آرام فرمایا تھا (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۱۰۱ باب ترویج المحرام)۔

حضرت مولانا رحیم بخش قریشی رحمتہ اللہ علیہ روایت فرماتے تھے کہ ۱۹۲۰ء میں جب ابن سعود نے انگریزوں کے ساتھ مل کر دوبارہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کیا تو اس نے بزرگان دین کے مزارات کو جن کی زیارت ہمارے لئے واجب ہے مسمار کر دیا اور جنت البقیع میں اہل بیت و صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے مقابر گرا کر بڑی شوخ چشمی کور باطنی اور بے ادبی کا ثبوت دیا اسلامیان عالم نے اس کی اس ناپاک حرکت پر احتجاج شروع کیا ہندوستان سے خلافت کمیٹی کا ایک سہ رکنی وفد جس میں مولانا محمد علی جوہر حضرت مولانا حسرت موہانی اور مولانا سلیمان ندوی شامل تھے سعودی عرب پہنچا شاہ عبدالعزیز ابن سعود سے ملاقات پر مولانا محمد علی جوہر نے حکومت الٰہیہ کا قیام اور آثار اسلامی و مقابر کے تحفظ کا مطالبہ پیش کیا اور اسلامی برادری میں پوری پوری برابری قائم کرنے کے لئے کہا لیکن ابن سعود نے انہیں تیز نگاہوں سے دیکھا حضرت مولانا محمد علی جوہر نے کہا کہ مقابر گرانے سے اسلام کی کوئی خدمت نہیں کیونکہ نبی کریم (ص) کا مزار مبارک حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضہ کے حجرہ میں بنایا گیا جس پر چھت موجود تھی اور آپ نے جو غیر اسلامی حکومت قائم کی ہے اس کا ثبوت نہ عہد نبوی (ص) اور نہ ہی خلفائے راشدین کے عہد میں ملتا ہے جیسے پہلے شخصی حکومت تھی آپ نے بھی ویسے ہی قائم کرلی جس نبی کریم (ص) نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا ہو اور ٹاٹ کا بچھونا ہو اس امت کے افراد سرمایہ دارانہ اور امیرانہ زندگی کیسے بسر کر سکتے ہیں صرف مقابر اور آثار اسلامی مٹا کر کام نہیں چلے گا اگر محلات میں زندگی بسر کرنے کا جواز ڈھونڈا جا سکتا ہے تو پھر مقابر گرانے سے عالم اسلام کی نظروں میں آپ کی دین داری کی کوئی قدر نہیں اور آپ کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے نفرت قائم ہو جائے گی ابن سعود انگریزوں کے اشاروں پر سب کچھ کر رہا تھا اور انہیں کے سرمایہ دارانہ ماحول کا پرورش یافتہ تھا اسے خود اسلام کا منشاء معلوم نہ تھا اور نہ ہی دین محمدی (ص) سے کوئی لگاؤ تھا کیا اصول کو چھوڑ فروع کی پیروی کرنے والے دنیا میں خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں؟ عیش و عشرت اور سرمایہ دارانہ جلوے اسلام کی

Marfat.com

ضد ہیں اس وفد کی واپسی پر خلافت کمیٹی دو گروہوں میں بٹ گئی اور یہی انگریز کا منشاء تھا مولانا محمد علی جوہر مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور مولانا حسرت موہانی کے پیروکار حکومت سعودیہ کے خلاف ہو گئے مولانا آزاد مولانا عبد القادر قصوری وغیرہ شاہ سعود کی وہابی حکومت کے وفادار بن گئے

ماثر اسلام کی تعظیم کرنے کے سلسلے میں کتب ہائے سیرت نبوی (ص) اور تاریخ اسلام بھری پڑی ہے نبی کریم (ص) نے فتح مکہ کے وقت جہاں جہاں نماز ادا کی آپ کے عاشقوں نے اس کو مسجد بنالیا یہ مسجدیں آپ نے دوسری بار حجتہ الوداع کے موقع پر ملاحظہ فرمائیں اور اعتراض نہ فرمایا

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ کو ان مقامات کا راستہ تلاش کرتے اور نماز پڑھتے دیکھا جہاں ان کے والد بزرگوار نے نماز ادا کی وہ بیان کرتے تھے کہ میرے والد ماجد یہاں اس لئے نماز پڑھتے تھے کہ انہوں نے رسول کریم (ص) کو اس جگہ نماز ادا فرماتے دیکھا (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۷۰)

نبی کریم (ص) سے لے کر خروج محمد بن عبد الوہاب نجدی و ابن سعود تک تمام سلاطین حرمین شریفین کے غلام اور خادم کہلائیں حجاز کی سرزمین پر پہلی شخصی حکومت محمد بن عبد الوہاب نجدی اور شاہ سعود اور عبد العزیز نجدی نے قائم کی اور اس مقدس جگہ پر بادشاہی کا اعلان کیا تو ساتھ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اولیاء کرام اہل بیت عظام کی قبور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خدیجہ کبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت قاسم ابن رسول (ص) کے علاوہ دینی و دنیوی تاریخی اہمیت و عظمت کی عمارات وحشی نجدیوں نے پامال کر دیں یہی شیخ نجدی کی امت کا بزرگان اسلام کے ساتھ دشمنی کا بہت بڑا ثبوت ہے

۱۹۱۵ء کے بعد شیخ محمد بن وہاب نجدی کی امت جس کی بنیاد ہی اسلام دشمنی اور توہین رسالت (ص) ہے نے فرنگی سے خفیہ معاہدہ کر کے مملکت ابن رشید پر حملہ کر کے ایک ایسی سلطنت کا خاتمہ کر دیا جس کو عالم اسلام کے ۹۰ فیصد لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے تمام یورپی طاقتوں نے مل کر جنگ عظیم (۱۹۱۴ سے ۱۹۱۹) تک ترکوں کے خلاف لڑی ایسے وقت میں ابن سعود کو چاہیے تھا کہ وہاں ترکوں کو مدد دے کر اسلام دوستی کا ثبوت دیتا لیکن اس نے ترک اسلامی سلطنت پر حملہ کر کے ان کی مشکلات میں اضافہ کیا اور کافر انگریز کے ہاتھ مضبوط کیے

۲ نومبر ۱۹۱۷ اعلان بالفور کی صورت میں شاہ حسین نے انہیں (فرنگی یہودی حکومت کو) تسلیم کیا جن کے الفاظ درج ذیل ہیں "ملک معظم کی حکومت فلسطین میں یہودی قوم کے لئے ایک قومی وطن کے قیام کو حمایت کی نظر سے دیکھتی ہے اور وہ اس مقصد کے حصول میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اپنی بہترین جدوجہد صرف کرے گی"

اعلان بالفور نے یہودیوں کو وہ چیز دے دی جس کے لئے وہ ایک صدی سے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے حکومت جرمنی اور سلطان ترکی کو بہت سی دلکش پیش کشیں کی گئیں اور وعدہ کیا گیا کہ اگر ترکی فلسطین

Marfat.com

میں یہودی نو آبادی قائم کرنے کی ضمانت دے تو وہ پولستانی یہودیوں کی ایک فوج بھرتی کر دیں گے جو ترکی کے ساتھ مل کر لڑے گی اور یہودیوں کے نمائندے ہرتسل نے فلسطین حاصل کرنے کی امید میں سلطان عبد الحمید کے پاس پہنچ کر یہ بھی کہا کہ اگر یہودیوں کو فلسطین میں آباد کر دیا جائے تو اس کے معاوضے میں ترکی کے قرضے ادا اور سلطنت عثمانیہ کے مالی مسائل حل کرنے کے لئے یہودی دولت سلطان کے قدموں میں ڈھیر کر دی جائے گی لیکن اس مرد حق نے اس یہودی نمائندے کو ایسا جواب دیا کہ تاریخ اسلامی میں سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا سلطان عبد الحمید نے جواب میں کہا کہ یہودیوں کو اپنا لاکھوں روپیہ اپنے ہی پاس رکھنے دو اگر میری سلطنت کے ٹکڑے ہوئے تو شاید فلسطین انہیں بلا معاوضہ ہی مل جائے گا لیکن فلسطین کو یہودی ریاست بنانے کے لئے ہماری نعشوں سے گزرنا ہو گا میں تقسیم سے اتفاق نہیں کر سکتا میں نے اپنے مالک حقیقی کے سامنے جواب دہ ہونا ہے

سلطان عبد الحمید کے اس آخری جواب کے بعد یہودی نمائندہ ہرتسل انگلستان پلٹا اور نو آبادیات کے سیکرٹری سے بات چیت شروع کی برطانیہ نے ان کی پیش کش قبول کر لی حکومت برطانوی اپنے منصوبوں کو تسلیم کروانے اور خصوصاً فلسطین کے اندر یہودی ریاست قائم کرنے کے لئے پوری توجہ دے رہی تھی اگرچہ موجودہ معاہدے کو ماننے سے انکار کرنا برطانوی حمایت اور تائید سے محروم ہونے کے ہم معنی تھا اس کے باوجود شاہ حسین شریف مکہ نے اسے ہرگز منظور نہ کیا نہ رشوت کی لالچ نہ ہی دھمکیاں اس بوڑھے مسلمان کو اپنی جگہ سے ہلا سکیں اس نے تخت و تاج کے عوض ایمان کا سودا نہ کیا عربوں کے حقوق کا سودا نہ کرنے میں شاہ حسین کی ثابت قدمی غیرت اسلامی کی آئینہ دار تھی لیکن اس کے باوجود شاہ حسین میں اتنی طاقت کہاں تھی کہ وہ برطانوی حکومت کا مقابلہ کر سکے اور عالم اسلام میں ایک مرکزی حکومت قائم کر سکے انگریز کی بساط سیاست پر ایسے بیسیوں مہرے موجود رہتے ہیں جو دین کی ناموس اور ملک کو فروخت کرنے میں غیرت محسوس نہیں کرتے انہیں میں ایک شاہ عبد العزیز ابن سعود تھا شاہ ابن سعود نے ۱۹۲۴ میں حکومت برطانیہ سے گٹھ جوڑ کر لیا اور فلسطین میں یہودیوں کو آباد ہونے کی اجازت مل گئی انگریز نے شریف حسین مکہ کو ابن سعود سے مات دلا دی اور اسے بھی ترکوں کے آخری خلیفہ کے انجام کی طرح غریب الوطنی کی موت دیکھنا پڑی ابن سعود فرنگی حکومت کی بیساکھی کا سہارا لے کر اسلام کی مقدس سرزمین حجاز کی تسخیر کے ساتھ تمام مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت بن گیا اور اس کے وہابی شہر مکہ اور مدینہ میں ایسے داخل ہوئے کہ ان مقدس شہروں میں بھونچال آگیا

شریف حسین حکومت برطانیہ کے سامنے اس بات پر ڈٹا ہوا تھا کہ بیت المقدس پھر مسلمانوں کے قبضے میں آجائے اس نے انگریزوں کے اس مطالبے کو ٹھکرا دیا کہ فلسطین میں یہودی آباد کیے جائیں ایسے حالات میں ابن سعود نجدی نے انگریز کا اشارہ پا کر شریف حسین مکہ کو ہمیشہ کے لئے ملک بدر کر کے یہود اور انگریز کے معاہدے کو عملی جامہ پہنوایا اور اپنی قدیم اسلام دشمنی کی تاریخ کو دہرایا اور انہی کے ذریعے

یورپ کے نصرانی طاقتوں نے ارض مقدس عراق شام مصر اور حجاز پر قبضہ کر لیا یہ ہے مختصر تاریخ اس باطل فرقے کی جو اہل اللہ صوفیائے کرام کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ اور سنت نبوی (ص) کی صحیح پیروی کرنے والے ہیں ڈاکٹر مسعود الدین ندوی کے اس فتوے کا جواب جس نے اکابر صوفیائے کرام کی خلاف کفر کا فتوی اس لئے لگایا کہ اس کی نظر میں صوفیائے کرام کی تعلیمات قرآن و سنت کے منافی ہیں اور محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کی امت کی تعلیمات نظریات اور افکار باطلہ جو نجد اور برصغیر میں کافروں کی سرپرستی میں پروان چڑھے ہیں عین اسلام ہیں انہی کی مشہور و معتبر کتابوں کے اقتباسات قارئین کرام کے فیصلے کے لئے پیش کر دیئے ہیں تاکہ وہ اس بات کا امتیاز نہ کر سکیں کہ مذہب حق کون سا ہے اہل سنت (صوفیاء کرام) یا نجدی وہابی دیوبندی۔

میری یہ تصنیف جو تزکرہ خواجگان چشت سیکر شریف کے حالات زندگی پر محیط ہے۔ بارہویں و تیرہویں صدی کے یہ عظیم جلیل القدر صوفیاء اور اولیاء اللہ فکر اور علم کے بے پایاں سمندر تھے۔ جن کی تعلیمات سے آج بھی برصغیر سیراب ہو رہا ہے۔ اس کتاب کی تدوین میں اسلام اور تاریخ کی معروف کتب سے استفادہ کیا ہے۔ اور ان باطل فرقوں کے عقائد و افکار اور کردار پر بھی روشنی ڈالی ہے جو صحیح العقیدہ مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کے لئے کوشاں ہیں۔

حالانکہ صوفیاء کرام نے اسلام اور بنی نوع انسان کی جو بے بہا خدمت کی ہے۔ اس سے اسلام کی قرون اولی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ صوفیاء کرام نے عوام الناس کی اخلاقی روحانی تربیت اور شخصی تعمیر میں جو کام کیا ہے اس کی مثال دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ جب انسان اخلاق اور روحانیت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ تو فرشتے بھی ایسے انسان پر رشک کرتے ہیں۔ یہی نورانی لوگ انبیاء کرام کی وراثت کے صحیح وارث ہیں۔ اس دور میں جب کہ ہر طرف مادہ پرستی کا بھوت انسانی ذہن پر سوار ہے۔ تو ایسے دور میں اولیاء اللہ کے صحیح حالات زندگی ان کی تعلیمات افکار اور کردار۔ ان کا انداز تربیت اور شخصیت کی تعمیر کے لئے ان کا طرز عمل ہماری راہنمائی کر سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ اس نسخہ کیمیا کے وارث ہیں۔ جس کا نزول غار حرا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم پر ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے ان غلاموں نے اپنی زندگیوں کو قرون اولی کے مسلمانوں کے مماثل بنا لیا تھا۔ انہوں نے زندگی کے ہر عمل اور سانس میں رسول اللہ علیہ و الہ وسلم کی اتباع کی۔ اور اللہ تعالی ہی کی محبت میں اس فانی دنیا سے منہ موڑ لیا۔ دنیا کی زیب و زینت اور زیبائش سے اپنے آپ کو بچایا۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے اخلاق کی پیروی میں بلا تفریق مذہب و ملت انسانیت سے پیار کرتے تھے۔ نہ مال جمع کرتے تھے اور نہ ہی اپنے مریدوں کو اس کے جمع کرنے کی ترغیب دیتے تھے کیوں کہ ان کا اس بات پر پختہ یقین تھا کہ دنیا فانی ہے۔ اسی لئے انہوں نے اپنے آقا و مولی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی اتباع میں مال و زر کی نفی کی۔ انہوں نے کبھی تبلیغ دین کے لئے

Marfat.com

سفر خرچ نہ لیا۔ اور نہ ہی کبھی مال کو گن گن کر جمع کیا۔ انہوں نے فاقہ کشی اور فکر و شکر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے کاشانہ رسالت میں مہینوں چولھا نہ جلتا تھا۔ اور حضور کل کی فکر کرنے والے نہ تھے۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے سچے عاشق اور اپنے رب کی خوشنودی تلاش کرنے والے تھے۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم اور حکم خداوندی کے مطابق زندگی گزارنے والے تھے وہ صاحب ایمان نیک عمل کرنے والے دوسروں کو حق کی تلقین کرنے والے تھے۔

حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ سے لے کر حضرت شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی تک خواجگان چشت اہل بہشت کے حالات زندگی اور ان کے روحانی کارنامے اس تذکرے میں بیان کیے گئے ہیں۔ سیکر شریف کے ان دیگر بزرگان دین کا اجمالی تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ جس کی نسبت اس خاندان عالی شان سے ملتی ہے۔ یا ان کا تعلق اس پاک سرزمین سے ہے۔ اور وہ دوسرے علاقوں میں تبلیغ دین کی خدمت کرنے کے لئے گئے۔

میں پوری کوشش کی ہے۔ کہ ان نورانی ہستیوں کے تذکرے سے متعلق ہر بات کا احاطہ کر لیا جائے۔ لیکن سہو و خطا سے مبرا نہیں ہوں۔ اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو قارئین سے چشم پوشی کی توقع ہے۔ اور اگر اس تزکرے میں کوئی خامی نظر آئے تو اک کی نشاندہی کر دیں گے۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح کر لی جائے۔

میں اپنے معاونین اور ان تمام مولفین و مصنفین کا شکر گزار ہوں۔ جن کے مفید مشوروں سے میں نے استفادہ کیا اور اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں میرا ساتھ دیا۔

حکیم محمد حسین بدر چشتی

خانقاہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب

مورخہ ۲۶ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

بمطابق ۲۹ اپریل ۱۹۸۴ء

Marfat.com

تصوف، اسلام کا صحیح فلسفہ حیات ہے

زہد و فقر۔ تسلیم و رضا کا سبق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سیکھا۔ اور بخوبی سمجھ کر اس پر عمل کر کے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ اس دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دنیا کی ہر چیز ہر واقعہ کا روشن رخ اور پر امید پہلو دیکھا۔ جس سے ان کی زندگیاں بدل گئیں۔ اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی جلوہ نمائی نظر آنے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے دل سے نفرت حسد۔ غصہ۔ ڈر۔ خوف۔ لالچ۔ ہوس اور فریب جیسی تمام چیزیں ختم کر دیں۔ اور یہ بزرگ اپنی عملی زندگی میں ان تمام چیزوں سے پرہیز کرتے رہے۔ آج اس پر مسرت دنیا میں صحت و سلامتی۔ اتفاق۔ مسرت و خوشی اور نیکی و عدل کا سبق انہی کا دیا ہوا ہے۔

ہجرت سے پہلے نبوت کے ابتدائی زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آغاز دعوت و تبلیغ اسلام کیا۔ کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ہر ظلم و حربہ استعمال کیا۔ تاکہ آپ دین مبین کی دعوت اور تبلیغ سے رک جائیں۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے پائے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا جب کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کو جو صفا پہاڑ پر تھا۔ تبلیغی مرکز بنایا۔ اس مکان کا رخ بھی خانہ کعبی کی طرف تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہیں نماز ادا فرماتے اور تبلیغ فرماتے۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ اس تبلیغی مرکز کے عظیم ثمر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس پہلی خانقاہ کو ابھی تک اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہے۔

Marfat.com

"مکہ مکرمہ میں پہلی خانقاہ"

حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ. کاگھر مکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پہلی خانقاہ تھی۔

پروفیسر سر تھامس آرنلڈ "دعوت اسلام" میں راقم ہیں۔ کہ۔

"ارقم رضی اللہ عنہ. کاگھر خانہ کعبہ کے سامنے بیچ کے موقعہ پر ایسی جگہ تھا۔ جہاں آمد و رفت زیادہ رہتی تھی۔ اور یہاں حالت امن میں بغیر ہرج کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان تمام لوگوں کو تلقین فرماتے اور قرآن سناتے تھے۔ جو تحقیق کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ اس طرح مسلمانوں کی تعداد بڑھتی اور دو برس کے اندر پچاس تک پہنچ گئی۔ قریش نے نئے مذہب کی اس ترقی کو بہت بدظنی اور عداوت کی نظر سے دیکھا۔ انہوں نے ہر طرح کے طریقے اختیار کئے۔ دھمکیاں دیں وعدہ کیا بڑا کہا دنیا کی عزت اور اختیار کالالچ دلایا۔ تاکہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس کام کر ترک کر دیں۔ جو آپ نے اختیار کیا تھا۔ ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ اپنے اوپر اور اپنے خاندان کے سر پر آفت نہ لادیں مگر آپ نے فرمایا "اگر سورج اتر کر میرے داہنے ہاتھ پر آجاوے اور چاند بائیں ہاتھ پر اور مجھ سے کہا جاوے کہ اس کام کو ترک کر دے یا اس کے حاصل کرنے میں ہلاک ہو جاتو بھی میں اس کو نہ چھوڑوں گا۔ ابوطالب یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا" وعظ کر جو تیری مرضی ہو. میں قسم کھاتا ہوں کہ کبھی تجھ کو تیرے دشمنوں کے ہاتھ نہ چھوڑوں گا"۔

(دعوت اسلام ترجمہ محمد عنایت اللہ دہلوی صفحہ ۲۹ و ۳۰)

"مدینہ طیبہ منورہ میں پہلی خانقاہ"

شیخ الحدیث مظہر العلوم سہارنپور مولانا محمد زکریا لکھتے ہیں کہ "اصحاب صفہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے۔ ان حضرات کے اخراجات کا کوئی خاص نظم نہیں تھا۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مہمان تھے۔

نیز لکھتے ہیں. اس بارہ میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ یہ چیز حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خود اختیار فرمائی ہوئی اور پسند کی ہوئی تھی۔ اتنی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں. ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ فقر مومن کا تحفہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جاوے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ اے اللہ تعالی مجھے تو یہ پسند ہے۔ کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاوں تو دوسرے دن بھوکا رہوں۔ تاکہ جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں تیری تعریف کروں ((ترمزی شریف) بحوالہ حکایات صحابہ)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ایک چبوترہ بنا ہوا ہے۔ جس کو صفہ کہتے ہیں۔ اس پر وہ لوگ

Marfat.com

رہتے تھے. جو اسلام کی خاطر اپنے گھر بار مال و زر اور اولاد کو چھوڑ کر مدینہ میں آجاتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم اہل صفہ کو اسلام کا مہمان فرماتے تھے۔ ان حضرات کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ یہ خوش نصیب قدسی نفوس براہ راست نبی کریم صلی اللوجہ علیہ و الہ وسلم سے دین کی تعلیم حاصل کر کے تبلیغ دین کے لئے مختلف علاقوں میں پہنچ جاتے تھے۔ اور وہاں جاکر ایک تبلیغی دائرہ یعنی خانقاہ قائم کر لیتے تھے۔ اسلام کے سب سے پہلے مبلغ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مکہ میں ان جیسا خوب رو سجیلا اور خوش پوش نوجوان نہ تھا۔ ان کے والدین صاحب ثروت اور آسودہ حال تھے۔ انہوں نے اپنے فرزند مصعب رضی اللہ تعالیٰ ی عنہ . کو بڑے ناز و نعم سے پالا تھا۔ اسلام کے شروع زمانے میں والدین سے چھپ کر مسلمان ہو گئے۔ جب آپ کے والدین کو آپ کے اسلام قبول کرنے کا علم ہوا۔ تو آپ پر طرح طرح کی سختیاں کیں۔ اسلام سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دو دو سو درہم کی قیمتی پوشاک پہنتے تھے۔ اور پاوں میں زری حضرمی جوتا ہوتا تھا۔ اب وہ زہد و فقر کی زندگی کو عیش و تنعم کی ہزار زندگیوں پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ. حضور اقدس صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے دربار میں اس شان سے تشریف لائے۔ تو آپ کی حالت دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر ایک پھٹی ہوئی چادر تھی جس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ سر اور پاوں برہنہ تھے۔ سال ۱۱ نبوی میں بارہ مسلمان مدینہ سے تشریف لائے جن میں دس خزرجی اور دو اوسی. سرور کونین صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی زیارت کے لئے مکہ پہنچے. حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو ان کے آنے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم رات کے وقت ان کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی کی قدم بوسی کی۔ واپسی پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے گزارش کی کہ انہیں قرآن پڑھانے اور دین کی باتیں سکھانے کے لئے ایک معلم عطا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے اس فریضہ کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔ اور زبان رسالت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے حکم ہوا کہ وہ تبلیغ دین اور مسلمانوں کی تنظیم و تعلیم کے لئے یثرب

"مدینہ منورہ میں دوسری خانقاہ"

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے یثرب پہنچ کر حضرت اسعد بن ارارہ رضی اللہ عنہ کے مکان کو پہلا تبلیغی دائرہ (خانقاہ) بنایا۔ وہ لوگوں کو بلاتے اور انہیں دین کی تعلیم دیتے۔ اس دین کے پہلے مبلغ کی تعلیم سے تھوڑے ہی عرصے میں اوس اور خزرج کے قبیلے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ یثرب میں ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ ادھر ادھر جاتے وقت کندھے پر کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لٹکا لیتے تھے۔ جو اگلی طرف سے ببول کے کانٹوں سے اٹکا ہوتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ یثرب کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اور ان کی تبلیغ سے اہل یثرب جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ان میں یثرب

Marfat.com

کے بڑے بڑے سردار بھی شامل تھے۔

نیز محمد نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں۔ جب حضرت خاتم النبیین علیہ السلام کی ہدایت سے فیض یاب ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے بھی حواریان حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت کی طرح دعوت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تو یہ امر کسی طرح مستبعد نہیں ہو سکتا۔ کہ ساحل ہندوستان بھی ان کے آثار سے محروم رہا ہو۔ چنانچہ حضرت تمیم انصاری رضی اللہ عنہ کا مزار بمقام (کولم) جو ساحل مدراس سے جانب جنوب ۱۲ (بارہ) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جس کی زیارت سے میں بھی متعدد دفعہ مشرف ہو چکا ہوں اور حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار بمقام محمود بندر اس کے ثبوت میں موجود ہے۔ جبکہ چین کی بندرگاہ کیانٹن میں حضرت رہب رضی اللہ عنہ کا مزار گویا تواتر سے ثابت ہے۔ تو پھر ساحل کارومنڈل میں اس کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اور ان متبرک ناموں کی شہرت خود ایک قوی ثبوت ہے یہ تو مسلم تاریخی واقعہ ہے۔ کہ مسلمان سواحل ہند پر اپنی حکومت قائم ہوتے ہی پہنچ گئے (دکنی کلچر)

مولوی بدر الدین چینی لکھتے ہیں کہ ایک شخص (وہاب بن رعشہ) نامی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد چین کا سفر کیا اور بڑی مشکلوں سے وہاں پہنچا۔ چینی زبان سیکھی اور وہاں کی رسم و عادات سے واقف ہوا۔ پھر تبلیغ کے کاموں سے واقف ہوا۔ اس سے اس کی شان بڑھی اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہوئے۔ بادشاہ تانگ تائی چونگ سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس نے بڑی حوصلہ افزائی اور ہمدردی کی۔ پھر ایک عرصہ تک عزت و احترام کے ساتھ رہ کے وہیں انتقال کیا۔ اور اہل چین نے اس کی ایک یادگار قائم کی۔ (چین و عرب کے تعلقات اور اس کے نتائج)۔

برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں میں آثار صحابہ پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح قصبہ ڈیراور جو سابق ریاست بہاول پور کا پہلا دار الخلافہ تھا۔ یہ قصبہ ملتان اور اوچ شریف کی طرح قدیم زمانے سے دریا گھگھرا کے کنارے پر چولستان میں آباد تھا۔ اس قصبہ کے قدیم قبرستان میں چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے مزار موجود ہیں۔ راقم نے خود کئی بار جا کر ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔

حافظ احمد بیگ جو قصبہ ڈیراور کا قدیمی باشندہ ہے۔ اور والیان ریاست بہاول پور کے شاہی قبرستان کا نگران بھی ہے۔ کے بیان کے مطابق جب نواب بہاول خاں ثالث بالخیر عباسی نے اس شہر کو دوبارہ آباد کیا تو یہاں ایک عظیم الشان شاہی مسجد تعمیر کی جس کا نمونہ لاہور کی شاہی مسجد جیسا ہے۔ اور یہ مسجد بادشاہی مسجد لاہور کی طرح پاکستان کی قدیم خوبصورت اور بڑی مسجد ہے۔ نواب بہاول خاں ثالث بالخیر عباسی حضرت خواجہ سلیمان تونسوی چشتی رحمہ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ اور صاحب حال شخصیت تھے۔ انہوں نے ان چاروں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے مزارات کو دوبارہ تعمیر کرایا حافظ صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان طریقت بھی ان مزارات کی زیارت

Marfat.com

کے لئے تشریف لاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ریلوے اسٹیشن کلانچ والہ نزد ریلوے جنکشن سمہ سٹہ میں بھی سات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے مزارات موجود ہیں۔ ان پاکباز ہستیوں نے اپنے حسن سلوک. نیک برتاو اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی پیروی سے اس علاقے کے غیر مسلموں کے دلوں کو مسخر کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ آج سے چودہ سو برس قبل ہی سے پاکستان کی بنیاد ڈال دی گئی تھی۔ آج ان کے مزارات بھی لاکھوں ارادتمندوں کی زیارت گاہ ہیں۔ اور اس علاقے کے لوگوں کے دلوں پر اب بھی انؓ کا تصرف قائم ہے۔ (صفحہ ۱)

صفحہ ا مسعود حسن شہاب دہلوی اولیائے بہاول پور کے صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں " یہاں اولین مجاہدین و مبلغین اسلام کی آمد کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی ہجرت کے چھٹے سال سے شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے جس جماعت مبلغین کی یہاں آمد کا پتہ چلتا ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے چار صحابیوں پر مشتمل تھی یہ چاروں صحابی بہاول پور کی مشہور قلعہ ڈیراور کے پاس چانڈہ کھانڈہ کے مقام پر کفار سے نبرد آزما ہوئے۔ اور جام شہادت پی کر یہیں مدفون ہوئے ان چاروں صحابیوں کے مزارات قلعے پاس ایک چہار دیواری میں ہیں جن پر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی عبارت کندہ ہے۔ اس کے علاوہ احمد پور شرقیہ کے شمالی جانب سات میل پر ایک پرانے قبرستان میں محمود الرشید رضی اللہ عنہ کی قبر موجود ہے۔

مسافر خانہ۔ قائم پور۔ خیر پور۔ قلعہ اسلام گڑھ۔ آدم صحابہ۔ مبارک پور

خلفاء راشدین نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اسلام کی نشرو اشاعت اور ترقی کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تو آپ مکہ کے صاحب ثروت اور کپڑے کی تجارت کے مشہور تاجر تھے۔ اور آپ کی تجارت ایک لاکھ دینار سے زیادہ مالیت کی تھی لیکن جب مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا تو کفن کے لئے گھر میں کوئی درہم نہیں تھا جسم مبارک پر جو کپڑے پہن رکھے تھے اسی کا کفن دیا گیا۔ حالانکہ آپ امیر المومنین تھے۔ عراق اور شام کے کافی علاقے آپ کے وقت میں فتح ہو چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں مال غنیمت کی بہتات تھی۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں تو ایران اور شام کی سلطنتیں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو چکی تھیں۔ نوشیرواں کے خاندان کے خزانے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے صحن میں ڈھیر ہو چکے تھے۔ لیکن حضرت امیر المومنین کی شان میں کوئی فرق نہ آیا۔

گونستن ویڑویل گیور گیو لکھتے ہیں کہ یہ بلند قامت انسان۔ قوی شانوں

ملوک شاہ۔ فورٹ مروٹ۔ بھٹہ واہن اوز سیلوراہی کے مقامات پر بھی صحابہ. شہداء. اور تابعین کے مزارات موجود ہیں۔ نیز لکھتے ہیں. یہ عجیب اتفاق ہے کہ جن قبروں کو صحابیوں کی قبریں بتایا جاتا ہے: د

Marfat.com

عام قبروں سے کافی لمبی ہیں۔ گویا صحابیوں کے قد عام انسانی قد سے غیر معمولی طور پر بڑے ہوتے تھے یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے۔

(اولیائے بہاول پور صفحہ ۹۴)

جیسے میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ حافظ احمد بیگ صاحب۔ صاحب۔ بزرگ ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی قبور اتنی لمبی کیوں ہیں کیا ان کے قد اتنے لمبے تھے یا کوئی اور وجہ تھی۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ قد تو ہمارے برابر تھے۔ جب کوئی صحابی شہید یا انتقال کر جاتا تھا۔ تو ان کا مال والا دونوں کھانوں کے وقت صرف پانچ لقمے کھاتا۔ اس سے زیادہ کبھی نہ کھاتا۔ کچھ بعید نہیں۔ اکثر مافوق العادہ کاموں کے انجام دینے کا سر چشمہ ان کی یہی عادت ہو۔ جب آپ خلیفہ بنے تو ہمیشہ مسلسل پندرہ رات دن بلا انقطاع کام کرتے اور کسی قسم کی تھکن محسوس نہ کرتے۔ آپ کبھی بھی کسی مجرم کی سزا سے صرف نظر نہ کرتے نہ سزا میں تخفیف کرتے مگر یہ بھی محال تھا کہ کسی بے گناہ کو ستائیں۔

آپ دس سال خلیفہ المسلمین رہے اور اس قلیل عرصہ میں دنیا کی تین بڑی سلطنتوں کو پلٹ کر رکھ دیا۔ یعنی ایران. مصر اور شام کو داخل اسلام کر لیا مگر باوجود یہ کہ آپ دنیائے قدیم کے ایک بڑے حصہ پر حکومت کر رہے تھے۔ زمین پر بوریا بچھا کر بیٹھتے جو کھجور کے پتوں سے بنا ہوا تھا۔ اور دونوں وقت صرف پانچ لقمے کھاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دن صفا پہاڑ پر داخل اسلام ہوئے آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی کہ ہم خانہ کعبہ میں جا کر عبادت کریں گے۔ مسلمان پہلی بار (تعداد زیادہ ہونے کے بعد) اجتماعی صورت میں پہاڑ کی گھاٹی سے اترے خانہ کعبہ میں پہنچے اور نماز ادا کی

( ) اسباب قبر کے قدموں کی طرف الگ دفن کر دیا جاتا کیونکہ وہ مسلمان اپنے شہید بھائی کا مال اپنے لئے حرام سمجھتے تھے اس لئے وہ جگہ بھی قبر میں شامل کر دی جاتی تھی بعد میں آنے والے لوگوں نے انہیں نو لڑے کہنا شروع کر دیا صفحہ ——— محمد رسول اللہ ترجمہ عبدالصمد صارم الازہری (۸۹۔۹۰)

کونسٹن ویرژیل گیورگیو لکھتے ہیں کہ حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ پر سب سے پہلے ایمان لائیں حالانکہ وہ ایک تاجر عورت تھیں اور تاجروں کو سوائے کسب و کار کے اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں ہوتی وہ بعثت کے پہلے ہی دن ایمان لے آئیں اور اس کے بعد اپنا سارا مال اسلام کی راہ میں اس طرح خرچ کر دیا کہ جب دنیا سے رخصت ہوئیں تو کچھ بھی نہ تھا صدر اسلام میں دو شخصیات نے اپنا سارا مال اسلام کی راہ میں خرچ کر دیا تھا ایک حضرت بی بی خدیجہ (رضہ) اور دوسرے حضرت ابوبکر صدیق (رضہ) اسلام سے پہلے یہ دونوں مکہ کے بڑے تاجروں میں شمار ہوتے تھے مگر بوقت وصال گھر میں کچھ بھی نہ تھا کیونکہ انہوں نے اپنی ہستی کو اسلام کی راہ میں فنا کر لیا تھا

حضرت عثمان (رضہ) کی تمام دولت اسلام کی ترقی میں صرف ہوئی۔ جنگ تبوک میں تیس ہزار اسلامی لشکر کے سامان کے تین حصے آپ کی امداد سے ہی مکمل ہوئے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر کا تمام اثاثہ ایک بوریا اور ایک کھاٹ تھا اگر وہ چاہتے تو قیصر و کسری کی طرح محلات تعمیر کر کے شاہانہ شان و شوکت اختیار کر سکتے تھے حضرت علی (رضہ) کے خلیفہ حضرت امام بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی خانقاہ بصرہ میں قائم کی ( ) محمد رسول اللہ ترجمہ عبد الصمد صارم صفحہ ۹۵

Marfat.com

خانقاہ حضرت خواجہ حسن بصری

مرزا محمد اختر دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ "خرقہ درویشی درگاہ رب العالمین سے بہ شب معراج حضرت رسالت پناہ صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کو مرحمت ہوا جب معراج سے واپس تشریف لائے صبح کو محفل اصحاب میں بموجب فرمان الٰہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرما کر علم معرفت کی تعلیم فرمائی وہ خرقہ گلیم سیاہ تھا حضرت نے ستر صاحبوں کو مرید فرمایا اور چار صاحبوں کو اپنا خلیفہ کیا وہ چار پیر کہلاتے ہیں اول حضرت امام حسن رضہ اللہ تعالیٰ ی دوسرے امام حسین رضہ اللہ تعالیٰ ی تیسرے خواجہ کمیل بن زیاد قدس سرہ چوتھے حضرت خواجہ حسن بصری کہ ان حضرات کو امیر المومنین نے وہ خرقہ درویشی عطیہ رسول مقبول (ص) عنایت فرما کر مقتدائے مشائخ فرمایا جب وہ خرقہ خواجگان چشت منتقل ہوا خرقہ خواجگان چشت کہلایا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ ی کے وفات کے بعد صاحب اقتدار طبقہ اور مسلمانوں میں اخلاقی حیثیت میں بست کمی واقع ہوئی اور روحانی حیثیت میں کھوکھلا پن واقع ہوا قلوب میں سردی و افسردگی اور ایمان میں کمزوری بڑھ گئی نبی کریم (ص) نے اس امت میں دولت ایمان سے اللہ تعالیٰ ی کے ساتھ زندہ تعلق اور انابت و عبوبیت کی جو روشنی پیدا کی تھی وہ روبہ تنزل تھی اس دینی و ایمانی حفاظت کے لئے حضرت خواجہ حسن بصری (رضہ) میدان عمل میں آئے جنہوں نے اپنی قوت ایمانی تربیت وعظ و نصیحت اور دعوت تلقین سے لاکھوں آدمیوں کو مادیت کے طوفان سے تنکے کی طرح بہنے سے بچایا انہوں نے امت کے ایمانی اور روحانی تسلسل کو اصحابہ کرام (رضہ) کی طرح قائم رکھا حضرت خواجہ حسن بصری (رضہ) میں صحابہ کرام (رضہ) اور حضرت علی (رضہ) کی روحانی تعلیمات سے وہ تمام صلاحیتیں جمع ہو گئیں تھیں جو اس دور میں دین کا وقار بڑھانے اور دینی دعوت کو موثر بنانے کے لئے درکار تھیں اللہ تعالیٰ ی نے ان کی شخصیت میں بڑی جامیت دل آویزی اور کشش پیدا کر دی تھی وہ دینی تبحر اور گہری بصیرت کے مالک تھے اپنے وقت کے بلند پایہ مفسر اور محدث تھے آپ نے صحابہ کرام کا اچھا خاصہ زمانہ دیکھا تھا اس کے بعد معاشرے میں جو تغیرات پیش آئے اس پر گہری نظر رکھتے تھے حضرت خواجہ حسن بصری (رضہ) اپنے مواعظ میں صحابہ کرام کی سادگی دنیا کی عارضی زندگی کی بے وفائی اور آخرت کی اہمیت کا احساس دلاتے تھے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ ی عنہ نے اپنی خانقاہ اصحابہ صفہ کی طرح درس و تدریس شروع کیا۔ جس میں اصلاح کی طاقت و تاثیر کو بڑا دخل ہے۔ انہوں

Marfat.com

نے معاشرے کی اصل بیماری کی طرف توجہ دی اور تبلیغ دین کے لئے کافی خلفاء اور مبلغ پیدا کئے۔ جنہوں نے اپنے عمدہ اخلاق اور صالح عمل سے لوگوں کی اصلاح کی ۔ اور یہ حضرات جس جگہ بھی گئے امن و آشتی، سکون و محبت، مساوات و خلوص رواداری، اخوت و بردباری اور ہمدردی کا پیغام بن کر گئے ۔ اور دین حق کی تبلیغ کے اعلیٰ مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ۔ ان اولیاء کرام کا یہ فیض ہے کہ تمام دنیا کے کونے میں ایک مستحکم اسلامی معاشرہ وجود میں آیا۔ صوفیا کرام رنگ و نسل زبان و بیان ملک و قوم کے امتیاز کو ایک دم ختم کر کے انسان کو اللہ کے رنگ میں رنگ دیتے تھے ۔ ان میں ملکی عصبیت نسب و نسل کا افتخار و امتیاز زبان کی برتری کا احساس نہیں رہتا تھا۔ وہ "انما المومنین اخوہ" کا درس دیتے تھے ۔ اور اسلامی معاشرہ کی بنیاد کو مستحکم بنا دیتے تھے ۔ صوفیاء کی اس مقدس جماعت نے قرآن اور سنت کی تعلیمات کو عام کیا یہ بزرگ قرآن پڑھتے پھر اس کو سمجھتے اس کے بعد اس پر عمل کرتے اور پھر عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ۔ کیوں کہ صوفیاء کرام ہی عالم بہ عمل ہوئے ہیں ۔

خانقاہی نظام نے اسلام کی اشاعت میں جو کردار ادا کیا ہے ۔ اس کی مثال نہیں ملتی ۔ یہ گدڑی پوش جس جگہ اپنا مسکن بناتے اس علاقے کے کثیر لوگ مشرف بہ اسلام ہو جاتے تھے ۔ یہ نورانی نفوس حکومت کی سرپرستی اور ملازمت سے ہمیشہ گریز کرتے درس تدریس کی کوئی اجرت نہیں لیتے تھے ۔ بلکہ احباب عقیدت مند اور دوسرے مسلمانوں کی پیش کردہ فتوحات پر گزر اوقات کرتے تھے ۔ اپنی خانقاہوں کے لئے ذرائع آمدنی پیدا کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے بلکہ اصحاب صفہ کے طریقہ پر اپنی گزر اوقات توکل پر کرتے تھے ۔ ان کا توکل اور ایمان اتنا مضبوط تھا کہ اللہ کی امداد کے سوا کسی مادی منافع کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی سیرت کا بخوبی مطالعہ کیا تھا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا بچپن یتیمی میں گزرا ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اہل خاندان اور مکہ کے تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے دشمن بن گئے نبی کریم (ص) اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کسی دنیاوی امداد کے بغیر اللہ کے بھروسہ پر دینی تبلیغ کا کام سر انجام دیا اور یہی طریقہ صوفیائے کرام کا ہے ۔ جو قیامت تک جاری رہے گا۔

مکتوب حضرت خواجہ حسن بصری بنام عمر بن عبد العزیز

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے خط لکھ کر دریافت کیا تھا کہ امام عادل کن اوصاف کا حامل ہوتا ہے ۔ اس کے جواب میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے یہ مکتوب گرامی لکھا۔

"امیر المومنین آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ امام عادل کا وجود مسعود ہر کج رو کے لئے راست روی کا موجب ہر مفید کے لئے پیغام صلح و فلاح ہر کمزور کے لئے سبب قوت و نصرت ہر مظلوم کے لئے دادرسی کا

Marfat.com

موجب اور ہر پریشان حال کے لئے جائے امن و امان و سکون و اطمینان ہو تا ہے۔
اے امیر المومنین امام عادل ایک گڈریے کی طرح ہو تا ہے جو اپنے اونٹوں پر بڑا مہربان ہو۔ ان کے لئے بہترین چراگاہ کا انتخاب کرے۔ مہلک چراگاہوں سے بچائے۔ درندوں سے محفوظ رکھے اور سردی وگرمی سے بچاؤ کا اہتمام کرے۔

امیر المومنین عادل امیر ایک شفیق والد کی طرح ہو تا ہے جو بچپن میں بچوں کی دیکھ بھال کر تا بڑے ہونے پر انہیں لکھاتا پڑھاتا۔ زندگی میں ان کے لئے کماتا اور بوقت موت ان کے لئے ذخیرہ چھوڑ جاتا ہے۔
امیر المومنین امام عادل لطیف و شفیق والدہ کی طرح ہو تا ہے۔ جو بحالت حمل اولاد کو بطن میں اٹھاتی پھر زحمت ولادت گوارا کرتی۔ بچپن میں ان کی تربیت کرتی۔ دودھ پلاتی اور پھر چھڑاتی ہے۔ اولاد کی خوشی میں اس کی خوشی اور ان کے رنج میں اس کا رنج ہو تا ہے۔
امیر المومنین انصاف پسند امیر یتیموں کا غم خوار اور مسکینوں کا خزانچی ہو تا ہے۔ وہ چھوٹوں کی تربیت کرتا اور بڑوں کے لئے نان و نفقہ مہیا کرتا ہے۔ انصاف پسند امیر کو کسی ملک میں وہی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ جو دل کو جسمانی اعضاء میں۔ اگر دل کی حالت درست ہے تو سب اعضاء صحیح و سالم ہیں اور اگر دل میں فساد پیدا ہو جائے تو سب اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔
امیر المومنین امام عادل عبد اور معبود کے درمیان ایک واسطہ کا کام دیتا ہے۔ وہ اللہ کا کلام سنتا اور بندوں کو سناتا ہے۔ خود خدا کو دیکھتا اور بندوں کو اس کا مشاہدہ کراتا ہے۔ خود خدا کی اطاعت کرتا اور بندوں کی قیادت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

امیر المومنین آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ خدا نے شرعی حدود کو اسی لئے نازل فرمایا کہ لوگ فواحش و منکرات سے رک جائیں۔ جب والئی حکومت خود ہی ان کا ارتکاب کرنے لگے تو آپ ہی فرمایئے ان کا کیا انجام ہو گا؟ خدا نے قصاص کو انسانی جانوں کے تحفظ کے لئے شروع فرمایا ہے۔ جب قصاص لینے والا خود ہی لوگوں کو قتل کرنے لگے۔ تو ان کی حفاظت کون کرے گا۔؟
امیر المومنین آپ اس غلام کی طرح نہ ہوں، جس کے آقا نے اسے امین سمجھ کر اپنا مال و متاع اس کے سپرد کر دیا۔ غلام نے مال کو ادھر ادھر ضائع کر دیا۔ اور اہل و عیال کو منتشر کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں آقا دونوں سے محروم ہو گیا۔

امیر المومنین موت اور اس کے بعد کے حالات کو یاد رکھئے۔ جب آپ کی امداد کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔ پس آپ موت اور اس کے بعد پیش آنے والے شدید حوادث کے لئے زاد راہ جمع کیجئے۔
امیر المومنین جہاں آپ سکونت پزیر ہیں اس کے سوا بھی ایک منزل ہے (قبر) جہاں عرصہ دراز تک آپ ٹھہرے رہیں گے۔ سب دوست احباب ایک گڑھے میں آپ کو تن تنہا ڈال کر چلے جائیں گے۔ اس کے لئے آپ ایسا توشہ جمع کیجئے جو اس آڑے وقت میں کام آئے۔

قرآن میں ارشاد خداوندی ہے۔

یوم یفر المرء من اخیہ وامہ و ابیہ وصاحبتہ و بنیہ۔

ترجمہ "جب آدمی اپنے بھائی سے بھاگ جائے گا اپنی ماں سے اپنے باپ سے اور بیوی سے اور بیٹیوں سے راہ فرار اختیار کرے گا۔

امیر المومنین۔ یاد رکھیے جب قبروں والے اٹھائے جائیں گے۔ سینوں کے راز افشاء کر دیے جائیں گے ۔اور کتاب الٰہی چھوٹے بڑے کسی گناہ کو نہیں چھوڑتی بلکہ اسے محفوظ کر لیتی ہے۔

امیر المومنین اب اعمال صالحہ انجام دینے کا وقت ہے۔ اب آپ کو فرصت ہے۔ ابھی آخری وقت نہیں آیا ہے۔ ابھی مایوسی کے آثار بھی ظاہر نہیں ہوئے۔

امیر المومنین جہلاء کے قول کے مطابق فیصلہ نہ کیجئے۔ نہ ظالموں کی راہ پر چلئے اور نہ بڑوں کو چھوٹوں پر مسلط کیجئے۔ کیوں کہ وہ کسی مومن کی قرابت داری اور عہد کی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے۔ تو اپنے گناہوں کے علاوہ دوسروں کے گناہوں میں بھی ملوث ہوں گے۔ اور اپنے بوجھ کے ساتھ دوسروں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو لوگ عیش و تنعم کی زندگی بسر کرتے ہیں ۔وہ آپ کی تکلیف کا موجب ہوں۔ وہ لوگ جو دنیا میں لذائذ و طیبات سے لطف اندوز ہوتے ہیں کہیں آپ کو اخروی طیبات سے محروم نہ کر دیں۔ آپ اپنی موجودہ قدرت پر نگاہ نہ رکھیں بلکہ یہ دیکھیں کہ آئندہ آپ کو کس قدر قدرت حاصل ہوگی۔ جب آپ موت کے پنجہ میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور انبیاء و رسل اور فرشتوں کے زمرہ میں خدا کے روبرو کھڑے ہوں گے۔ قرآن کریم میں فرمایا۔ " وعنت الوجوہ للحی القیوم " (سب چہرے خداوند حی و قیوم کے سامنے جھک جائیں گے)

امیر المومنین اگرچہ عقلاء سلف کی طرح میں نصیحت کا فریضہ ادا نہ کر سکا تاہم میرے یہ معروضات شفقت و ہمدردی کے ترجمان ہیں جس میں میں نے کسی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ میرے اس خط کو یوں تصور کیجئے جیسے ایک دوست کڑوی دوا پلا کر اپنے دوست کا علاج کرتا ہے کیوں کہ اسے امید ہوتی ہے کہ اس دوا سے وہ صحت یاب ہو جائے گا۔

والسلام علیک یا امیر المومنین ورحمہ اللہ وبرکاتہ۔

"مکتوب خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ پر ابو زہرہ مصری کا تبصرہ"

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ ایسے خدا رسیدہ تابعی نے اپنے گراں قدر مکتوب میں امام عادل کے اوصاف گنائے ہیں۔ ان کی نگاہ میں خلیفہ عمومی عدل کا حامل ہونا چاہئے۔ عمومی عدل قانونی عدل و انصاف کو بھی شامل ہے۔ جس کے پیش نظر یہ ضروری ہے۔ کہ حاکم فرامین کتاب و سنت کی اطاعت کرتا ہو۔ قانونی عدالت کے تحت حاکم کے مرتکب جرائم ہونے کی صورت میں اس پر حد بھی جاری کی

Marfat.com

جاسکتی ہے۔ اور اس سے قصاص بھی لیا جاسکتا ہے۔ جمہور فقہا اسی کے قائل ہیں۔
یہ مکتوب عدالت اجتماعی پر بھی مشتمل ہے۔ جس کی بناء پر اجتماعی کفالت کی اساس میں نظم و نسق پیدا ہوتا ہے۔ نیز یہ عدالت اداریہ کو بھی شامل ہے جس سے مقصود یہ ہوتا ہے۔ کہ ولاۃ و حکام عدل و انصاف کے آگے اپنی گردنیں جھکائے رکھیں۔ اور کرسی اقتدار پر اس نیت سے براجمان نہ ہوں کہ لوگوں کو اپنا لونڈی غلام بنالیں۔ اور مسلمانوں کی تذلیل کریں۔ حضرت حسن کے مکتوب گرامی میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ کہ امانت اور حسن تدبیر سے دولت کو ادھر ادھر گھماتے رہنا چاہئے۔ تاکہ اس پر ایک ہی طبقہ کی اجارہ داری نہ ہو جائے۔ علیٰ ھذا القیاس اس خط میں امیر عادل کے اوصاف کو بتمام و کمال اشارہ و عبارہ واضح کیا گیا ہے۔

(اسلامی مذاہب از ابو زہرہ مصری صفحہ ۱۲۵ مترجم غلام احمد حریری)

مزار شریف حضرت محب النبی خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ

عرفان تصوف

تصوف کو سمجھنے کے لئے صوفیا کرام نے خانقاہی نظام قائم کیا۔ دور حاضرہ کے بعض مصنف تصوف کو کسی عارف کامل سے سمجھے بغیر ہی اپنے ناقص مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔ جس سے ان گم گشتہ راہ لوگوں کی قلمی کاوش وابستگان اسلام میں افتراق وانشقاق کا باعث بن رہی ہے۔ اگر یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم. خلفاء راشدین اور اصحاب صفہ کی سیرت کا بہ نظر غائر مطالعہ کرتے تو آفتاب کی کرن کی طرح یہ ایک روشن حقیقت ان کے سامنے آجاتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح اولیاء کرام نے بھی تبلیغ دین کا حق ادا کیا ہے اور لوگوں کو کفر وشرک سے نجات دلائی اور خدا کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت ومحبت کی دعوت دی۔

خلفاء راشدین کے عہد میں ہی برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی آمد شروع ہو گئی۔ ۱۴ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثانی نے شہر بصرہ کی بنیاد ڈالی۔ تو وہاں کے لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لئے حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ روانہ کیا اور ایک ہی سال کے بعد حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحرین اور عمان کی امارت کے لئے منتخب کیا۔ حضرت عثمان نے عمان کو اپنا مستقر بنایا۔ اور اپنے بھائی حکم بن ابی العاص کو ایک بحری بیڑا دے کر برصغیر پاک وہند پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ بحری بیڑا گجرات اور بمبئی کی سرحد پر واقع بندرگاہ تھانہ تک پہنچا۔ مجاہدین اسلام نے تھوڑے ہی عرصے میں اس علاقے کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے دو اور بحری بیڑے روانہ کئے وہ سندھ کے مشہور شہر دیبل پہنچے (یہ شہر اس وقت سندھ کا دارالخلافہ تھا) اور دشمنوں کو شکست دے کر مال غنیمت کے ساتھ واپس چلے گئے۔ امیر المومنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک لشکر اسلام مکران کے راستہ سے ہندوستان پہنچا۔ مکران اور بلوچستان کا کافی علاقہ فتح کرتے ہوئے کوہ کیکانان کے پاس پہنچا جو سندھ کی سرحد پر واقع ہے۔

صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں۔ بیس ہزار پہاڑی قبائل اس لشکر سے جنگ پر آمادہ ہوئے لیکن لشکر اسلام نعرہ تکبیر لگا کر آگے بڑھا پہاڑی لوگ نعرہ کی دہشت سے ایسے گھبرائے کہ راہ فرار اختیار کی. مزید لکھتا ہے کہ "اب بھی سال میں جب اس جنگ کا وہ دن آتا ہے تو صاحب بصیرت کو نعرہ تکبیر کی آوازیں سننے میں آتی ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس لشکر کو ہندوستان کی تسخیر کے لئے بھیجا وہ خشکی کے راستے سندھ میں داخل ہوا۔ اس لشکر کی آمد کے بعد تو عرب مسلمانوں اور تاجروں کو برصغیر میں داخل ہونے کے لئے ایک خشک راستہ دریافت ہو گیا۔ پھر اسی راستے محمد بن قاسم بھی اپنے لشکر کے ساتھ سندھ میں داخل ہوا۔ محمد بن قاسم کی فتح سندھ کے بعد عرب تاجروں. علماء اور صوفیاء کرام کی آمد و

رفت بھی شروع ہو گئی۔
اوچ شریف ملتان اور ٹھٹھہ (سندھ) کی سرزمین عظیم اسلامی ورثہ کی امین بن گئی۔ یہاں کے لوگوں نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو قبول کیا۔ اور علماء و صوفیاء کرام اسی علاقے میں سکونت اختیار کرتے رہے۔ اور مقامی لوگوں کو علوم اسلامی ظاہری و باطنی سے فیض یاب کرتے رہے۔ برصغیر کی سرزمین اور اس کے مختلف خطوں کو مسلمان حکمرانوں نے فتح کیا۔ لیکن مقامی باشندوں کے دلوں کو فتح کرنے والے وہ گدڑی پوش بزرگ تھے جو ظاہر میں خرقہ پوش تھے مگر باطن میں اللہ کی برہان تھے۔ ان نورانی ہستیوں نے اپنے علم و عمل اور اخلاق و اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی سے غیر مسلموں کے دلوں کو مسخر کر کے ان کے دلوں میں عشق محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایسی جوت جگادی جس سے ہدایت کا نور سارے برصغیر میں پھیل گیا۔ اور یہ خطہ دین اسلام کا ایک مستحکم قلعہ بن گیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم برصغیر میں اولیاء اللہ یا صوفیا کرام کہتے ہیں۔ جن کی ابدی آرام گاہیں اب بھی مرجع خلائق ہیں۔ تاریخ کی ورق گردانی سے اس امر میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی اشاعت ان صوفیاء کرام کی بدولت ہوئی۔ اولیاء کرام نے اصحاب صفہ کی پیروی کرتے ہوئے برصغیر میں اشاعت اسلام کے لئے باقاعدہ خانقاہی نظام قائم کر کے یہاں کے باشندوں کو ذات پات کے چکر سے نکال کر اخوت و اسلامی مساوات کا درس دیا۔ ان خانقاہوں میں لوگ بلاامتیاز مذہب، ملت، شوق سے آئے۔ اور اولیاء کرام کی تعلیمات سے مستفیض ہوئے۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات میں قرآن اور سنت کی پیروی کی ہدایت و تلقین کی جاتی۔ اور لوگوں کو توحید و رسالت سے آگاہ کیا جاتا یہاں امیر و غریب میں قطعاً کوئی فرق روا نہ رکھا جاتا۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کی پیروی میں غریبوں اور بے نواؤں پر خصوصی توجہ ہوتی۔ احکام اسلام پر اولیاء کرام خود بھی شدت سے عمل کرتے۔ اور اپنے پیروکاروں کو ان پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔ اور عمل کرواتے۔ اسی طرح تعلیمات محمدی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ برصغیر پاک و ہند میں اس وقت تصوف کے جتنے سلسلے کام کر رہے ہیں۔ ان میں چار سلسلے مشہور اور مقبول ہیں۔

۱ سلسلہ چشتیہ

۲ سلسلہ قادریہ

۳ سلسلہ سہروردیہ

۴ سلسلہ نقشبندیہ

ان سلسلوں کے روحانی پیشوا برصغیر پاک و ہند میں بیرون ممالک سے آئے۔ ان چاروں سلسلوں کے بنیادی اصول مطمع نظر اور منزل مقصود ایک ہی ہے۔

Marfat.com

خواجگان چشت اہل بہشت کا قصر عرفان پر مقام

معاشرتی اصلاح و تہذیب اور تبلیغ کے سلسلہ میں صوفیائے کرام بالخصوص چشتی صوفیاء کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ برصغیر میں تصوف کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے صوفیائے چشتیہ کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو خواجگان چشت تاریخ میں ایک اعلیٰ مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ اور قصر عرفان پر ان کا اونچا مقام ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جو فاتحین اسلام برصغیر میں سلطنتوں کے بانی ہوئے ان میں سے اکثر کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ یہ مسلمان فاتح اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے منصوبے سوچتے اور جو سلطنتیں انہوں نے قائم کیں وہ اسلامی نہ تھیں بلکہ ان کی حیثیت ہمیشہ جنگی سلطنت جیسی رہی۔ ان میں سے اکثر کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے دین پر عبور حاصل نہ تھا۔ اور وہ جوش و ولولہ جو عرب فاتحین بنو امیہ و بنو عباس کے حصے میں آیا۔ وہ ان میں موجود نہ تھا۔ یہ مسلمان فاتح منگول یا ترک ہوتے تھے۔ ان میں اتنی طاقت تھی کہ اگر مذہبی حیثیت سے ہندو مسلمانوں کا مقابلہ کرتے تو ان کی طاقت کو تہس نہس کر دیتے۔ ہندوستان کی ہندو رعایا کو مسلمان بنانا تو چیز دیگر تھی۔ ان سے اتنا بھی نہ ہوا کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے اسلامی مبلغین کی سرپرستی کرتے جگہ جگہ دینی اور تبلیغی مراکز قائم کرتے۔ بلکہ ان میں سے بعض نے تو صوفیاء کرام سے الجھ کر ان کے تبلیغی مشن کو ناکام بنانے کے لئے پوری طاقت صرف کر دی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ کی خانقاہ عالیہ جو برصغیر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا تبلیغی و دینی مرکز تھا۔ اس کو محمد تغلق نے ویران کر دیا۔ کہ برصغیر میں اس شان کا پھر دوبارہ اسلامی اصلاحی و تبلیغی مرکز قائم نہ ہوا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء یہ چاہتے تھے کہ برصغیر میں ایک اسلامی معاشرہ قائم ہو جائے۔ جس سے ملک میں ایک اسلامی حکومت قائم ہو جائے۔ اور اسلامی اقتدار برصغیر میں ہمیشہ قائم رہے۔ اس وقت تو فوجی قوت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ تمدنی و معاشرتی حصہ ہندوؤں کے ہاتھ میں تھا۔ اسلامی حکومت کو سنبھالا دینے کے لئے دونوں اجزاء نہایت ضروری تھے۔ کیوں کہ اس کے بغیر اقتدار اعلیٰ کو قائم نہیں رکھا جا سکتا تھا۔ ہندوستان کے مختلف جغرافیائی خطوں کو تو ان فاتحین نے فتح کیا۔ لیکن مقامی باشندوں کے دلوں کو فتح کر کے اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے وہ گدڑی پوش صوفیاء کرام ہی تھے۔ جو ظاہر میں تو فقیر مگر باطن میں امیر تھے۔ یہ نورانی ہستیاں برصغیر میں ایک مظبوط اسلامی معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔

Marfat.com

برصغیر میں بزرگان چشت کی آمد

برصغیر میں فاتحین کی کامیاب مہمات .صرف اولیا کرام کے روحانی کمالات اور صداقت اسلام کی مرہون منت ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں اسلام کے تعارف و اشاعت کے لئے سلسلہ چشتیہ کا انتخاب فرمایا اور چشتی مبلغین اسلام کو ہندوستان کی طرف رخ کرنے کا غیبی اشارہ ہوا ۔ اور حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان محمود غزنوی کی افواج میں اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ شمولیت فرمائی ۔ حضرت مولانا عبد الرحمن جامی رحمتہ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں ۔ جس وقت سلطان محمود غزنوی سومنات کی طرف گیا ہوا تھا ۔ تو حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کو اشارہ غیبی ہوا ۔ کہ اس کی مدد کے لئے جائیں وہ ستر برس کی عمر میں چند درویشوں کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ اور وہاں پہنچ کر بہ نفس نفیس جہاد میں شرکت فرمائی ۔

ڈاکٹر انعام الحق کوثر لکھتے ہیں ۔ کہ پیر کبار سید شیخ عطا اللہ چشتی المعروف شیخ اتو بن سید ابی سعید بن سید اسحاق بن حضرت خواجہ مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ (وصال ۵۲۷ ھ / ۱۱۳۲ء ۔ مزار مبارک چشت میں واقع ہے) کے خلیفہ تھے ۔ اپنے پیر کی وفات کے بعد پانچ سال تک وہیں رہے ۔

پھر ۵۳۲ ھ / ۱۱۳۷ء میں اپنے شیخ کے اشارہ روحانی کے باعث اپنے وطن علاقہ شیرانی (ضلع ژوب ۔ بلوچستان) واپس لوٹے ۔

تبلیغ و اشاعت اور اصلاح و تربیت کے کام میں مصروف ہوگئے ۔ شیخ کبار نے ۵۵۰ ھ / ۱۱۵۵ء میں وفات پائی ۔ آپ کے قبیلہ شیرانی (جیسے شوریانی. سوریانی اور سروانی بھی کہتے ہیں) کے چند ایک اور نامور بزرگ بھی گزرے ہیں ۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ یہیں سے دوسرے علاقوں میں جاکر سکونت پزیر ہوئے ۔ (تذکرہ صوفیائے بلوچستان)

حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ روضہ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی زیارت کی ۔ اور رات کو وہیں قیام فرمایا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے آپ کو خواب میں ہندوستان جانے کا حکم دیا ۔ اور خواب میں آپ کو ہندوستان کا راستہ اور اجمیر شریف کا نقشہ دکھایا ۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے آپ کو ہند کی ولایت بخشی اور سلطان الہند کا خطاب عطا فرمایا ۔ برصغیر پاک و

Marfat.com

ہند کی تقسیم (بھارت و پاکستان) کے باوجود ہر دو علاقوں کی حد تک آج بھی سلطان الہند ۔ ہند الولی عطائے رسول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی سلطنت ہے ۔ کئی ظاہری سلطنتیں قائم ہوئیں اور تباہ ہو گئیں ۔ محمد بن قاسم ۔ محمود غزنوی ۔ محمد غوری ۔ محمد تغلق ۔ ظہیر الدین بابر ۔ نادر شاہ ۔ احمد شاہ ابدالی ۔ اور انگریز آئے بھی اور چلے بھی گئے ۔ لیکن بر صغیر پر حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی سلطنت اب بھی قائم ہے ۔ خطہ اجمیر شریف ہندوستان کا قلب ہے ۔ قدیم ہندوستان کے عظیم سیاسی و روحانی مرکز اجمیر کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے تبلیغ اسلام کے لئے انتخاب فرمایا ۔ اس سے حضرت خواجہ غریب نواز کی اولوالعزمی اور جرات کا ثبوت ملتا ہے ۔ حضرت خواجہ غریب نواز کے تزکرہ نگار حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کو بر صغیر میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے اس ملک میں سلسلہ اسلامی کی تحریک کے پہلے بانی مانتے ہیں ۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ علیہ نے اپنی ولایت ہند میں پہنچ کر روحانیت کا عظیم انقلاب برپا کر دیا ۔ لاکھوں کفار و مشرکین آپ کی نظر کیمیا سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ ہند کے صنم کدے آپ کی شان کرامت سے مرکز اسلام بن گئے ۔ آپ کا تبلیغ اسلام کا مشن تصوف اسلام میں سلسلہ چشتیہ کے عنوان سے جاری ہے ۔ جس نے تہذیب سکھائی ۔ تمدن دیا ۔ اور ظلمت کدہ ہند کے ہر تاریک گوشہ میں نور اسلام کی روشنی پھیلادی اور کلمہ الحق کی روح پرور اور جان افروز آواز چار دانگ ہند میں ہر طرف پہنچادی ۔ گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں ہندوستان کی سماجی حالت حد درجہ تباہ اور خراب تھی ۔ ہزاروں خداوں کی پرستش ہوتی تھی ۔ چھوت چھات نے تمدنی زندگی کے سارے راستے غریب اور نچلی قوموں کے لئے مسموم کر دیئے تھے ۔ زندگی کی تمام آسائش اور نعمتیں اونچی ذات کے لوگوں کے لئے مخصوص تھیں ۔ اللہ تعالٰی نے انہیں آدمی بنایا تھا ۔ لیکن اونچی ذات کے ہندووں نے انہیں جانوروں سے بھی کم درجے کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا حضرت خواجہ غریب نواز ہند الولی رحمتہ اللہ علیہ نے چھوت چھات کے اس بھیانک ماحول میں اسلام کا نظریہ توحید عملی حیثیت سے پیش کیا اور چھوت چھات کی لعنت کو اپنے قدموں نیچے دبا دیا ۔ انسان کو انسان بنایا کہ اسلام ایک تخیلی چیز نہیں ہے بلکہ زندگی کا ایک بہترین اور فطرتی نظام ہے جس کو تسلیم کر لینے کے بعد ذات پات کی تعریفیں بے معانی ہو جاتی ہیں یہ ایک زبردست دینی اور سماجی انقلاب تھا ۔ جسے اپنا کر برصغیر کے باسیوں نے سماج میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ۔

اجمیر شریف میں قیام کے بعد حضرت خواجہ اجمیری رحمہ اللہ علیہ نے خانقاہ چشتیہ اجمیر میں قائم کی جس سے سینکڑوں مبلغین اسلام تربیت حاصل کر کے بر صغیر کے مختلف مقامات پر اسلام کی اشاعت کرنے لگے ۔ آپ کے حسن و تقوی و پرہیز گاری عبادت گزاری اور پاکیزہ ترین کردار کو

دیکھ کر ہند کے بڑے بڑے سرکش کفار راجے مہاراجے یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام اور صرف اسلام ہی خدائے تعالیٰ ی کا مکمل آخری اور عالمگیر دین ہے۔ جس کے بغیر نہ روح انسانی سکون پا سکتی ہے۔ اور نہ ان کمالات کو حاصل کر سکتی ہے۔ جو اس کی تخلیق کا منشاء ہیں۔ اولیاء اللہ کے نقش قدم پر چل کر صحیح العقیدگی کے ساتھ خلوص دل سے اسلام کو قبول کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے ہی میں نجات کا راز پنہاں ہے۔ لہذا جس کسی نے بھی اسلام کو دل سے قبول نہ کیا۔ اور اپنی زندگی کو اولیاء اللہ کے نقش قدم پر چل کر دین حق کے سانچے میں نہ ڈھالا وہ فی الحقیقت بہت بڑا بدنصیب ہے۔ اور بڑے خسارے میں ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمہ اللہ علیہ نے بغداد میں خضر طریقت سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ان کی رہبری سے کمال تکمیل کے مدارج تک پہنچے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور اپنے پیر طریقت کے حکم و ہدایت سے دہلی میں اپنی خانقاہ قائم کر کے رشد و ہدایت کا چشمہ جاری کیا۔ لاکھوں مشرکین نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ سلطان شمس الدین التمش آپ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ لیکن آپ نے شاہی دربار سے تعلق رکھنا پسند نہ کیا۔ اور سلطان کی نذر عقیدت و پیش کش دیہہ جاگیر کو قبول نہ فرمایا۔

حضرت خواجہ رحمہ اللہ علیہ نے بوریہ فقر پر بیٹھ کر سرگرمی سے ارشاد و طریقت کا کام شروع کیا۔ ہندوستان میں نہ صرف سلسلہ چشتیہ کی بنیاد ڈالی بلکہ جن مقاصد عالیہ کے لئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ علیہ نے برصغیر کا انتخاب کیا تھا۔ ان کی ہمیشہ کے لئے تکمیل فرمادی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد کافی تھی۔ لیکن حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ نے آپ کے دینی و تبلیغی مقاصد کو آگے بڑھایا۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ تعلیم کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی پہنچے۔ پیر طریقت نے ریاضت و مجاہدے اور سلوک کی تکمیل کے بعد خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور ہانسی میں قیام کے لئے کہا۔ ابتدائے قیام میں نہایت تنگی اور عسرت و فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی گزاری۔

ہانسی میں آپ کو خوب شہرت حاصل ہوئی۔ اور خلق نے آپ پر ہجوم کیا تو تنگ آکر آپ نے کھتوال کا رخ کیا۔ یہ آپ کا وطن قدیم تھا۔ کھتوال ضلع ملتان میں کہروڑ پکا کے قریب ایک مقام تھا۔ یہاں سے آپ نے اجودھن کا رخ کیا۔ اور اسی جگہ کا آپ نے ہمیشہ کے لئے انتخاب فرمایا۔ یہاں بھی عوام الناس کا جلد رجوع شروع ہو گیا۔ اور خلق خدا نے ہر طرف سے ہجوم کیا۔ یہاں بھی آپ نے نہایت تنگی و فقر و فاقہ سے زندگی گزاری۔ "ڈھیلے" کے پھل ابال کر اور "پیلو" خود

Marfat.com

بھی تناول فرماتے اور فقراء کو بھی تقسیم کر دیئے جاتے۔ توکل و تجرید کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک مرتبہ افطار کے لئے لقمہ اٹھایا تو فرمانے لگے کہ اس میں کوئی بے اصولی معلوم ہوتی ہے۔ خادم نے عرض کی کہ لنگر خانہ میں نمک نہ تھا بازار سے ایک دانگ کا نمک قرض لے کر ڈال دیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا تم نے بے اصولی کی ہے۔ میرے لئے اب اس کا کھانا روا نہیں ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد خانقاہ شریف میں دن رات مطبخ شاہی گرم رہتا۔ اور آدھی رات تک لنگر جاری رہتا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے فقر و تجرید میں کوئی فرق نہ آیا۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ کی تبلیغ سے شمالی ہندوستان کے علاقے سے بہت سے ہندو قبیلے مشرف بہ اسلام ہوئے جن میں وٹو۔ کھچی۔ سیال۔ ککھڑ۔ بھٹی۔ کھرل اور بھٹہ قبیلہ کے لوگ قابل ذکر ہیں۔ شمالی ہند کے علاوہ آپ نے برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ ضلع فرید پور (بنگلہ دیش) آپ ہی کے نام سے منسوب ہے۔ چٹاگانگ کے پہاڑی علاقے میں ایک جگہ آپ کا ڈیرہ ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ عقیدت سے جاتے ہیں۔ راقم الحروف نے خود ۱۹۴۵ء میں اس جگہ کی زیارت کی۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے نامور خلیفہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ نے دلی کو اپنا مستقل مسکن بنایا۔ سیر اولیاء کے مولف نے لکھا ہے کہ خلافت نامہ لکھ کر دیا اور ہدایت کی کہ اسے مولانا جمال الدین رحمہ اللہ علیہ کو ہانسی میں دکھا دینا۔ اور فرمایا کہ تم ایک سایہ دار درخت ہوگے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق راحت پائے گی۔ استعداد کی ترقی کے لئے مجاہدے کرتے رہنا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ جب دہلی پہنچے تو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو قیام کے لئے کوئی ٹھکانہ نہ ملا آپ نے مختلف جگہ قیام گاہیں اختیار کیں۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ شہر میں اس فقیر کے لئے اپنا بوریہ بچھانے کے لئے جگہ نہیں ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد شہر دہلی مین آپ کی خوب شہرت ہوئی۔ اور طالبین کا رجوع شروع ہوا تو آپ نے دہلی سے جانے کی تیاری کر لی۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ ی سے دعا کی اور عرض کیا کہ خداوندا میں اس شہر سے جانا چاہتا ہوں لیکن ایسی کوئی جگہ میں اپنی مرضی سے اختیار نہیں کروں گا۔ جہاں اپ کی مرضی نہ ہو۔ جہاں آپ کا حکم ہو گا چلا جاوں گا۔ اس وقت غائب سے ایک آواز آئی کہ غیاث پور۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کبھی غیاث پور دیکھا نہ تھا۔ اور نہ ہی جانتا تھا کہ غیاث پور کہاں ہے۔ میں نے یہ غیبی اشارہ سنا تو ایک دوست کے پاس گیا۔ اور اس سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ غیاث پور گیا ہوا ہے۔ تو میں نے اپنے دل سے کہا کہ یہ وہی غیاث پور ہو گا۔ پھر میں غیاث پور آیا۔ جب دیکھا کہ یہ مقام کچھ زیادہ آباد نہیں تھا۔ اور یہ ایک غیر معروف جگہ تھی۔ تو میں نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔

Marfat.com

کچھ دنوں کے بعد اس جگہ خلق خدا کا رجوع عام ہوا۔ امراء سلطنت اور ان کے متعلقین نے آمدورفت شروع کر دی۔ جب خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے یہ اژدہام دیکھا تو آپ نے دل میں کہا کہ اب یہاں سے بھی کوچ کرنا چاہئے۔ اسی خیال میں تھا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوا یہ میرے استاد تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب ان کی فاتحہ کے لئے جاوں گا۔ تو پھر کسی اور طرف کا رخ کروں گا۔ اپنے دل میں اس کو طے کر لیا۔ اسی روز نماز عصر کے بعد ایک جوان آیا۔ حسین لیکن نحیف خدا جانے مردان غیب میں سے تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے خطاب کرکے یہ شعر پڑھا

آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی
کہ انگشت نمائے جہاں خواہی شد

حضرت خواجہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس نے کچھ اور باتیں بھی کہیں جس کو میں لکھ یا ہے۔ اس کا مقصود یہ تھا کہ حوصلہ کی بات تو یہ ہے کہ رجوع مخلوق کے باوجود یاد خدا میں مشغول ہو۔ جب اس نے اپنی بات ختم کی تو میں نے کچھ کھانا لا کر اس کے سامنے رکھا اس نے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ اسی وقت میں نے اپنے دل میں نیت کی کہ میں یہیں رہوں گا جب میں نے یہ نیت کر لی تو اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور چلا گیا۔ (سیر اولیاء)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کی طرح سلسلہ چشتیہ کی بنیاد سلطنت ہندوستان کی دینی راہنمائی اور اسلامی معاشرہ کی اصلاح اور اس میں روحانیت و انابت کی روح پھونکنے کے ساتھ ساتھ سلاطین وقت سے بے تعلقی کے اصول پر رکھی تھی۔ اور یہ سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کا مقدس منشور بن چکا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ علیہ سے لے کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ تک یہ ایک طے شدہ حقیقت بن گئی تھی کہ ان کو شاہی دربار سے دور رہنا ہے۔ اس اصول پر سلسلہ چستیہ کے تمام حضرات سختی سے کار بند رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ سیاست کے خار زار میں ان کا دامن کبھی نہیں الجھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ جس وقت سے دہلی میں تشریف لائے۔ دہلی کے تخت پر یکے بعد دیگرے پانچ حکمران بیٹھے لیکن آپ کبھی دربار میں نہیں گئے اور نہ ہی بادشاہ وقت کو اپنے یہاں آنے دیا۔ آپ اس حدیث پر عمل کرتے رہے۔ "بہترین جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے"

سلطان علاو الدین خلجی کے دوسرے بیٹے قطب الدین بختیار شاہ نے ولی عہد خضر خاں کو قتل کرکے دہلی کے تخت پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ خضر خاں جو کہ حضرت خواجہ رحمہ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ اور وہی سلطان علاو الدین خلجی کے ولی عہد تھے۔ جس سے قطب الدین نے

Marfat.com

حکومت چھینی تھی ۔ اس لئے قطب الدین حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے بھی دشمن بن گئے ۔ اس نے اپنی ایک نئی جامع مسجد "جامع میری" کے نام سے تعمیر کرائی تھی ۔ اور تمام مشائخ کرام اور علماء وقت کو حکم دیا تھا کہ اسی جامع مسجد میں آکر جمعہ نماز ادا کیا کریں ۔ سلطان المشائخ نے کہلوا بھیجا کہ "مسجد نزدیک داریم واین حق است ہمیں جاخواہیم گزار" ہمارے قریب ایک مسجد ہے اس کا حق زیادہ ہے ۔ ہم وہیں نماز پڑھیں گے ۔ بادشاہ سخت ناراض ہوا اسی کے ساتھ ہر نوچندی کو اعیان اور مشاہیر شہر دربار شاہی میں پیش ہو کر نذر گزارتے تھے ۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ اس تقریب میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے ۔ ادائے رسم کے لئے اپنے خادم خاص اقبال کو بھیج دیا کرتے تھے ۔ اس سے بھی وہ برہم تھا ۔ حکم دیا جو شیخ کا سر لائے گا ۔ اس کو ہزار تنکہ دوں گا ۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو سلطان کی یہ دھمکی پہنچی ۔ سلطان المشائخ اس کو خاطر میں نہ لائے ۔ اہل تعلق کا فکر و تردد بڑھتا جارہا تھا ۔ چاند مغرب کے بعد دیکھا گیا ۔ کہنے لگے کل پہلی تاریخ ہے ۔ شہر کے لوگ اور امراء دربار میں جائیں گے ۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ علیہ اپنے انکار پر قائم ہیں میں نہیں جاوں گا ۔ دلی میں کھلبلی مچی ہوئی تھی کہ دین اور دنیا کے دو بادشاہوں کا کل مقابلہ ہے ۔ لیکن رات کے وقت بادشاہ کے ایک خاص مقرب خسرو خاں نے بادشاہ کے پہلو میں خنجر گھونپ کر ہلاک کر ڈالا ۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ نے غیاث پور میں دین کی تبلیغ کا ایک بہت بڑا ادارہ اپنی خانقاہ میں قائم کیا تھا ۔ جہاں ہزاروں مشرک کلمہ حق پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے ۔ اور آپ کے تربیت یافتہ مرید اور خلفاء ہندوستان کے علاوہ مختلف ممالک میں جاکر دین حق کی تبلیغ کا اہم فریضہ انجام دیتے ۔ سیلون برما چین اور جاپان تک آپ کے مریدین نے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا ۔ مئی ۱۹۴۶ء میں ریڈیو کامن ویلتھ کیورے جاپان میں میں اردو اناونسر بن کر گیا "۹۲" انڈین جنرل ہسپتال کیورے جاپان کی مسجد میں ایک جاپانی مسلمان جس کا نام حاجی عثمان تھا ۔ امامت کے فرائض انجام دیتے تھے ۔ ایک دن دوران گفتگو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں کے رہنے والے ہیں ۔ میں نے انہیں بتایا کہ ہندوستان کا باشندہ ہوں ۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ نے دہلی اور اجمیر شریف دیکھا ہے ۔ تو میں نے کہا کئی بار ۔ تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا کوئی رشتہ دار دہلی یا اجمیر میں مقیم ہے ۔ انہوں نے کہا نہیں لیکن وہاں سے ہمیں ایک نسبت ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ کے ایک مرید خاص جن کا نام خواجہ جلال الدین تھا ۔ چین کے راستے جاپان میں آئے ۔ اور شہر یوکوہاما میں انہوں نے سکونت اختیار کی ۔ ان کی اسلامی تبلیغ سے یہاں ہزاروں لوگ جو پہلے بدھ مذہب کے پیرو تھے مشرف باسلام ہوئے ۔ میرے خاندان نے بھی ان کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا ۔ یوکوہاما میں انہوں نے ایک مسجد تعمیر کی جنگ

Marfat.com

عظیم دوم میں شہر یوکوہاما پر اتحادی جنگی طیاروں نے زبردست بمباری کر کے شہر کو تباہ کر دیا۔ اور اس قدیم مسجد کے صحن میں کئی بم گرے لیکن مسجد شریف کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ یہ حضرت خواجہ جلال الدین رحمہ اللہ علیہ کی کرامت تھی۔ کہ یوکوہاما کا بہت بڑا صنعتی شہر تباہ ہو گیا۔ لیکن مسجد شریف کی عمارت اور مینار اسی شان و شوکت سے قائم رہے اس کے صحن میں جو باغیچہ تھا۔ اس کے سبزہ زار میں کوئی فرق نہ آیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمہ اللہ علیہ ایک متجو اور زبردست عالم تھے۔ اور کئی زبانوں کے ماہر تھے عربی فارسی علوم پر کامل عبور رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ کے خلفاء بھی زبردست عالم تھے۔ اور جس علاقے میں ان کو بھیجا جاتا تھا۔ اس علاقے کی زبان پر انہیں عبور ہوتا تھا۔ جب سلسلہ چشتیہ کا مرکزی نظام دہلی سے ختم ہوا تو حضرت خواجہ محبوب الٰہی رحمہ اللہ علیہ کے خلفاء نے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اپنی خانقاہیں قائم کر کے رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔ ان اولیاء کرام نے دینی تبلیغ کے علاوہ اسلامی تہذیب و تمدن کو بھی فروغ دیا۔ اس سے پہلے جو تمدنی حیثیت صرف دہلی کو حاصل تھی۔ اب وہ ملتان لکھنوتی۔ دولت آباد۔ گلبرگہ۔ برہان پور۔ زین آباد۔ مانڈہ۔ احمد آباد۔ ٹھٹھہ اور اوچ کو بھی حاصل ہو گئی۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت جب وجود میں آئی تو سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کرام نے برصغیر کے مختلف علاقوں میں اسلامی انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اگر یہ اولیاء اللہ ان علاقوں میں رہ کر مختلف تمدنی عنصر کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش نہ کرتے تو مختلف علاقوں میں جو آزاد اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں ان کا وجود ناممکن تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ کا وصال ۷۲۵ ھ میں ہوا۔ تو آپ کے نامور خلیفہ "حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی" رحمہ اللہ علیہ آپ کی مسند پر بیٹھے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کے وصال کے بعد دہلی کی ولایت کے مالک قرار دیے گئے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ رحمہ اللہ علیہ اپنے شیخ کے محبوب خلیفہ تھے۔ فقر و فاقہ صبر و ثبات رضا و تسلیم آپ کے قابل ذکر اوصاف تھے۔ اپنے پیر طریقت کے وصال کے بعد سلسلہ چشتیہ کو خوب فروغ دیا۔ آپ کو تصوف اور عرفان پر خوب عبور حاصل تھا۔ تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس میں مشہور خلائق تھے۔ آپ صاحب علم و فضل علم معقول و منقول اور علم حدیث کے متجو عالم تھے۔ کشف باطنی میں بے مثل تھے۔ سلطان محمد بن تغلق جب ہندوستان کا بادشاہ بنا تو مشائخ چشت سے الجھ گیا۔ ان کے ساتھ جو سلوک اس نے روا رکھا وہ کسی طرح قابل ستائش نہیں۔ ڈاکٹر سید معین الحق صاحب ڈائریکٹر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ہم کو متعدد مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں کہ متقی اور صلح پسند مشائخ کو سلطان نے تنگ کیا۔ اور ان پر مظالم کئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رشد و ہدایت اور اشاعت و تبلیغ کا جو مفید کام یہ حضرات اپنی خانقاہوں

Marfat.com

میں بیٹھ کر انجام دے رہے تھے۔ اس میں خلل آگیا۔ سلطان کے بعض اقدامات یقیناً مفید اور عمدہ نتائج کے حامل ثابت ہوئے لیکن اگر اس کا طریقہ کار مختلف ہوتا تو زیادہ بہتر نتائج مرتب ہو سکتے تھے۔ اس نے بعض بزرگوں کو دولت آباد بھیجا جنہوں نے وہاں اشاعت اسلام کا کام انجام دیا۔ مگر دار الحکومت میں چشتیہ نظامیہ سلسلہ کو سلطان کی سختیوں نے ایک حد تک درہم برہم کر دیا۔ اور اگر اس کا جانشین فیروز شاہ بالکل اس کی ضد نہ ہوتا تو اس تحریک کو شاید اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچ جاتا۔ سلطان کے دماغ میں یہ خبط سما گیا تھا۔ کہ ان بزرگوں کو خانقاہوں سے نکال کر حکومت کی طرف سے خدمت سپرد کرنا چاہیے۔ سلطان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ جو خدمت یہ حضرات انجام دے رہے ہیں وہ ہر شخص کا کام نہیں بر خلاف اس کے وہ خود جو خدمت ان کے سپرد کرنا چاہتا تھا وہ ہر شخص انجام دے سکتا تھا۔ شیخ نصیر الدین رحمہ اللہ علیہ کو اس نے جامہ داری کی خدمت سپرد کی۔ کیا یہ حرکت مضحکہ خیز نہ تھی۔ بعض مشائخ کو وہ دہلی سے باہر جا کر تبلیغ کرنے کے لیے کہتا تھا۔ مثلاً حضرت شمس الدین یحیی رحمہ اللہ علیہ کو اس نے حکم دیا کہ کشمیر جا کر تبلیغ کریں۔ شیخ تیار ہو گئے لیکن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے پیر و مرشد حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ ان سے کہہ رہے ہیں کہ تم ہمارے پاس آو۔ ابھی شمس الدین رحمہ اللہ علیہ جانے کا انتظام کر ہی نہ پائے تھے۔ کہ دنبل نکلا اور وفات پاگئے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ تبلیغی اور تربیتی کام مخصوص طریقے اور خاص پروگرام کے تحت کرنا چاہتے تھے۔ نہ کہ سلطان کے احکامات کی تعمیل میں ان کے احتجاج پر سلطان کا مزاج قابو سے باہر ہو جاتا اور وہ بعض اوقات وحشیانہ سزائیں دیتا۔ مولانا فخر الدین زرادی رحمہ اللہ علیہ کا واقعہ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے۔ اور شمس الدین کے واقعہ کی طرح یہ بھی سیر الاولیاء میں موجود ہے۔ ان کو دربار میں لایا۔ وہ بادل نخواستہ گئے۔ سلطان کا دبیر قطب الدین ان کا شاگرد تھا۔ اس نے اپنے استاد کی جوتیاں بغل میں اٹھا کر رکھ لیں۔ سلطان نے کچھ رقم اور کپڑا مولانا کی نذر کیا۔ شاید وہ انکار کرتے لیکن فوراً ہی دبیر نے ان کی طرف سے قبول کر لیا۔ اور لے لیا۔

مولانا کے جانے کے بعد سلطان اپنے دبیر پر ناراض ہوتے ہوئے کہتا ہے۔ "اے مکار تو نے یہ کیا حرکت کی پہلے تو فخر الدین کے جوتے بغل میں لئے اور پھر چاندی اور کپڑا لے کر میری تلوار سے ان کو بچا دیا۔ اور ان کی بلا اپنے اوپر لے لی۔ یہی نہیں بعد کو وہ اس پر افسوس کرتا رہا کہ مولانا اس کے پنجے سے زندہ بچ کر نکل گئے۔

مزید واقعات بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو فضا سلطان کے تشدد اور مظالم نے پیدا کر دی تھی اس کی وجہ سے علمی و ادبی ترقی کے راستہ میں سخت رکاوٹیں پیدا ہو گئی تھیں۔ (معاشرتی و علمی تاریخ)

Marfat.com

سلطان محمد تغلق نے جب ان بزرگوں کے طریقہ کار میں مداخلت کی تو انہوں نے پوری طاقت سے سلطان کی اس روش کی مخالفت کی۔ جو قیمتی وقت سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت میں صرف ہوتا تھا۔ وہ اب اپنی مدافعت میں ضائع ہونے لگا۔ ان کا ذہنی سکون ختم ہو گیا۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی رحمہ اللہ علیہ کے تمام خلفا اور پیروکار حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ رحمہ اللہ علیہ کے علاوہ مختلف علاقوں میں ہجرت کر گئے۔

مزار شریف حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

سلطان محمد تغلق کے عقائد

جب بھی طاغوتی اور بے دین قوتوں نے اسلام کا استحصال کرنے کی کوشش کی تو ایسے وقت ہمیشہ صوفیاء کرام (علمائے حق) میدان عمل میں اتر آئے ۔ اور انہوں نے علمائے سوء کے خلاف ہمیشہ اہل باطل کی کاسہ لیسی سے گریز کیا ۔ بلکہ حضرت شہاب الدین حق گو رحمہ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا ۔ اسی طرح سلطان محمد تغلق نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم اور صوفیاء کرام (علمائے حق) کی توہین کی تو اس وقت کے مشائخ کرام نے اس جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق ادا کیا ۔ ابتداء میں سلطان محمد تغلق کے عقائد نہایت عمدہ تھے ۔ وہ بعد نماز جمعہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے جاتا تھا ۔ کوئی بزرگ شیخ عالم یا سادات میں سے اگر رحلت کر جاتا تو اس کے جنازے میں شریک ہوتا اور نماز جنازہ ادا کرتا ۔ رسوم میں شامل ہوتا ۔ اور متوفی کے بھائیوں اور لڑکوں کو کپڑے دیتا تھا ۔ اور نوازشیں کرتا تھا ۔

مگر بعد میں اہل خوارج سے چند بدباطن (جو مشہور خارجی ابن تیمیہ کے عقائد باطلہ سے متاثر تھے) نے سلطان کے صحیح عقائد بدلنے کے لئے نمایاں کردار ادا کیا ۔

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام "تاریخ فیروز شاہی" کے حوالہ سے لکھتے ہیں "اس بادشاہ کو عنفوان شباب میں جب فہم و ادراک کا آغاز ہوتا تھا ۔ بد مذہب سعد منطقی اور بد اعتقاد عبید شاعر کے ساتھ صحبت و مجالست کا اتفاق ہوا ۔ اور مولانا علم الدین جو فلسفہ کے سب سے بڑے عالم تھے ۔"

بہت عرصہ تک بادشاہ کی خلوت میں آتے جاتے رہے ۔ اور وہ ناجواں مرد جو مرض معقولات میں مستغرق اور مبتلا تھے ۔ اپنی گفتگو اور مباحثہ اور نشست و برخاست کے دوران میں علم معقولات کو جو مذہب اہل سنت و الجماعت سے بے اعتقادی کا ذریعہ اور نبوت کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نقطوں کی تنبیہات کے ضعف و نااستواری کا سبب ہے ۔ سلطان محمد کے دل میں اس طرح پختہ کر دیا کہ منقولات کتب سماوی اور احادیث انبیاء کے لئے جو ایمان کا سرمایہ اسلام کے ستون مسلمانی کا خزانہ اور منبع نجات و درجات ہیں اس کے دل میں کماحقہ جگہ نہ رہی اور جو کوئی چیز معقولات کے خلاف ہوتی وہ اسے نہ تو سنتا اور نہ ہی قبول کرتا ۔

اگر معقولات فلسفہ سلطان محمد تغلق کے دل کو احاطہ نہ کر لیتے اور منقولات آسمانی سے اس کو پورا

Marfat.com

ذوق و شوق ہوتا تو وہ اپنی گوناگوں خوبیوں اور اوصاف کی باوجود ہر گز ایسا نہ کرتا کہ خدائی اور نبوی احکام کے باوجود اور انبیاء اور علماء کے ارشاد کے خلاف مسلمانوں کے قتل کا حکم دیتا۔ لیکن چونکہ معقولات فلاسفہ نے جو قساوت و سنگدلی کا ذخیرہ ہیں اس کے دل پر پورا قبضہ کر لیا تھا۔ اور منقولات کتب سماوی اور احادیث نبوی کے لئے جو رقت اور مسکینت پیدا کرتی ہیں۔ اور آخرت کا خوف دلاتی ہیں۔ اس کے دل میں کوئی جگہ نہ رہی تھی۔ اس لئے مسلمانوں کی سزا دہی اور کلمہ گویوں کا قتل اس کی طبیعت ثانیہ ہو گئی اور یہ جو اس نے اس تعداد میں علماء و مشائخ سادات و صوفیاء قلندروں منشیوں اور سپاہیوں کو سزا دی اس کا باعث علم معقولات کے برے اثرات اور علم منقولات کی کمی تھی (ترجمہ از تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۶۵) انہیں حالات میں سلطان کے دربار مصیں (مشہور خارجی) ابن تیمیہ کے شاگرد العزیز ارد بیلی آئے جو ہمیشہ سلطان کے ساتھ ساتھ رہتے یہ سلطان کے ذہن و دل پر اسی طرح سے اثر انداز ہوئے کہ سلطان ان کا نہایت درجہ معتقد ہو گیا۔ جس کا اندازہ ابن بطوطہ کے اس بیان سے لگ سکتا ہے کہ "ایک بار سلطان نے فرط مسرت سے ان کے قدم چوم لئے تھے" (عجائب الاسفار صفحہ ۱۱۳)

یہی وجہ ہے کہ سلطان محمد تغلق پر ابن تیمیہ کے خارجی عقائد کا اتنا گہرا اثر تھا وہ توہین نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں اس قدر بڑھ گیا تھا کہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہو گیا۔ اور خود اعلان نبوت کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اگر اسے علمائے حق (صوفیاء کرام) کا سامنا نہ ہوتا۔ تو وہ قطعاً اعلان نبوت کر دیتا۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ "اخبار الاخیار" میں حضرت مخدوم مولانا عماد الدین غوری رحمہ اللہ کے ذکر میں لکھتے ہیں۔ "آپ ان مولانا عماد الدین رحمہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے جو سلطان محمد تغلق کے دور حکومت میں مشہور عالم تھے۔

کہتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق نے اپنی حکومت کے غرور کے نشہ میں مولانا عماد الدین سے کہا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کا فیض و کرم ختم ہونے والا نہیں تو نبوت کا فیض کس طرح ختم ہو سکتا ہے۔ اس وقت بھی اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے اور خوارق عادات و معجزات دکھائے تو اس کو نبی تسلیم کرنے میں کونسا امر مانع ہے۔ مولانا نے فی الفور فرمایا کہ پائخانہ نہ کھائیے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟۔

اس پر سلطان مولانا عماد الدین پر اتنا ناراض ہوا کہ جلادوں کو حکم دیا کہ آپ کو ذبح کیا جائے اور زبان کاٹ لی جائے۔ اللہ آپ پر رحمت فرمائے۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "بادشاہ (سلطان محمد تغلق) جس طرح قتلق خاں کی تعظیم کرتا تھا اسی طرح ملک منصور اور اس کے باپ کی بھی تعظیم کرتا تھا۔ ایک بار اس سے یعنی ملک منصور سے کہنے لگا" "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا ہے؟ ۔ جو ہم نہیں کر سکتے ملک منصور کہنے لگا کہ وہ پاک لوگ تھے اور ہم پلید ہیں اسی طرح ایک دن سلطان محمد تغلق نے حضرت خواجہ شہاب الدین حق گو رحمہ اللہ علیہ سے مطالبہ کیا کہ اس کو محمد عادل کہیں ۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں ظالم کو عادل نہیں کہہ سکتا ۔ پھر انہیں حضرت سے کہا کہ نبوت کے خاتمہ کو عقل تسلیم نہیں کرتی ۔ اس فداء نبوت نے فوراً اپنے پاؤں سے جوتی نکال کر سلطان کے منہ پر دے ماری جس کی سزا میں انہیں قلعے کے اوپر سے خندق میں ڈال دیا گیا" ۔

سلطان محمد تغلق نے ابن تیمیہ کے عقائد باطلہ کے تحت دہلی میں بہت سے بزرگوں کی زیارت گاہوں کو نقصان پہنچایا ۔

حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں " دہلی میں بہت سی زیارت گاہیں تھیں دہلی کی اس بربادی کے بعد جو سلطان محمد تغلق کے ہاتھوں عمل میں آئی وہ تمام زیارتیں تباہ ہو کر رہ گئیں ۔ (ترجمہ جوامع الکلم صفحہ ۱۴۳)

سلطان کی ان تمام حرکات میں ابن تیمیہ کے ان عقائد باطلہ کا دخل تھا ۔ جو سلطان کے چند بد مذہب مصاحبوں کے ذریعے اس تک پہنچے تھے (ترجمہ از جوامع الکلم صفحہ ۱۷۵ ۔ نمبر ۲ انوار رضا صفحہ ۲۹۹ ۔ نمبر ۳ انوار رضا صفحہ ۲۹۹) جس کی زد میں شان رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کرنے والے سب شامل تھے ۔

صاحب فتوحات فیروز شاہی لکھتا ہے کہ عام غلط کاروں کی طرح اس سلطان کو بھی موت سے پہلے ضمیر نے ملامت کی اور اپنی غلطی پر نادم ہوا ۔ مگر وقت نکل اور پانی سر سے گزر چکا تھا ۔ بعد میں سلطان فیروز شاہ تغلق نے اس طرح اس کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کی کہ اہل حق کے ورثاء مقتولین یا وہ لوگ جن کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان کاٹ دئے گئے تھے کسی سے معافی مانگ کر کسی کو مال دے کر معافی نامے لکھوائے اور ایک صندوق میں رکھ کر قبر کے سرہانے اس عقیدے سے رکھوا دئے کہ شاید حق تعالیٰ اپنے کرم عام سے معاف فرما دے (فتوحات فیروز شاہی صفحہ ۱۶) ۔

بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی " ہمدردانہ زلیت " کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہو گی ۔ کہ جب تخت بیٹھا تو پدر کش کہلایا ۔ جب تک جیا ظالم اور بے دین کے طعنے سنے مرا تو قبر پر معافی نامے رکھ کر تشہیر کی گئی ۔ تاریخ ہند میں اس کی جگہ متعین کرتے وقت نظر اس ناکامی پر نہیں بلکہ اس جذبہ پر ہونی چاہیے جو اس ناکامی کا سبب تھا ۔

(سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات صفحہ ۳۸۴)

(انوار رضا صفحہ ۳۰۱ ۔ نمبر ۲ انوار رضا صفحہ ۳۰۱ ۔ مطبوعہ شرکت حنفیہ لاہور ۔)

Marfat.com

حضرت مولانا علامہ خواجہ کمال الدین

آپ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ اور بھانجے تھے۔ صاحب مجالس حسنیہ حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ حسن محمد تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کمال الدین کو جب خانہ کعبہ اور روضہ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی زیارت کا شوق ہوا تو آپ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی نے اپنی پوشاک آپ کو پہنائی اور خلافت عطا کر کے وداع کیا۔ حضرت کے فیض سے آپ نے سات حج کئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی زیارت کی حضرت خواجہ کمال الدین رحمہ اللہ علیہ بلند پایہ عالم تھے۔ اسی وجہ سے آپ "علامہ" کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت رحمہ اللہ علیہ نے شرح مشارق حضرت کمال الدین رحمہ اللہ علیہ سے سبق اپڑھی تھی۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے مخدوم جہانیاں جہان گشت رحمہ اللہ علیہ کو اپنی خانقاہ میں ایک حجرہ علیحدہ دے رکھا تھا۔ جس میں آپ رہائش رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شمس الدین اور مولانا جلال الدین بھی حضرت مخدوم کے ہمدرس تھے۔

حضرت خواجہ کمال الدین رحمہ اللہ علیہ کو جمیع علوم میں مہارت حاصل تھی۔ مولانا احمد تھانیسری۔ مولانا عالم پانی پتی۔ تاتار خاں۔ اور مولانا سنگریزہ ملتانی بھی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت رحمہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیخ نصیر الحق والدین نے جو منشور خلافت آپ کو عطا فرمایا تھا۔ وہ شیخ کمال الدین نے تحریر فرمایا تھا اور اس پر اپنے دستخط ثبت کئے تھے۔

آپ نے حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے حکم سے شادی کی جس سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ولادت ہوئی۔

مجالس حسنیہ میں حضرت شیخ جمن رحمہ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے حضرت خواجہ کمال الدین رحمہ اللہ علیہ کے بڑے فرزند شیخ نظام الدین بڑے عالم و فاضل تھے۔ ایک روز آپ کی مجلس میں انہوں نے بڑی عالمانہ بحث کی جس پر آپ نے فرمایا بیٹے جوان تو ہو لو۔ اسی وقت آپ بخار میں مبتلا ہوئے۔ گھر میں گئے اور فوت ہو گئے۔

آپ کے دوسرے بیٹے شیخ نصیر الدین تھے جو صاحب علم و فضل تھے۔ ان کے ایک بیٹے کا نام۔ شیخ

Marfat.com

میراں تھا۔ جو حضرت سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

آپ کے تیسرے بیٹے شیخ المشائخ حضرت خواجہ سراج الدین تھے۔ آپ کی دختر شیخ برہان الدین کے بیٹے سے منسوب تھیں۔ ان سے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہوئی۔

حضرت خواجہ رحمہ اللہ علیہ نے مختلف ممالک کی سیاحت بھی کی۔ اور ان ممالک کے سلاطین نے شرف قدم بوسی حاصل کیا۔ اور بیش بہا تحائف آپ کی نذر کئے۔ جب آپ واپس دہلی تشریف لائے تو سونے اور چاندی کے تحائف سے لدے پھندے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے جب مال و اسباب سے بھرے ہوئے اونٹ دیکھے تو فرمایا شیخ کمال الدین یہ دنیا کہاں سے لے آئے۔ شیخ کمال الدین رحمہ اللہ علیہ نے کہا راستے میں میں نے سنا تھا۔ کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ رحلت فرما چکے ہیں۔ اور حضرت شیخ نصیر الدین سجادے پر بیٹھے ہیں۔ اگر میں خالی ہاتھ گیا تو لوگ کیا کہیں گے۔ لہذا یہ مال و اسباب ساتھ لیتا جاوں۔ تاکہ انہیں علماء پر خرچ کیا جائے۔ اور میں تجرد کی زندگی گزار سکوں۔ محمد تغلق کے ہاتھوں جب دہلی ویران ہوا۔ تو آپ دہلی سے گجرات تشریف لے گئے اور چشتیہ سلسلہ کا فیض گجرات سے پھیلنا شروع ہوا۔ آپ نے ۲۷ ذیقعد ۷۵۶ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کے بعد آپ کی مسند پر آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ شیخ سراج الدین رحمہ اللہ علیہ جلوہ افروز ہوئے۔

سراج السالکین حضرت خواجہ سراج الدین

آپ حضرت خواجہ علامہ کمال الدین رحمہ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ کی دعا سے پیدا ہوئے۔ اور چار سال کی عمر میں حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔

علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد گرامی کے ہاں کی۔ مجالس حسنیہ میں ہے کہ "حضرت شیخ سراج الدین رحمہ اللہ علیہ نے علم دین کی طلب میں چالیس سال مجاہدہ کیا۔ اور علامہ احمد تھانیسری، مولانا عالم پانی پتی اور مولانا سنگریزہ سے استفادہ کیا۔ صاحب مجالس حسنیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت مخدوم سید جلال الدین (جہانیاں جہان گشت) رحمہ اللہ علیہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد دہلی تشریف لائے اور علماء کی ایک محفل میں جس میں شیخ سراج الدین رحمہ اللہ علیہ بھی شامل تھے تشریف لے گئے۔ اس وقت تک آپ کا شیخ سراج الدین سے تعارف نہیں ہوا تھا۔ گفتگو کے دوران حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ علیہ نے علماء کے سامنے کچھ علمی سوال رکھے۔ جن کا جواب شیخ سراج الدین نے دیا۔

Marfat.com

محفل برخاست ہونے پر حضرت مخدوم جہانیاں نے کسی سے دریافت فرمایا کہ یہ مرد عالم کون ہیں ۔ جب انہیں بتایا گیا کہ یہ حضرت شیخ کمال الدین رحمہ اللہ علیہ کے فرزند ہیں ۔ تو حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ علیہ حضرت سراج الدین رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور علمی مباحثہ کے سلسلہ میں آپ سے معذرت چاہی ساتھ ہی کہا کہ میں آپ کے والد بزرگوار کے شاگردوں میں سے ہوں ۔ اور حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے جو منشور خلافت عطا فرمایا تھا وہ آپ کے والد بزرگوار کے قلم کا تحریر کردہ ہے ۔ یہ سن کر حضرت شیخ سراج الدین رحمہ اللہ علیہ نے بھی معذرت چاہی اور فرمایا کہ سبحان اللہ وہ کیسی عجیب صحبت تھی ۔

شعر و شاعری

آپ (حضرت شیخ سراج الدین رحمہ اللہ علیہ) صاحب دیوان شاعر تھے ۔
آپ کا ایک شعر ملاحظہ ہو ۔

بار دیگر ہم ہمیں گوید سراج
قبلہ مانیست الا روئے یار

شادی اور اولاد ۔

آپ کی شادی شیخ المشائخ یحیٰی بن شیخ لطیف الدین کی دختر سے ہوئی تھی ۔ ان سے پانچ فرزند اور ایک دختر متولد ہوئے ۔

بڑے صاحبزادے شیخ معین الدین رحمہ اللہ علیہ
دوسرے صاحبزادے شیخ علم الدین رحمہ اللہ علیہ
تیسرے صاحبزادے شیخ محمد رحمہ اللہ علیہ
چوتھے صاحبزادے شیخ مجد الدین رحمہ اللہ علیہ
پانچویں صاحبزادے شیخ سعد الدین عرف شیخ خواجہ رحمہ اللہ علیہ

دختر کا نام مفخر النساء بی بی مریم تھا ۔ قرآن تھیں آپ کا نکاح سلطان سید احمد کبیر رحمہ اللہ علیہ کے نواسہ سے ہوا تھا ۔ ان میں سے ہر ایک صاحب علم و فضل تھے ۔

حضرت شیخ سراج الدین رحمہ الہ علیہ سے اکثر خوارق عادات کا ظہور ہوتا تھا جس سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی تھیں ۔ اور وہ آفات و طلسمات سے محفوظ رہتے تھے ۔ آپ میں سخاوت مبالغہ کی حد تک تھی ۔ مہمانوں کے بغیر کبھی کھانا تناول نہیں فرماتے تھے ۔ جماعت خانہ میں علماء و صلحا اور صوفیاء کا اکثر مجمع رہتا اور ہر وقت علم و ارشاد کا سلسلہ جاری رہتا ۔

وصال

صاحب مجالس حسنیہ لکھتے ہیں ۔ کہ "کچھ روز سے شیخ الاسلام سراج الملتہ والدین ملول و

Marfat.com

رنجیدہ تھے۔ ایک دن شیخ علم الدین کو بلایا اور ان سے کہا۔ کہ ملائکہ آئے تھے اور میرے اعمال پر غور کر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ میرے گناہ عارضی تھے جن سے توبہ کر لی ہے۔ شیخ علم الدین نے پوچھا اور کیا باتیں ہوئیں۔ شیخ سراج الملتہ والدین نے فرمایا جو پیش آیا تھا وہ بتا دیا پھر کہا۔"

"وقد ادمر باظہار انعمات التی وھن ربی وقر یا لیت قومی یعلمون بماغفرلی ربی و جعلنی من المکرمین۔"

ترجمہ "وہ انعامات ظاہر کئے جائیں جو رب نے عطا کئے ہیں کاش میری قوم جان لیتی کہ رب نے مجھ پر کیا انعامات فرمائے ہیں۔"

آپ جمعرات کو بوقت عشاء ۲۱ جمادی الاول ۸۱۷ ھ میں دار البقا کو سدھارے۔

مزار مبارک قلعہ نہر والا (پٹن گجرات) میں ہے۔

جانشین

آپ کے وصال کے بعد آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت شیخ علم الحق محمد مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے اور انہوں نے آباد اجداد اور مشائخ کی سنت کو زندہ رکھا۔

حضرت خواجہ علم الدینؒ علم الحق

آپ حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ علیہ کے بعد ان کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے اپنے علوم ظاہری و باطنی اپنے والد محترم سے حاصل کئے۔ اور اپنے والد کے ہی مرید و خلیفہ ہوئے۔ آپ کو حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ سے بھی اجازت حاصل تھی۔

آپ کو مشائخ چشت سے نہایت عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے آباو اجداد اور مشائخ چشت کی سنت کو کماحقہ جاری رکھا۔

مجالس حسنیہ میں درج ہے۔ کہ آپ کی والدہ مفخو النساء جو فرماتیں وہی ہو جاتا۔ ایک روز حضرت شیخ علم الحق والدین رحمہ اللہ علیہ سے فرمایا۔ کہ میرے چراغ چشم شیخ علم و الحق والدین کو ان کے فرزند حضرت شیخ راجن روشن کریں گے۔ قطب ربانی حضرت شیخ حسن محمد فرماتے ہیں کہ۔ مفخو النساء نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

آپ سے کشف و کرامات کا کافی ظہور ہوتا تھا۔

نمبر ۲ صاحب تاریخ مشائخ چشت صاحب شجرہ الانوار کے حوالے سے ایک کرامت کا ذکر کرتے ہیں۔ کہ

Marfat.com

"حضرت شیخ را کرامتے بود ہر کہ از کافراں و فاسقاں و منکراں یک بار در صحبت او ——— ——— نشستے واز و کلام شنیدے و باہم مکلم گشتے از افعال مذموم خود متنبہ گشتہ و توبہ نمودہ مرید اوشدے۔"

ترجمہ "حضرت شیخ (علم الحق والدین رحمہ اللہ علیہ) کی یہ کرامت تھی۔ کہ جو کوئی بھی کافر و فاسق اور منکر دین آپ کی صحبت میں بیٹھتا آپ کی گفتگو سنتا اور آپ سے ہمکلام ہوتا وہ اپنے گناہوں پر متنبہ ہوتا اور توبہ کر کے آپ کے حلقہ مریدین میں شامل ہو جاتا۔

آپ نے ۲۶ ماہ صفر المظفر کو رحلت فرمائی مزار قلعہ نہر والہ (پٹن گجرات) میں ہے۔

اپنے والد ماجد حضرت خواجہ علم الدین علم الحق رحمہ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور ان کے وصال کے بعد ان کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ سلسلہ سہروردیہ میں شیخ المشائخ حضرت قادن رحمہ اللہ علیہ سے بھی نسبت تھی۔ نیز ایک خرقہ خلافت شیخ ابی الفتح مرید و خلیفہ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ سے بھی حاصل تھا۔

روایت ہے کہ حضرت شیخ راجن نے احمد آباد رحلت فرمائی تھی۔ پانچ ماہ تک آپ وہیں مدفون رہے تھے۔ بعد میں یہاں سے پٹن والانہر گجرات (دکن) میں آپ کا مزار بنا۔ آپ کا وصال مبارک بروز جمع المبارک ۲۲ صفر المظفر ۹۰۰ھ میں ہوا۔

"صاحب مخزن چشت" خواجہ امام بخش مہاروی تحریر فرماتے ہیں۔ جو شخص بھی کسب فیض کے لئے شیخ محمود راجن کے پاس آتا۔ آپ اسے دینی علوم کی طرف لگاتے اور اگر اس میں علم کی طرف رغبت دیکھتے تو اس پر بے شمار انعامات کرتے نقدی نقدی اور کتابیں بھی عطا فرماتے۔ علوم دینی حاصل کرنے کے بعد جو شخص آپ کا مرید ہو جاتا۔ اسے قلیل مدت میں بغیر مجاہدہ کے اعلیٰ درجات تک پہنچا دیتے۔ بعض افراد تو ایسے بھی آئے۔ جنہیں مرید کر کے بغیر زیادہ دن اپنے پاس رکھے ہی خرقہ خلافت اور اجازت بیعت عطا فرمادی۔ آپ کے سامنے اگر کوئی مرشد کا نام لیتا تو آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہنے لگتے۔ بے خودی طاری ہو جاتی۔ اور کافی دیر بعد پہلی حالت عود کر آتی۔ شیخ محمود راجن رحمہ اللہ علیہ کشف و کرامات کو چھپاتے۔ مستجاب الدعوات ایسے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے طلب فرماتے یا زبان مبارک سے فرمادیتے بارگاہ ایزدی میں قبول ہوتا ہے۔

("مخزن چشت" از خواجہ امام بخش مہاروی صفحہ ۱۷۳

حضرت خواجہ جمال الدین عرف جمن

آپ اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمود راجن رحمہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ علوم ظاہری و باطنی انہی سے حاصل کئے۔ "مرآت السالکین" میں ہے کہ آپ صاحب معرفت اہل شریعت اور متبحر عالم تھے۔ ہمیشہ ذکر الہٰی میں مشغول رہتے تھے۔

Marfat.com

حضرت شیخ احمد کھٹو رحمہ اللہ علیہ نے بھی آپ کو خاندان مغربیہ کی خلافت و اجازت سے نوازا تھا ۔ سماع کا بڑا ذوق تھا ۔

صاحب دیوان شاعر تھے ۔ مدیر "ماہنامہ" "المعین" شمارہ ستمبر ۱۹۸۴ء کے مطابق ۹ ربیع الاول ۹۴۰ھ میں دشمنان اسلام نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا ۔ مزار شریف احمد گجرات کے محلہ شاہ پور میں دریائے سانبھر کے کنارے زیارت گاہ خلائق ہے ۔

صاحب تکملہ سیر اولیاء کے مطابق "حضرت شیخ جمن بن شیخ راجن نے ۲۰ ذی الحجہ کو رحلت فرمائی اور اپنے بزرگوار کے قریب دفن ہوئے ۔

مجالس حسنیہ میں ہے کہ جب شیخ نصیر الدین ثانی (عرف شیخ خواجہ) رحمہ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی ۔ تو حضرت شیخ جمن رحمہ اللہ علیہ ان کے دونوں بیٹوں شیخ احمد و ابو محمد اور ان کی والدہ کو سلطان محمود (چاپانیر) کے پاس اجراء وظیفہ کے لئے لے کر گئے ۔ اور چند روز چاپانیر میں رہے ۔ شیخ نصیر الدین کی اہلیہ مفخو النساء نے حضرت شیخ جمن سے کہا کہ میں یہاں تنگ آ گئی ہوں ۔ احمد آباد چلنا چاہئے ۔ حضرت شیخ جمن نے فرمایا کہ بادشاہوں کے کام بڑے مشکل ہوتے ہیں ۔ لوگ تو چھ چھ ماہ انتظار میں گزار دیتے ہیں ۔ آپ چند روز میں عاجز آ گئیں بعد میں مفخو النساء نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ نصیر الدین تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو مشکل میں ہے ۔ بزرگوں کی ارواح کے لئے کندوری دے تاکہ مشکل حل ہو جائے ۔ کندوری کی تفصیل یہ ہے ۔ جیسا کہ بزرگوں سے منقول ہے ۔

"دہ نیم آثار آرد ۔ دہ نیم آثار گوشت ۔ سوا دو اثار روغن زرد گلو میں پکا کر بزرگوں کی ارواح کو پہنچانے سے کام جلد ہو جاتا ہے"

آپ جب خواب سے بیدار ہوئیں ۔ تو حضرت شیخ جمن کو یہ خواب بیان کیا ۔ یہ جمعہ کا دن تھا ۔ اس دن سلطان کسی سے ملاقات نہیں کرتا تھا ۔ تاہم فخر النساء نے حسب فرمان اپنے دونوں بیٹوں کو سلطان کی طرف روانہ کیا اور خود کندوری پکانے میں مصروف ہو گئی ۔ جوں ہی شیخ جمن سلطان محمود کے مکان پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سلطان محمود تین آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہے ۔ شیخ نے برخورداروں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں سلطان کو خبر کرتا ہوں ۔ حضرت شیخ جمن تشریف لے گئے سلطان محمود کے خدمت گاروں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ کیسے تشریف لائے ۔ وہاں ایک کنیز بھی تھی وہ بولی شیخ نصیر الدین رحلت فرما گئے ہیں ۔ اور ان بچوں کو ہمراہ لے کر خبر کرنے آئے ہیں ۔ بندگی شیخ جمن بچوں کو ہمراہ لے کر سلطان کے کے پاس گئے ۔ سلطان نے دریافت کیا کہ یا شیخ یہ بچے کہاں سے آئے ہیں ۔ حضرت شیخ جمن نے کہا کہ بندگی حضرت شیخ نصیر الدین رحلت فرما چکے ہیں ۔ یہ بچے ان کے ہیں ۔ سلطان محمود نے تاسف کا اظہار کیا ۔ اور کہا کہ مجھے ان سے ملاقات

کا بڑا اشتیاق تھا۔ لیکن افسوس کہ ملاقات نہ ہو سکی۔ بعد میں دریافت کیا کہ حضرت شیخ کا وظیفہ کتنا تھا۔ شیخ جمن نے بتایا کہ ایک ہزار دو سو تنکہ۔ شیخ جمن نے کہا کہ شیخ نصیر الدین گوشہ نشین تھے۔ وہ اپنے اوپر کچھ صرف نہیں کرتے تھے۔ ان دنوں دستور تھا۔ کہ بعد رحلت نصف وظیفہ مقرر کیا جاتا تھا۔ لیکن سلطان محمود نے ملک الملک سے فرمایا کہ تمام وظیفہ ادا کیا جائے۔ حمید الملک نے عرض کیا کہ یہ بزرگ زادہ ہیں۔ انہیں پڑھنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ملازمت حاصل کریں۔ اس طرح ان کا پڑھنا ختم ہو جائے گا۔ سلطان نے کہا کہ انہیں وظیفہ دے دو اور اسی مقدار میں جتنا مقرر تھا۔ حمید الملک کا قاعدہ تھا کہ وہ سلطان کے فرمانے پر اس وقت تک عمل نہیں کرتا تھا۔ جب تک دوسرا پروانہ جاری نہ کر دیا جاتا۔ اس وقت مجلس میں ملک یوسف موجود تھے انہوں نے حمید الملک سے کہا کہ بادشاہ کا فرمان ہو چکا ہے۔ لہٰذا ان کا مقررہ وظیفہ ان کو ادا کر دینا چاہئے۔ چنانچہ حمید الملک نے تعمیل کی اور حضرت شیخ جمن واپس آگئے۔ واپس آئے تو طعام تیار تھا۔

قطب الاولیاء حضرت شیخ حسن محمد فرماتے تھے۔ کہ مشکل کام کو آسان کرنے کے لئے یہ طعام (کندوری) اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

حضرت شیخ المشائخ الموسوم بہ محمد المعروف شیخ حسن محمد

آپ ۹۲۳ھ میں احمد آباد (دکن) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ احمد عرف میاں جیو تھا۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین علامہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ "مرآۃ سالکین" میں ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے۔ اور آپ نے اپنے والد ماجد کی زندگی میں شہرت عظیمی حاصل کر لی تھی۔ بارہ برس کی عمر میں حضرت خواجہ جمال الدین جمن کے مرید ہوئے۔ اور اٹھارہ برس کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کر کے ان کے خلیفہ بنے۔

آپ کو سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد کی طرف سے بھی خلافت حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں مختلف بزرگان سلاسل سے خلافت و اجازت حاصل کی۔

تصانیف

آپ کی تصانیف کی تعداد چالیس ہے۔ جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

١ تفسیر محمد
٢ تقسیم الاوراد
٣ رسالہ چار برادران
٤ حاشیہ تفسیر بیضاوی
٥ حاشیہ قوت القلوب

Marfat.com

۶ حاشیہ بر شرح مطالعہ

۷ حاشیہ نزہت الارواح

اکتالیس برس مسند ارشاد پر فائز رہنے کے بعد انسٹھ (۵۹) سال کی عمر میں ۲۸ ذیقعدہ ۹۸۲ ھ میں وصال فرمایا۔

مزار پر انوار احمد آباد گجرات کے محلہ شاہ پور میں ہے۔

جانشین

آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت خواجہ محمد مسند نشین ہوئے۔

(ماہنامہ المعین شمارہ ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۲) (تکملہ سیر الاولیا صفحہ ۹۶ مترجم شہاب دہلوی۔) (ماہنامہ المعین شمارہ ستمبر ۱۹۸۴ء)

قطب الاولیا شیخ حسن محمد فرماتے ہیں کہ سید محمود خواجہ گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ جو شخص صوفی بننا چاہتا ہے۔ اسے چاہئے کہ ہر روز ہزار بار سورہ اخلاص اور ہزار بار درود شریف پڑھا کرے۔ (تکملہ سیر الاولیاء صفحہ ۷۰ مترجم شہاب دہلوی)

حضرت خواجہ شمس الدین محمد حامد

آپ کا نام شمس الدین اور لقب محمد ہے۔ حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو قطب کا لقب دیا تھا۔

حضرت شیخ محمد نے اپنے والد بزرگوار سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی علوم و کمالات کا جامع بنایا تھا۔ آپ نے بیالیس (۴۲) کتب تصانیف فرمائیں۔ اور تفسیر محمدی بھی آپ نے مرتب فرمائی۔

منقول ہے۔ کہ حضرت شیخ حسن محمد نے حضرت شیخ محمد سے فرمایا کہ تم نے تفسیر لکھی ہے۔ اور اس کا نام تفسیر محمدی رکھا ہے۔ خیال رہے کہ اس تفسیر میں کسی اہل دنیا بادشاہ کا نام نہ آنے پائے۔ تم نے یہ کام حق تعالیٰ کے لئے کیا ہے۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فیض تمہارے شامل حال رہا ہے۔ آپ نے قاضی قدس سرہ کی تفسیر پر حاشیہ لکھا ہے۔

آپ سے بہت زیادہ کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کے ارشاد کردہ چند نکات درج ذیل ہیں۔ رسالہ الہامات مین آپ لکھتے ہیں • کہ جب طالب کو یاد حق میں لذت حاصل ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس بات پر مکمل اعتماد کرے کہ اس نے یہ لذت خدا کے فضل سے حاصل کی ہے۔ اور سمجھ لے کہ اگر اس لذت کے حصول میں تمام عمر صرف کر دیتا تو اس کا حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ طالب کو چاہئے کہ جو کچھ مجاہدہ سے ظاہر ہو اس پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ اس سے بہتر کا خواہش مند

Marfat.com

ہو اور جو کچھ ظاہر ہو اس کا ذکر سوائے اپنے مرشد کے کسی سے نہ کرے۔

ایک نکتہ یہ بیان فرمایا کہ عشق کی علامت یہ ہے کہ بغیر حق جو کچھ ہو وہ جل کر خاک ہو جائے یہاں تک کہ ذات طالب بھی سوختہ ہو جائے۔ یعنی خود کو فراموش کر دے۔

وصال

آپ کا وصال بوقت شب بروز یک شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۱۰۴۱ھ میں ہوا۔

(تکملہ سیر الاولیاء صفحہ ۹۵ و ۹۶۔ ترجمہ مسعود الحسن شاب دہلوی)

حضرت شیخ محی الدین ابو یوسف یحییٰ چشتی مدنی

آپ کا لقب محی الدین کنیت ابو یوسف اور نام یحییٰ مدنی الچشتی ہے۔ آپ حضرت شیخ کمال الدین علامہ رحمہ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔

۲۰ رمضان المبارک ۱۰۱۰ھ میں احمد آباد (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ بیس سال کی عمر میں علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کر لیا۔

آپ نے اپنے جد امجد شیخ محمد سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ اور سجادہ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور تزکیہ باطن میں مصروف رہنے لگے۔ اور خاص و عام سب آپ سے عقیدت و محبت کرتے تھے۔

اورنگزیب عالمگیر کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ جب وہ گجرات کی صوبہ داری پر معمور تھا۔ تو اس نے آپ کی خدمت میں منع کرنے کے باوجود حاضری دی۔ آپ نے اسے تخت نشین ہونے کے بعد "دین محمدی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم" کی ترویج و اشاعت کرنے کی پیشین گوئی کی تھی۔
دور شہزادگی میں اونگزیب دو سو روپے سالانہ آپ کی نذر بھیجا کرتا تھا۔ اور تخت نشین ہونے کے بعد ہر سال ایک ہزار روپے بطور نذرانہ عقیدت بھیجنے لگا۔

سماع پر جب مرزا باقر محتسب نے شیخ علیہ الرحمہ کے مچلکے لئے تو اورنگزیب نے آپ سے معزرت کی اور محتسب کو تنبیہ کی کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرے۔ آپ کا ایک خط مکتوبات کلیمی میں درج ہے۔ جو سماع سے متعلق آپ نے اورنگزیب کے نام لکھا تھا۔

"از جانب شیخ یحییٰ سلام برسد از آنجا کہ سماع قوت صالحانست منع کردن راہم وجہے ندارد۔ والسلام۔"

● ترجمہ شیخ یحییٰ کی جانب سے سلام پہنچے۔ سماع نیک لوگوں کی غزا ہے۔ اس سے روکنے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ والسلام۔

(تکملہ سیر الاولیاء صفحہ ۲ و ۳ تاریخ مشائخ چشت از خلیق نظامی)

شغل سرمدی

حضرت شیخ کلیم اللہ رحمہ اللہ علیہ نے مرقع شریف میں یہ حکایت بیان فرمائی ہے کہ ابتدائے حال میں میں راہ سلوک کی طلب میں ایک بزرگ کے پاس گیا اس وقت بھی میری یہ حالت تھی کہ مشغولیت سے یکسر خالی نہ تھا۔ بلکہ مشغولیت ایک جہت سے مجھے حاصل تھی۔ لیکن چونکہ طلب و شوق کی فراوانی تھی اور ھل من مزید کی فکر میں تھا۔ اس لئے ان بزرگ سے رجوع کیا۔

انہوں نے فرمایا کہ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ شغل سرمدی یعنی شغل دوام میں مشغول ہو جاو۔ (جو ہر ان اور ہر لحظہ طاری رہتا ہے) اسے جوگ میں انہد کے نام سے موسوک کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس کی ترکیب بتایئے۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں کانوں میں انگلی دے کر بند کر لو اور دل میں یہ تصور جماو کہ گویا دماغ میں ایسی آواز آرہی ہے جیسی پانی کے اوپر سے گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس آواز کو پوری توجہ سے سنو اور ایک لحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہو۔ جب اس میں پختگی پیدا ہو جائے تو انگلی کو تھوڑا سا ہٹا کر دیکھو کہ آیا وہ آواز سنائی دیتی ہے یا غائب ہو جاتی ہے اسی طرح یہ کوشش کرتے رہو انگلی ہٹانے کے بعد بھی وہ آواز تمہیں سنائی دے اور دنیا کا شور و غل اس میں مزاحم نہ ہو بلکہ صوت سرمدی تم پر غالب آجائے۔ اس سے تمہارے قلب کے اندر ایسا ذوق و شوق پیدا ہو گا۔ کہ بیان سے باہر ہے۔

میں نے اس بزرگ کے سامنے انگلیوں سے کان بند کر لئے اور فی الواقعہ وہی آواز سنی جس کا ذکر انہوں نے کیا تھا۔ کچھ دیر تک یہی عمل کرتا رہا۔ آخر میں نے کہا کہ حضرت میرا مقصود کب حاصل ہو گا۔ جس کی طلب میں سراپا ذوق بن چکا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت میاں میر لاہوری اور ان کے اصحاب یہی شغل کیا کرتے تھے۔ اور اسی صوت سرمدی کو حضرت حق کہا کرتے تھے۔ میں چونکہ طالب علم تھا اور میں نے تمام کتب متداولہ کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ اس لئے ان کی اس بات سے مجھے بہت کوفت ہوئی (تکملہ سیر الاولیاء صفحہ ۹۷) اس شغل کو میں نے ترک کر دیا۔ جب میں مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے شیخ یحییٰ مدنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ان سے ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ شغل مشترک ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے طبیعت میں جماو پیدا ہوتا ہے۔ اور آدمی ہر کام سے آزاد ہو کر یکسوئی حاصل کرتا ہے۔ اس آواز سے سالک اور مقصود حقیقی کے درمیان رابطہ مظبوط ہوتا ہے۔ اور اس سے ایسی مستی و بے خودی پیدا ہوتی ہے کہ مقام فنافی الفنا حاصل ہوتا ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ حق یہی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں اطلاق کے ساتھ مشابہت ہے۔ ورنہ بمصداق آیت "لیس کمثلہ شی و ھو السمیع العلیم" (حق تعالیٰ کی نہ مثل ہے نہ مثال وہ سمیع علیم ہے)

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے خواب میں آپ سے فرمایا۔ اے یحییٰ ہمارا دل

چاہتا ہے کہ تم ہمارے پاس مدینہ میں رہو ۔ اس بشارت کے بموجب آپ گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے ۔ راستے میں جوں جوں دن گزرتے جاتے آپ کو سونے اور کھانے کی خواہش ختم ہوتی جاتی تھی ۔ مدینہ منورہ میں ہی ۲۸ صفر ۱۱۰۱ھ میں وصال فرمایا ۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقبرے کے متصل سپرد خاک کیے گئے ۔

آپ کے ملفوظات مفتاح الکرامات کے نام سے محمد فاضل بن شیخ فیروز نے ترتیب دیے تھے ۔

تاریخ وصال اس شعر سے نکلتی ہے ۔

در مدینہ شیخ یحییٰ بست و ہشتم از صفر

گرد آہنگ سفر در وصل حق شد کلراں

(بمطابق تکملہ سیر الاولیاء تاریخ وصال ۲۸ صفر ۱۱۲۲ھ اور عمر ۱۱۲ سال ہے ۔)

تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۳۸۳ ۔ ۲ تکملہ سیر الاولیا صفحہ ۱۰۰ حاشیہ ۔

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادی

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے ۔ آپ کے والد ماجد کا نام نور اللہ بن شیخ احمد تھا ۔

آپ کے اسلاف ہندوستان کے مشہور معمار خاندان تھے ۔ تاج محل آگرہ لال قلعہ دہلی جامع مسجد دہلی محل نواب آصف خاں لاہور قلعہ جات شمشیر گڑھ حسن ابدال ۔ اور مقبرہ دلراس بانو بیگم اورنگ آباد انہیں بزرگوں کے تعمیری شاہکار ہیں ۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ بمطابق ۱۶۵۰ھ میں ہوئی ۔

آپ نے خود ایک مکتوب میں اپنی ولادت کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے ۔

"بست و چہارم جمادی الثانی مولد فقیر است و تاریخ تولد فقیر غنی است"

(۱۰۶۰ = ۱۰ + ۵۰ + ۱۰۰۰)

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت نہایت احسن طریق پر ہوئی ۔ جس کے متعلق صاحب تکملہ سیر الاولیاء لکھتے ہیں ۔

"در ایام جوانی بہ تحصیل علوم مشغول بودند و کمال علم کردہ بودند

آپ کے اساتذہ میں شیخ برہان الدین المعروف شیخ بہلول اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے تایا شیخ ابو الرضا ہندی شامل تھے ۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ ایک مجذوب کی راہنمائی پر طلب شیخ کے اشتیاق میں حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمہ اللہ علیہ کی طرف مدینہ منورہ روانہ ہو گئے ۔ آپ کے اس جذبہ شوق نے اتنی مہلت بھی نہ دی ۔ کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت طلب فرمالیتے ۔ آپ نے نہایت مشکلوں سے ایک طویل مسافت طے کی اور حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمہ اللہ علیہ کے قدموں میں جا پہنچے ۔ اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی ۔ کچھ عرصہ آپ حجاز میں مقیم رہے اور پھر حجاز سے بوقت روانگی حضرت یحییٰ مدنی رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے نوازا ۔ اور ظاہری و باطنی نعمت سے سرفراز فرمایا ۔

شیخ کامل کے حکم سے آپ دہلی تشریف لائے ۔ اور یہاں بازار خانم میں حلقہ درس و تدریس شروع کیا ۔ بہت جلد آپ کی شہرت پورے ملک میں پھیل گئی ۔ اور طلباء دور دراز سے علم کی پیاس بجھانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے ۔

"بسیارے طلبائے علم امدہ سکونت کی نمودند و سبق کتب ہای خوانند و نان و پارچہ نیز از سرکار می یافتند"

ترجمہ "بہت سے طلباء ان کی خدمت میں آکر رہتے اور علم حاصل کرتے تھے ۔ ان کو کھانا اور کپڑا بھی سرکار سے ملتا تھا ۔

آپ حدیث شریف کا درس نہایت شوق سے دیتے تھے ۔ ایک مرتبہ حضرت مرزا مظہر جانجان شہید رحمہ اللہ علیہ آپ سے ملنے گئے تو آپ مدرسہ میں صحیح بخاری شریف کے درس میں مشغول تھے ۔

آپ نے ہمیشہ توکل کی زندگی بسر کی دہلی میں آپ کی مالی حالت اچھی نہ تھی ۔ مگر توکل اس قدر تھا ۔ کہ فرخ سیر بادشاہ نے بہت کوشش کی شاہصاحب شاہی خزانہ سے کچھ قبول فرمالیں ۔ مگر شاہ صاحب نے ہر بار انکار کیا ۔ آپ امراء و سلاطین کی نذریں اور جاگیر نامے تک قبول نہ فرماتے تھے جمعہ کی نماز آپ جامع مسجد میں پڑھتے تھے ۔ جہاں بادشاہ بھی موجود ہوتا تھا ۔ مگر شاہ صاحب کا اس قدر رعب تھا ۔ کہ ان کی اجازت کے بغیر بادشاہ کو بات کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی ۔

آپ دشمنوں اور مخالفوں سے بھی کبھی ناراض نہ ہوتے تھے ۔ اور اپنے مریدوں کو بھی ہدایت فرماتے کہ لوگوں کی ہر جفا برداشت کریں ۔ اور لب نہ ہلائیں ۔ فرماتے تھے کہ ہمارا کام دلوں کو ایک جگہ کرنا ہے ۔ اس میں جس قدر بھی مشکلات آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہئے ۔

آپ کے مکتوبات جو حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمہ اللہ علیہ کے نام ہیں بڑی قدر قیمت کے حامل ہیں ۔ یہاں ان میں سے ایک مکتوب درج کیا جاتا ہے ۔ جو دس فقروں (باتوں)

Marfat.com

مشتمل ہے ۔ اور طالبان راہ سلوک کے لئے ایک دستور العمل ہے ۔

ہر قسم کے تغیرات سے خدا آپ کو محفوظ رکھے تاکہ آپ شریعت و حقیقت کا اہتمام کریں ۔
پھر فرماتے ہیں

"اے بھائی اس خط کو اپنا دستور العمل سمجھو اور اس کی تعمیل میں کمال احتیاط سے کام لو تاکہ کوئی چیز رہ نہ جائے اور افراط و تفریط کا باعث نہ ہو حدود شریع ہاتھ سے نہ نکل جائیں ۔ ان احکام کو میں دفعات کی صورت میں تحریر کرتا ہوں ۔ اللہ کی اس پر رحمت ہو جس نے تقوی کیا وہی سمیع و بصیر ہے ۔ پہلی بات یہ ہے کہ حصول خیر کو مقصود بناؤ ۔ خیر سے مراد وہ تمام امور ہیں جن کا تعلق سالک سے ہے سالک کی بقا حق تعالیٰ سے ہے اور اس کا قیام حق تعالیٰ کی بقا سے ہے ۔ جس کے ساتھ اسے ہمیشہ منسوب رہنا چاہئے ۔ اس بات کو ہمیشہ مد نظر رکھو ۔ مزید تشریح اس خط میں نہیں کی جا سکتی ۔"

دوسری بات یہ ہے کہ حصول خیر میں کوئی ایسی بات روا نہ رکھی جائے ۔ جو (تکملہ سیر الاولیا مترجم شہاب دہلوی صفحہ ۱۰۷) للہیت پر نہیں بلکہ نفسانیت پر مبنی ہو ۔ ورنہ اس شراب کا خمار باعث ادبار ہوگا ۔

تیسری بات یہ ہے کہ تغیر لباس کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔ پس جو کچھ پہنا جائے یا کھایا جائے یا پیا جائے وہ حظ نفس کے لئے نہیں ہونا چاہئے بسا اوقات ایک صوفی کو لباس فقر سے شرم آتی ہے ۔ ممکن ہے تم کو اس سے شرم نہ آتی ہو ۔ یا اس شخص کو جس کے سامنے تم ایسا لباس پہن کر جاتے ہو وہ اس میں مضائقہ نہ سمجھے ۔ لیکن اگر ایسا نہیں اور تمہیں لباس فقر سے عار ہے ۔ تو تم عجیب فقیر ہوئے ۔ اور جس کے پاس جاتے ہو اسے اس لباس پر اعتراض ہے ۔ تو تم اس کے پاس جاتے ہی کیوں ہو ۔ اور اس کی محبت ترک کیوں نہیں کر دیتے

چوتھی بات یہ ہے کہ اژدھام خلق موجب شکر الٰہی ہے ۔ اور رجوع خلق اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے ۔ اس سے بیزار نہیں ہونا چاہئے ۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص تم سے بیعت کرے تو اسے فوراً تلقین و ارشاد کی اجازت نہ دی جائے ۔ اپنے اوپر اس کا قیاس نہ کرنا کیوں کہ یہ اور راز ہے ۔

چھٹی بات یہ ہے کہ چونکہ خلافت کی استعداد کا انحصار کثرت ذکر اور مراقبات و مشاہدات پر ہے لہٰذا مرید کو اس مقام پر پہچانا چاہئے ۔ اگر علم ظاہری بھی اس کو حاصل ہے ۔ تو یہ بہت اچھی بات ہے ۔ اس کے بعد بسم اللہ کر کے اس کو خلافت دے دو ۔

ساتویں بات یہ ہے کہ چند فقراء کے ساتھ علیحدہ ہو کر رہنا چاہئے ۔ اور عام لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے ۔ جو فتوح (غیب سے) حاصل ہوں انہیں فقراء میں تقسیم کر دینا چاہئے ۔ جس روز

کوئی چیز حاصل ہو اسے غنیمت سمجھنا چاہئے ۔ کیوں کہ فقر و فاقہ میں عظیم الشان تاثیر ہے ۔ اس بات کو وہی سمجھے گا جسے سمجھ ہے ۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود کو ہر کس و ناکس کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے احباب و مریدین جو اس مسئلہ کو سمجھنے کی استعداد رکھتے ہیں ۔ ان کے ساتھ رمز و کنایہ میں بات کرنی چاہئے ۔ اگر وہ اس بات کو سمجھتے ہوں تو اس کی مزید وضاحت بھی کر دینی چاہئے ۔ ورنہ کنایات ہی کافی ہیں ۔

نویں بات یہ ہے کہ امراء سے رسمی ملاقات ہونی چاہئے ۔ ان سے قطع تعلق بھی کیا جا سکتا ہے ۔ اگر ان میں سے بعض کے ساتھ تعلقات کا سلسلہ رکھا جائے ۔ تو کوئی حرج بھی نہیں ۔

دسویں بات یہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے مابین باہم صلح کا رابطہ رکھنا چاہئے ۔ اگر ان دونوں فرقوں میں سے کوئی فرقہ تمہارے ساتھ اعتقاد رکھے تو اس کو ذکر و فکر اور مراقبہ کی تعلیم دو ۔ ذکر کی خاصیت یہ ہے کہ اسے خود اسلام کی طرف کھینچ لائے گا ۔ غیر معتقد اگرچہ سید زادہ ہو اسے اس امر کی تعلیم نہ دی جائے کیوں کہ رابطہ مبنی بر اعتقاد ہے ۔

میرے بھائی شیخیت متابعت کا نام ہے نا کہ تابعیت کا ۔ جہاں تک ہو سکے دنیا داروں کی متابعت اختیار نہیں کرنی چاہئے ۔ خواہ وہ کتنے ہی مخلص ہوں کیوں کہ درویش تابعیت کی حالت میں درویش نہیں رہ سکتا ۔

مجلس سماع جو تم ہماری طرح منعقد کرتے ہو اس سے ہمیں خوشی ہوتی ہے ۔ بہت اچھا کرتے ہو ۔ البتہ عام مجلس میں شہرت ہوتی ہے ذوق و شوق کم ہوتا ہے ۔ اور اصل مقصد ذوق و شوق ہے ۔ بہر حال اگر علانیہ مجلس ضروری ہو تو اس کی بھی اجازت ہے ۔ مقصد یہ ہونا چاہئے کہ یہ فیض عالمگیر ہو ۔ اور چاروں طرف سے فقراء تمہارے دروازے پر آکر ظاہر و باطنی فیض حاصل کریں ۔

اگر تم اس جگہ خوش ہو تو وہ جگہ تم کو مبارک ہو ۔ اگر وہاں رہنا پسند نہ ہو تو جب لشکر اس طرف آئے تو اس کے ساتھ ادھر آجانا ۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے متعلقین کو ادب و احترام کی تعلیم دو ۔ انبیاء علیہم السلام کا طریق بھی یہی تھا ۔ والسلام

تعلیمات

آپ اتباع شریعت کو بہت ضروری سمجھتے تھے ۔ آپ کا یہ عقیدہ تھا ۔ کہ شریعت مبارکہ سے ہٹ کر روحانی ترقی کے لئے جو کوشش کی جائے گی وہ خام ہے ۔ آپ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں

"ہمہ داخلان طریقت را تاکید نمایند کہ ظاہر شریعت آراستہ دارند و باطن بعشق مولی پیراستہ سازند ۔ ترجمہ

سب داخلان طریقت کو تاکید کرنی چاہیئے کہ ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھیں اور اپنا باطن عشق مولیٰ سے پیراستہ۔

آپ شریعت کو معیار سمجھتے تھے۔ کہ اس سے کسی شخص کی روحانی بلندی اور پستی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے

"اے برادر در تفاوت فقراء اگر امروز خواہی کی دریابی بجانب شریعت او نگاہ کن کہ شریعت معیار است عیار فقر بر شریعت روشن مے گردد"

دولت مندوں کے سلسلہ میں شامل ہونے سے متعلق حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمہ اللہ علیہ کو ایک خط میں لکھا۔

"اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ دولت مند کسی زمانے میں بھی کسی شیخ کے مرید نہیں ہوئے ہیں۔ اگر ہوئے ہیں تو دولت مند نہیں رہے ہیں بلکہ سب کچھ چھوڑ کر لنگوٹہ باندھ لیا ہے۔

آپ سماع کی عام محافل کی بجائے خاص محفلوں کو ترجیح دیتے تھے۔ جیسا کہ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

مجلس سرود بطور ما کنند (محفل سماع ہماری طرح سے کریں) نیز آپ دید کی روحانی بلندی کے لئے مراقبہ کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"حلقہ مراقبہ وسیع از حلقہ سماع باید کرد۔"

ترجمہ

مراقبہ کا حلقہ سماع کے حلقہ سے زیادہ وسیع کرنا چاہیئے۔

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۱۳ و ۴۱۴)

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۱۸)

وصال

آخر عمر میں آپ کو نقرس اور وجع اعفاصل کی تکلیف ہو گئی تھی۔ آپ نے تقریباً ۷۸ و ۷۹ سال کی عمر میں اپنے ایک مکتوب میں ان امراض کے بارے میں لکھا ہے

"نقرس اور گھٹیا کا مرض نہایت شدت سے ہو گیا ہے۔ بایاں ہاتھ اور داہنی ٹانگ اور دونوں پاؤں پر ورم ہو گیا ہے۔ چار مہینے سے صاحب فراش ہوں۔ اس زمانے میں لنگڑاتا لنگڑاتا چند آدمیوں کی مدد سے اندر سے مکان جاتا ہوں۔ نماز تیمم سے اور بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔

آپ اس بیماری کی حالت میں بھی حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمہ اللہ علیہ کو خطوط لکھتے تھے۔ اور ضروری ہدایات دیتے تھے۔

آپ نے ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۷۲۹ء کو وصال فرمایا۔ وقت آخر یہ کلمات زبان پر تھے۔

Marfat.com

غبار خاطر عشاق مدعا طلبی است
بخلوتے کہ منم یاد دوست بے ادبیست

آپ اپنی مسکونہ حویلی میں جو قلعہ اور جامعہ مسجد کے درمیان تھی۔ سپرد خاک کئے گئے۔

اولاد

آپ کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں

لڑکوں کے نام

خواجہ محمد حامد سعید محمد فضل اللہ

محمد احسان اللہ تھے

لڑکیوں کے نام

بی بی رابعہ

بی بی فخر النساء

زینب بی بی

خواجہ محمد کا انتقال آپ کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔

تصانیف

آپ کی تصانیف آپ کے تبحر علمی کی آئینہ دار ہیں۔ مناقب فریدی کے مطابق آپ کی تصانیف کی تعداد بتیس ہے۔ لیکن مختلف تذکروں میں جن کتب کے نام ہمیں ملتے ہیں۔ درج ذیل ہیں۔

۱ قرآن القرآن
۲ عشرہ کاملہ
۳ سواء السبیل
۴ کشکول
۵ مرقع
۶ تسنیم
۷ الہامات کلیمی
۸ رسالہ تشریح الافلاک عاملی محشی بالفارسیہ
۹ شرح القانون

رد رافض میں بھی ایک رسالہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۳۹۰)

Marfat.com

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی

ولادت

آپ کی ولادت ۱۰۶۰ھ میں لکھنو کے قریب قصبہ کاکوری میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا ہے۔

آپ حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی رحمہ اللہ علیہ کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہی حاصل کی۔ اور مزید تعلیم کی تکمیل کے لئے دہلی میں حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ شاہ صاحب کے ہاں اس وقت محفل سماع منعقد تھی۔ شاہ صاحبؒ کا دستور تھا کہ سماع کے وقت دروازے بند کرادیتے تھے۔ حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمہ اللہ علیہ نے دروازے پر دستک دی۔ شاہ صاحبؒ نے ایک مرید کو باہر بھیجا۔ اس نے دروازے پر ایک ناواقف شخص کو دیکھا۔ تو نام پوچھا شاہ صاحب نے نام سنتے ہی مرید سے فرمایا کہ نظام الدین کو اندر لے آو۔ مریدوں کو یہ سن کر حیرت ہوئی کہ شاہ صاحب نے خلاف معمول ایک اجنبی کو محفل سماع میں آنے کی اجازت کیسے دے دی۔ لیکن شاہ صاحب نے ان لوگوں کی تسلی کے لئے یہ فرمایا۔ کہ یہ شخص غیر نہیں ہے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمہ اللہ علیہ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمہ اللہ علیہ سے نہایت خلوص اور محبت سے ملے۔ اور ان کی ظاہری تعلیم و تربیت کی ذمہ داری قبول فرمائی۔ ایک عرصہ آپ حضرت کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں آپ شاہ صاحب سے بیعت ہوگئے۔ اور مختصر عرصہ میں ہی آپ کے شیخ نے آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے معمور کر دیا۔ اور آپ کو اورنگ آباد (دکن) کی ولایت سے سرفراز فرما کر اورنگ آباد جانے کا حکم فرمایا آپ نے اورنگ آباد پہنچ کر خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ جو بہت جلد مرجع خواص و عام بن گئی۔

آپ کا ہر کام اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے تحت ہوتا۔ اور سماع اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ شاہ کلیم اللہ رحمہ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق محفل خاص میں سنتے۔

خواجہ کامگار خاں نے اپنی تصنیف احسن الشمائل میں لکھا ہے۔ کہ آپ کی خانقاہ کو دیکھ کر خواجہ حافظ رحمہ اللہ علیہ کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو
گیر و دار و حاجت دربان ایں درگاہ نیست

آپ کی نظر جس پر پڑ جاتی وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ خواجہ کامگار خاں جب پہلی ملاقات کے بعد اپنے

Marfat.com

شیخ سے رخصت ہونے لگے۔ تو ان کی زبان پر بے اختیار یہ رباعی آگئی

کشتم زمے شاہ نظام الدین ست
مستی من است عالی از روز الست
عکس رخ یار چوں بساغر دیدم
از بادہ پرستی شدہ ام جام پرست

ابتدا میں آپ اکثر کتب کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ لیکن جب اورنگ آباد میں مستقل قیام فرمایا تو زیادہ وقت عبادت اور ذکر و فکر میں گزرتا۔ بحث و مباحثہ سے آپ کو نفرت تھی۔ اگر کوئی شخص کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو خود جواب دینے کے بجائے کسی کتاب کا حوالہ دے کر اسی کے مطالعہ کی ہدایت فرماتے۔

وصال

آپ نے ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ کو اورنگ آباد میں وصال فرمایا۔ اور وہیں آپ مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار مبارک پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کیا گیا۔ اور ساتھ ہی ایک مسجد بنائی گئی۔

خلفاء

آپ کے مشہور خلفاء تاریخ مشائخ چشت کے مطابق یہ ہیں

۱ خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ۔
۲ خواجہ کامگار خاں رحمہ اللہ علیہ
۳ محمد علی رحمہ اللہ علیہ
۴ خواجہ نور الدین رحمہ اللہ علیہ
۵ سید شاہ شریف رحمہ اللہ علیہ
۶ شاہ عشق اللہ رحمہ اللہ علیہ
۷ غلام قادر خاں رحمہ اللہ علیہ
۸ محمد یار بیگ رحمہ اللہ علیہ
۹ محمد جعفر رحمہ اللہ علیہ
۱۰ بشیر محمد رحمہ اللہ علیہ
۱۱ کرم علی شاہ رحمہ اللہ علیہ
۱۲ امام الدین رحمہ اللہ علیہ
۱۳ شیخ محمود رحمہ اللہ علیہ
۱۴ حافظ موددود رحمہ اللہ علیہ

فخرِ جہاں حضرت مولانا فخر الدّین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

حضرت محب النبی شاہ فخر الدین فخر جہاں دہلوی

آپ حضرت قطب الاقطاب شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت مولانا خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ ایک علمی و ادبی اور خالص مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ بھی اپنی ہم عصر عورتوں میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رحمہ اللہ علیہ کے خاندان سے تھیں۔ آپ کے والدین کی تربیت کا اثر تھا۔ کہ آپ پر اس دنیائے فانی کی تمام حقیقتیں واضح ہو گئیں۔ اور آپ ہمہ وقت یاد حق میں مصروف رہنے لگے۔ آپ قناعت پسند تھے۔ آپ نے علم و فضل اور روحانی برکات سے بے شمار اہل نیاز کو فیض پہنچایا۔ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک تھی۔ آپ کی تعلیمات کی خصوصیات یہ تھیں کہ طالب کو مکروہات دنیوی سے اجتناب پر عامل کر کے خدا طلبی کی طرف متوجہ فرماتے۔ کسب کمال کی ترغیب دیتے اور قوت بازو سے مسنون طریقہ پر حلال روزی کمانے کی تاکید فرماتے۔ آپ کے زیر تعلیم و تربیت طلباء و درویش بھی مناسب حلال پیشہ سے اپنی معاش حاصل کرتے تھے۔ اور آپ کے درس کے طلباء جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ اور انہیں ہر قسم کے مروجہ ہتھیار استعمال کرنے کی تلقین کی جاتی۔

حضرت خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ نے تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ جوش جوانی اور اولو العزمی کے باعث سپاہ گری سے خاص شفقت اور رغبت رکھتے تھے۔ اگر دن تیغ و سناں کی جھنکار میں گزرتا۔ تو رات رکوع و سجود میں بسر ہوتی۔ تھی۔ خلیق احمد نظامی "مناقب فخریہ" کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ کہ شاہ فخر الدین رحمہ اللہ علیہ تمام رات خیمہ میں عبادت کرتے رہتے تھے۔ آپ کو اس زمانے میں اخفائے حال کی بڑی فکر رہتی تھی۔ آپ انتہائی سخت ریاضت اور محنت کرتے تھے۔ لیکن کسی کو اس کی خبر تک نہ ہوتی تھی۔ جو لوگ آپ کی ظاہری حالت کو دیکھتے تھے وہ کبھی اس بات کا گمان بھی نہیں کر سکتے تھے۔ کہ یہ

Marfat.com

محض اس قدر اعلیٰ روحانی مراتب طے کر چکا ہے ۔ آخری زمانے میں ایک مرتبہ اپنی سابقہ ریاضتوں کے متعلق فرمانے لگے ۔ "من در ایام سابقہ محنت در مشغولی ہم بسیار کردہ ام" مناقب فخریہ میں لکھا ہے کہ آپ نے آٹھ سال تک رات دن مشقتیں اٹھائیں تھیں ۔ لشکر میں آپ نظام الدولہ ناصر جنگ اور ہمت یار خاں کے ساتھ رہتے تھے ۔ فوج کشی اور شمشیر زنی کرتے تھے ۔ اور اسی حالت میں ہمیشہ روزہ بھی رکھتے تھے ۔ لشکر میں گو آپ نے اپنے کمالات کو پوشیدہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا ۔ جب شہرت بڑھنے لگی تو آپ لشکر کو چھوڑ کر اورنگ آباد چلے گئے ۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے آپ کو عہدہ سپہ سالاری بخشا تھا ۔

حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کے حالات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ والے کی نگاہ معاشرے کے ہر کمزور گوشہ پر ہوتی ہے ۔ اسی طرح حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ تاریخ ہند کے ایک نہایت ہی بحرانی دور میں پیدا ہوئے ۔ اورنگزیب عالمگیر کی اولاد آپس میں دست و گریباں تھی ۔ ملک میں باغیانہ قوتیں سر اٹھا رہی تھیں ۔ اور اور دربار شاہی میں اس کے جھٹکے محسوس ہو رہے تھے ۔ اسلامیان برصغیر کی پریشانی کا وقت تھا ۔ ایسے ہوشربا دور میں ملت اسلامیہ کی نگہبانی کرنا آسان بات نہ تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے جس مسیحا کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا تھا ۔ وہ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک تھا ۔ برصغیر پاک و ہند کے اسلامی دور کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے ۔ کہ جب بھی آمر سلطان نے اسلام میں غیر اسلامی رسومات کی پیوند کاری کرنی چاہی تو اس وقت صوفیاء کرام نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ۔ محمد شاہ تغلق جس وقت معتزلی ابن تیمیہ کے اثرات باطلہ قبول کر کے علماء حق (صوفیاء کرام) سے الجھا تو حضرت خواہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ۔ اور شریعت مبارکہ و سنت نبوی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا احیاء دوبارہ عمل میں آیا ۔ شہنشاہ اکبر نے جس وقت علمائے سوء کے عقائد باطلہ اور دین الٰہی کا اعلان کیا تو حضرت شیخ احمد سرہندی (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۶۷ ۔ ۲ دلی کے بائیس خواجہ از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ۔) رحمہ اللہ علیہ حضرت شیخ عبد الخالق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ ۔ حضرت مخدوم موسیٰ پاک شہید ملتانی رحمہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ بدر الدین چشتی سیکری رحمہ اللہ علیہ نے اس کے خلاف جہاد فرمایا ۔ اور اس فتنے کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا ۔

حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ ۱۱۶۵ھ میں جس وقت خاص اشارہ ملنے پر اورنگ آباد سے دہلی تشریف لائے ۔ تو دہلی میں طوائف الملوکی کا دور تھا ۔ سکھ ۔ مرہٹے اور رافضی ہر طرف دندناتے پھرتے تھے ۔ ان کی چیرہ دستیاں انتہا کو پہنچ گئی تھیں ۔ دہلی میں مسلمان ہراساں و پریشان تھے بڑے بڑے خاندانوں کی عزت خطرے میں تھی ۔ حضرت شاہ فخر الدین فخر جہاں

رحمۃ اللہ علیہ نے غارت گری اور قتل عام کے یہ سب منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اس سے حضرت خواجہ کو سخت صدمہ تھا۔ مسلم خون کی ارزانی دیکھ کر وہ خود خون کے آنسو روتے تھے

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔

"چاروں طرف زوال و انحطاط کش مکش و کشیدگی ابتری و بربادی دیکھ کر شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ مجبور ہو گئے کہ بادشاہ کو سمجھادیں کہ امراء کے آپس کے لڑائی جھگڑوں سے ملک ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ اسے نظام مملکت کی طرف توجہ کرنی چاہئے ایک دن بادشاہ سے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔

"سلطان وقت جب تک بذات خود امور مملکت کی طرف متوجہ نہ ہو گا۔ اور محنت و مشقت اختیار نہ کرے گا۔ حالات ٹھیک نہ ہو سکیں گے۔

حکومت امیروں کے سپرد کرنے کے خطرناک نتائج سے اس طرح بادشاہ کو آگاہی کرتے ہیں۔

"اگر امیرے مامور و مختار و نائب سلطنت نماید امرائے دیگر ناخوش می شوند و سر بہ طاعت او نمی نہمند۔ و بے خبر بہ بے بروگی یا سلطان معصی گردد رعب سلطان ہر کہ دمہ نمی ماند و فوج بادشاہی کہ محتاج بہ آں امیر شد اور انمی شناسد و سر رشتہ تعلق شاں از سلطان منقطع می گردد و دماغ امیر ہوائے انا و لا ریے می پیچد و گاہ باشد کہ بر سر لیغی می آرود ز سلف اکر ہم چنیں شدہ است"

جس سیاسی بصیرت کے ساتھ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بادشاہ کو خطرات سے آگاہ کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاسی پیچیدگیوں اور زوال کے اصلی اسباب کو سمجھ چکے ہیں۔ ایک جگہ پھر بادشاہ کو ہدایت فرماتے ہیں

"پس اول مقدم این است کہ آں صاحب بذات خود مستعد محنت کشی و ملک گیری شوند" (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۹۸۔ ۴۹۹

حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت با سعادت ۱۱۲۶ھ بمطابق ۱۷۱۷ء کو اورنگ آباد میں آپ کی ولادت با سعادت کی خبر آپ کے والد ماجد نے حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ شاہ جہاں آبادی کو دی حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ یہ نوید سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور آپ نے اپنا ملبوس خاص اس ہونہار بچے کے لئے بھیجا اور آپ نے اس نومولود بچے کا نام مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں رحمتہ اللہ علیہ رکھا اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ میرا فرزند ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس بچے کے شاندار مستقبل کی بشارت دی حضرت شاہ محمد فخر الدین رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا خود ذکر کیا اور فرمایا کہ حضرت شیخ یعنی شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے میرے تولد کے بعد جو خط حضرت والد صاحب قبلہ کو لکھا تھا وہ اب تک میرے پاس ہے اس میں میرے لئے بہت سی بشارتیں ہیں اور ایسے الفاظ ہیں جو میرے رتبے سے بڑھ کر ہیں اللہ تعالیٰ نے ان ہی کلمات کی برکت سے مجھ پر رحمت فرمائی ہے (تاریخ مشائخ چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۴۶۲۔ ۴۶۳

Marfat.com

جب آپ کی عمر سات برس کی ہو گی تو آپ ایک دن اپنے شیخ والد حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں دبا رہے تھے اور حضرت خواجہ صاحب آرام فرما رہے تھے آپ پر نیند کا غلبہ ہوا تو اپنا سر اپنے زانوں پر رکھ کر سو گئے اسی حالت میں آپ کو حضرت نبی اکرم سرور کائنات (ص) کی زیارت کا شرف نصیب ہوا حضور نبی کریم (ص) نے آپ کو بن (ایک پھل کا نام) کے پانچ دانے عطا فرمائے ۔ اس کے بعد آپ بیدار ہو گئے بیدار ہونے پر بھی دیکھا کہ بعینہ وہی بن کے دانے آپ کے ہاتھ میں ہیں اسی اثناء میں حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ بھی بیدار ہو گئے اور انہوں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس میں سے ہمیں بھی حصہ دو چنانچہ دونوں بزرگوں نے مل کر یہ دانے تناول فرمائے (صاحب سیر الاولیاء نے بن کے چھ دانے لکھے ہیں)

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور فصوص الحکم اور صدرہ شمس بازغہ مولانا محمد جان جیو سے حاصل کی ہدایہ اپنے دور کے مشہور عالم مولانا عبد الحکیم سے اور حدیث کی سند حافظ اسعد انصاری المکی اورنگ آبادی سے حاصل کی ـــــ قبل ازیں آپ نے شرح وقایہ ۔ مشارق انوار ۔ نفحات الانس ۔ طب کی ایک کتاب اور ایک رسالہ تیر اندازی کے متعلق اپنے والد بزرگوار سے پڑھا تحصیل علم کے بعد آپ سخت ریاضت میں مصروف ہو گئے اور ظاہراً سپہ گری کی نوکری اختیار کر لی بعد میں آپ نے یہ ملازمت ترک کر دی اور اورنگ آباد میں اپنے والد بزرگوار کی خانقاہ میں زیادہ وقت گزارنے لگے ایک دن آپ کے دل میں خیال آیا کہ جہان آباد کی طرف جانا ضروری ہے کیونکہ حضرت شیخ نے بھی فرمایا تھا لیکن پھر یہ خیال آیا کہ حضرت کی خانقاہ کو چھوڑ کر کیسے جائیں کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ یہ شعر پڑھ رہے تھے

شہ اقلیم فقرم بیخودی تخت روان من
نہ چون فرہاد مزدورم نہ چون مجنوں زمیندارم

دلی کے بائیس خواجہ از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب ۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۲ تکملہ سیر اولیا ص ۱۳۰
گویا آپ کو دہلی جانے کی اجازت مل گئی صاحب ماہنامہ المعین لکھتے ہیں " حضرت شاہ نظام الدین (رح) اپنے فرزند ارجمند کی اصلاح باطن کی طرف خصوصی توجہ فرماتے ۔ بچپن میں ہی انہیں مرید کر لیا تھا ۔ جب نظام الدین کا وقت آخر آیا تو آپ نے اپنے داماد قاضی کریم الدین خان کو حکم دیا کہ مولانا فخر الدین کو بلاؤ' وہ آئے تو والد نے انہیں اپنے سینے سے لگا لیا اور تمام باطنی نعمتیں ان کے سینے میں منتقل کر دیں اس کے بعد ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۔ اس وقت شاہ فخر الدین (رح) کی عمر سولہ سال کی تھی تعلیم سے فارغ ہوئے تو فوج میں ملازمت کر لی مگر عالم یہ تھا کہ دن

Marfat.com

شمشیر زنی میں گزرتا اور راتیں رکوع اور سجود میں۔ اس دوران آپ کے کمالات ظاہر ہونے لگے ــــــ آپ نے ملازمت ترک کر دی۔ اور اورنگ آباد چلے گئے ــــــ ایک روز حضرت نظام الدین اولیاء (رح) کا اشارہ پاکر اورنگ آباد کو خیر آباد کہا اور دہلی کی طرف چل پڑے۔ ایک بڑھیا کے مکان پر قیام فرمایا۔ اس بڑھیا کے مکان کے قریب ایک بت خانہ تھا شاہ صاحب کے قیام سے بت خانے کی رونق ختم ہو گئی اور ہندو آپ کی عقیدت کا دم بھرنے لگے دہلی میں قیام کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ شاہ صاحب نے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کا ارادہ فرمایا۔ اور پاک پتن شریف کا یہ سفر۔ دہلی سے پاک پتن شریف تک ننگے پاؤں پیدل طے کیا پاؤں میں چھالے پڑ گئے مگر عقیدت کا یہ عالم تھا کہ چلے جا رہے ہیں جب پاؤں کے زخموں سے بالکل ہی مجبور ہو جاتے تو ٹھہر جاتے آبلوں پر مہندی لگا لیتے ذرا سکون ہوتا تو پھر چل پڑتے۔ کچھ عرصہ بعد واپس تشریف لائے تو اجمیری دروازے میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ یہ عمارت امیر غازی الدین خان فیروز جنگ کی تعمیر کردہ تھی۔ یہاں بیٹھ کر اپنے درس و تدریس کے علاوہ حقائق و معارف کے وہ دریا بہائے جس سے ایک عالم نے اکتساب فیض کیا

دہلی میں قیام کے دوران کا ذکر ہے کہ علمائے دہلی حضرت خواجہ حسن بصری (رح) کی بیعت حضرت سیدنا و مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں عجیب بحث میں الجھے ہوئے تھے ان علماء میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے لیکن یہ علماء کسی فیصلے پر نہیں پہنچ رہے تھے۔ جب حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ تک یہ معاملہ پہنچا تو آپ نے سب علماء کو طلب فرمایا۔ اور سب کی تسلی کرادی کہ واقعی حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت و صاحب اجازت تھے۔ آپ کے اس تبحر علمی کو دیکھ کر اس وقت کے جملہ علماء و فقہانے آپ کی ولایت کا اقرار کیا۔ اور اکثر نے آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے اسی موقعہ پر اسی مذکورہ بحث سے متعلق ایک شہرہ آفاق کتاب "فخر الحسن" تصنیف فرمائی۔

حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللوہ علصیہ کی اس تصنیف لطیف کے بارے میں جناب خلیق احمد صاحب نظامی رقم طراز ہیں۔

"تیسری کتاب فخر الحسن ہے جو شاہ صاحب (خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ) نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے ایک بیان کی تردید میں لکھی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے "انتباہ" میں یہ اعتراض کیا تھا کہ چشتیہ سلسلہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تک متصل نہیں ہوتا۔ کیوں کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانے میں بہت کم عمر تھے۔ اور کم عمری میں ان کو روحانی خلافت کس طرح مل سکتی تھی

Marfat.com

شاہ فخر الدین صاحب رحمہ اللہ علیہ نے "فخر الحسن" میں اس بیان کی تردید کی ہے۔ اور محد ثانہ کلام کیا۔ اور بتایا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ علیہ کو خلافت ملی تھی۔ اور یہ اعتراض غلط ہے۔ شاہ فخر صاحب رحمہ اللہ علیہ کی اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

مولانا عبد العلی بحر العلوم رحمہ اللہ علیہ نے جب اس رسالے کو دیکھا تو فرمایا کہ حسن اعتقاد کے ساتھ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے حق ہے۔ لیکن یہ تحقیق جو مولانا نے کی ہے ہم کو معلوم نہ تھی۔

فخر الحسن میں احادیث کی متداول کتب اور شروح کے علاوہ ان کتابوں کے حوالہ موجود ہیں جن سے ان کے علمی تبحر اور وسعت مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

۱ تاریخ صغیر بخاری۔
۲ تہذیب الکمال مزی۔
۳ شروط الائمہ حازمی۔
۴ تہذیب الاسماء و اللغات نووی رحمہ اللہ علیہ۔
۵ سنن کبری بیہقی۔
۶ تاریخ خطیب بغدادی۔
۷ حلیہ الاولیاء۔
۸ تقریب نووی۔
۹ تاریخ الاسلام ذہبی رحمہ اللہ علیہ۔
۱۰ مراہ الجنان یافعی رحمہ اللہ علیہ۔
۱۱ سنن دار قطنی۔
۱۲ کتاب الثقات ابن حبان۔
۱۳ فتح الباری۔
۱۴ تدریب الراوی۔
۱۵ منہاج السنہ ابن تیمیہ۔

گزشتہ صدی کے اک مشہور عالم مولانا احسن الزماں حیدر آبادی مرید و خلیفہ مولانا محمد علی خیر آبادی رحمہ اللہ علیہ نے قول المستحسن فی شرح فخر الحسن کے نام سے شاہ صاحب کی اس تصنیف کی مبسوط شرح عربی میں لکھی تھی۔ مناقب حافظیہ میں لکھا ہے۔ کہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے فخر الحسن کا جواب لکھنا چاہا لیکن لکھ نہ سکے۔ (تاریخ مشائخ چشت از خلیق نظامی صفحہ ۴۷۹ و ۴۸۰)

Marfat.com

حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ سے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے بہترین تعلقات تھے ۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے ۔ ملفوظات عزیزی میں کئی جگہ حضرت شاہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کا ذکر ملتا ہے ۔ جس سے ان دونوں نورانی ہستیوں کے قلبی تعلق اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں ذخیرہ سر سلیمان میں تفسیر عزیزیہ کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے ۔

حضرت خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کے مرید شیخ مصدق الدین شاہ عبد العزیز کے درس تفسیر میں شامل ہوتے تھے ۔ درس میں حضرت شاہ صاحب کی زبانی جو کچھ سنتے تھے ۔ لفظ بہ لفظ لکھ لیتے تھے ۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے جس وقت اس مجموعہ کو دیکھا تو اس پر ایک مقدمہ لکھا ۔ جس میں شیخ مصدق الدین کی حضرت خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ سے نسبت و ارادت کا ذکر کرتے ہیں اور یوں رقمطراز ہیں ۔

"برادر دینی" جوہر ــــــــــــــــ حق گزینی سالک راہ خدا جوئی ملازم طریقہ صدق گوئی مقبول جناب مولانا عالی جناب خلائق ماب و بالفضل اولانا فخر الملتہ والدین محمد قدس اللہ سرہ الامجد ۔ (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۹۲)

حضرت خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ اور ان کے بھائیوں سے محبت تھی ۔ سیدان بادشاہ گر نے علمائے حق کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا ۔ آپ ان دنوں اکثر مشکلات میں ان کی مدد فرماتے تھے ۔ دہلی میں رافضیوں کے اقتدار میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور ان کے برادران پر مصیبت نازل ہوئی ۔ ایسے آڑے وقت میں حضرت خواجہ شاہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کا دہلی میں بڑا اثر اور اقتدار تھا جب میر نجف خاں نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین کو اپنی قلمرو سے نکل جانے کا حکم دیا تھا ۔ تو ان بزرگوں نے بمعہ مستورات شاہدرہ (دہلی) تک پیدل سفر کیا ۔ جب حضرت شاہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کو خبر ملی تو انہوں نے شاہدرہ سے ان کے لئے سواری کا انتظام کیا ۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ حضرت خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کے علمی و روحانی مقام سے واقف تھے ۔ اور آپ کی ہمیشہ قدر کیا کرتے تھے ۔ جناب حکیم محمود احمد برکاتی مناقت فخریہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں ۔ "نواب غازی الدین خاں کا بیان ہے کہ جب فرزندان شاہ ولی الہ کی حویلی ضبط کر لی گئی تو مولانا فخر صاحب نے ان حضرات کو اپنی حویلی میں ٹھہرایا ۔ غمخواری کی حویلی واپس دلوائی ۔ اور اعزاز و اکرام کے امین واپس بھیجا" (شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان (حاشیہ صفحہ نمبر ۱۵۳))

نیز حکیم محمود احمد برکاتی تحریر فرماتے ہیں ۔

Marfat.com

"فاتحہ سوم شاہ ولی اللہ خان دوراں خاں کے محل کلاں میں ہوا تھا رسم دستار بندی (شاہ عبدالعزیز) میں تین چار پیچ مولانا فخر صاحب نے باندھے تھے جناب مرزا مظہر جان جاناں بھی شریک محفل تھے۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان حاشیہ صفحہ ۱۵۰ بحوالہ مقالات طریقت)

حضرت خواجہ شاہ محمد فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ نے جب دہلی میں مسند ارشاد بچھائی۔ اس وقت دہلی میں اکابر صوفیاء کرام موجود تھے۔ لیکن حضرت شاہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کی خانقاہ کی ایک اعلیٰ و ارفع شان تھی۔ آپ اتباع شریعت و سنت رسول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی ہمیشہ تلقین فرماتے۔ حضرت شاہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کا خود یہ عالم تھا کہ ہر بات میں سنت کا خیال رکھتے تھے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی مناقب فخریہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ چھوٹی اور بڑی ہر بات میں خود اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کرتے اور لوگوں کو بھی اس امر کی بڑی تاکید کرتے ہیں۔ (تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۴۹۴ و ۴۹۵)

آپ ہمیشہ تاکید فرماتے جس نے ضروری علم حاصل کر لیا ہے۔ اس کے لئے درس کا شغل درجہ اول ہی رکھتا ہے۔ اور یہ مرتبہ دوسری سب عبادتوں سے میسر نہیں ہوتا۔ حضرت ہمیشہ فرماتے کہ طالب حق کو فرائض اور واجبات کا علم حاصل کرنے کے بعد شریعت کے آداب کے مطابق عمل کرنے میں قلب کو ہمیشہ مشغول رکھنا چاہئے نفس کو کسی حالت میں معطل نہ رہنے دیں۔ کہ وہ گمراہی کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔

عیالدار ہو تو کسب حلال میں مصروفیت مناسب اور ضروری ہے۔ حضرت شاہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ طالبان حق کو ہمیشہ ہر کام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی سنت کی اتباع کا حکم فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ کبھی بغیر سند کے نہ فرماتے۔ نماز ہمیشہ باجماعت ادا کرتے۔ اور طالبین حق کو بھی اسی کی تلقین فرماتے۔ اور ارشاد ہوتا کہ حدیث شریف میں اس پر عمل کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جو شخص خواب سے بیدار ہو سب سے پہلے وہ مسواک استعمال کرے۔ خوشبو کے استعمال کے لئے ہمیشہ تلقین فرماتے۔ اور کہتے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔ فرماتے کہ حدیث شریف میں جو درود شریف آیا ہے اسی کو پڑھیں دوسری چیزوں کی طرف رجوع نہ کریں۔ مذہب حنفی پر مضبوطی سے قائم رہیں حدیث کی طرف کثرت سے رجوع کریں۔ (فخر الطالبین صفحہ ۱۴۴)

حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کے تعلقات سلاطین ہند اور امراء سے خوشگوار تھے۔ سلسلہ چشتیہ کے عام اصول یہ رہے ہیں۔ کہ سلاطین و امراء کی مجلسوں سے گریز کیا جائے۔ حضرت شاہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ بھی ہمیشہ اپنے بزرگوں کی پیروی کرتے تھے۔ شہنشاہ محمد شاہ عالم اور اس کے امراء نے کچھ دیہات نذرانہ کئے لیکن آپ نے قبول کرنے سے گریز فرمایا۔

Marfat.com

بہادر شاہ ظفر کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اپنے دیوان میں جگہ جگہ اپنے اشعار میں حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں

جس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا الفقر فخری اے ظفر
فخر دیں۔ فخر جہاں۔ پر۔ وہ۔ فقیری ختم ہے

مرشد پاک رواں فخر الدین
قبلہ و کعبہ جاں فخر الدین
اک جہاں فخر جہاں کہتا ہے
پر ہے فخر دو جہاں فخر الدین
میں گدا ہوں تیرے دروازہ کا
جاوں اس در سے کہاں فخر الدین
موجزن ہے تیرا دریائے کرم
از کراں تابکراں فخر الدین
ہے مدد تیری توانائی بخش
میں ہوں بیتاب و تواں فخر الدین
کیا کروں عرض عیاں ہے تم پر
میرا سب راز نہاں فخر الدین
رکھ ظفر ہر نفس و ہر ساعت
شغل دل ورد زباں فخر الدین

حکیم محمد عمر رحمہ اللہ علیہ مرید خاص حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن مولوی غلام علی نے قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ علیہ کے حضور عرض کیا کہ ولی کو زمانہ ماضی و حال کا علم ہوتا ہے یا نہ۔ آپ نے فرمایا وہ حال اور ماضی کا علم رکھتا ہے مگر توجہ شرط ہے جس پر مولوی صاحب مذکور نے تصدیق اور تحسین کی۔ حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ کی محفل میں ایک دن علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علیہ کی تصانیف کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں ہر روز عالم بیداری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی۔ وہ نماز صبح کے بعد خلوت سے اس وقت تک باہر نہیں آتے تھے۔ جب تک انہیں یہ نعمت حاصل نہ ہو جاتی۔ اور فرمایا اب بھی ایسے شخص موجود ہیں۔ لیکن لوگ ایسے حوادث کے وقوع کے منکر ہیں۔ حالانکہ حوادث کا ظاہر حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں آیا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا۔ کہ دوسروں کے ساتھ نہ ہوا ہو۔ اس کو حوا سے جدا کر کے

Marfat.com

بغیر پارچات کے زمین پر پھینک دیا۔ فرمایا کہ اس تمام کا مجمل آدم تھا۔ اور جو کچھ اس جہان پر گزر رہا ہے۔ یہ اس کی تفصیل ہے۔ آدم علیہ السلام کو جامع الاسماء بھی کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا تھا۔ کہ میں سپاہ گری کے زمانے میں کسی آدمی کو نظر میں نہ لاتا تھا ۔ اور اسے مکھی کی مانند گمان کرتا تھا۔ اور اس کو ایسا سمجھتا تھا جیسے کسی بچے نے ہاتھ میں لکڑی لے رکھی ہو۔ مجھے اس کی بھی پرواہ نہ تھی۔ کہ کوئی شخص ہتھیار سنبھالے میرے مقابل کھڑا ہے۔ اسی اثنا میں میاں محمد اکرمؒ نے عرض کیا کہ حضرت مولوی صاحب فن پلتھ بھی خوب جانتے تھے۔ اور سننے میں آیا ہے کہ آپ نے اس شخص سے یہ فن سیکھا تھا جس نے بلاواسطہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ سے اس فن کی تربیت حاصل کی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن وہ شخص اپنے دوستوں اور بھائیوں سے پلتھ کھیل رہا تھا۔ کہ نہایت بری طرح مار کھا گیا۔ شرمندہ ہو کر جنگل کی طرف نکل پڑا اور بہت رویا اس عالم میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح گرامی نے اسے آکر تسکین دلائی۔ اور اس فن کی تربیت کی اس کے بعد جب بھی وہ شخص میداں میں آتا تو اپنے حریفوں پر بازی لے جاتا۔ قبلہ عالم رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ عجب اتفاق ہے کہ حضرت مولوی صاحب رحمہ اللہ علیہ کو علم اور فنون کامل شخصوں سے حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت

میاں محمد جان ایسا باکمال اور بانسبت شخص تھا۔ کہ جب بھی فصوص الحکم کے کسی مسئلہ کے بیان میں انہیں اشکال پیش آتا تو وہ لحہ بھر کے لئے آسمان کی جانب دیکھتے اور اس کے بعد مسئلہ بیان فرماتے یعنی روح مصنف کو حاضر لاکر مسئلہ کی وضاحت کرتے تھے۔ (خلاصتہ الفوائد ملفوظات خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ علیہ صفحہ ۵۱)

وصال

حضرت خواجہ شاہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ نے ۷۳ سال کی عمر میں ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ میں دہلی میں وصال فرمایا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ کے مرید خاص حاجی محمد امین نے آپ کو غسل دیا۔ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ علیہ کے مزار کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک روحانی فیوض و برکات کا ایک چشمہ ہے۔ جو دریائے رواں کی طرح ہمیشہ جاری رہے گا۔

اولاد

حضرت شاہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام غلام قطب الدین تھا۔ ان کی پیدائش دکن میں ہوئی۔ آپ جب دہلی میں تشریف لائے اپنے لخت جگر کو اپنی بہن

Marfat.com

کے سپرد کیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت غلام قطب الدین رحمہ اللہ علیہ آپ کی مسند پر دہلی میں جلوہ گر ہوئے۔ حضرت خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ علیہ اپنے والد شریف کی طرح مجمع الکمالات اور سر تاپا کرامت تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے آپ علوم ظاہری و باطنی کے جملہ اوصاف پر منتہیانہ عبور کامل رکھتے تھے۔ دینیات اور تصوف سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ علم حدیث و تفسیر کے تبحر عالم تھے۔

شہنشاہ ہند اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر آپ کے ارادت مند اور مرید تھے۔ بہادر شاہ ظفر آپ کی شان میں عقیدت کے پھول یوں نچھاور کرتے ہیں۔

مرید قطب الدین ہوں۔ خاکپائے فخر دیں ہوں میں
اگرچہ شاہ ہوں ان کا غلام کم تریں ہوں میں
ان ہی کے فیض سے ہے نام روشن میرا عالم میں
وگرنہ یوں تو بالکل روسیہ مثل نگیں ہوں میں
نہ کعبہ سے غرض مجھ کو نہ مے خانے سے کچھ طلب
ہمیشہ گھستا ان کے آستانے پر جبیں ہوں میں
مجھے تو خانقاہ و مے کدہ دونوں برابر ہیں
ولیکن یہ تمنا ہے کہ ان کا ہوں کہیں ہوں میں
یہی عقدہ کشا میرے یہی ہیں رہنما میرے
سمجھتا ان کو اپنا حامی دنیا و دیں ہوں میں
بہادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم میں
ولیکن اے ظفر ان کا گدائے رہ نشیں ہوں میں

حضرت خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ علیہ کا وصال ۱۸ محرم الحرام ۱۲۴۳ھ میں ہوا۔ آپ بھی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے احاطے میں مدفون ہوئے
حضرت خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ علیہ کے بھی ایک ہی صاحبزادے تھے۔ جن کا نام حضرت خواجہ نصیر الدین عرف کالے میاں تھا۔ حضرت خواجہ نصیر الدین عرف کالے میاں نے بھی فاضل اساتذہ سے تربیت حاصل کی اور توجہ سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

دہلی میں غریب و امیر سب آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔ سرسید احمد خاں لکھتے ہیں "اس زمانے میں ایسا نامی گرامی شیخ نہیں ہے۔ حضور والا اور تمام سلاطین و جمیع امراء عظام آپ کے نہایت معتقد ہیں"

بہادر شاہ ظفر شہنشاہ ہند کو حضرت کالے میاں رحمہ اللہ علیہ سے دلی عقیدت تھی۔ حضرت خواجہ

Marfat.com

نصیر الدین عرف کالے میاں رحمہ اللہ علیہ کی حویلی دہلی میں گلی قاسم جان میں تھی۔ اب بھی یہ علاقہ آپ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے ۱۵صفر ۱۲۶۲ھ میں دہلی میں وصال فرمایا۔ اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ نصیر الدین عرف کالے میاں رحمہ اللہ علیہ کے پانچ بیٹے تھے

۱ غلام نظام الدین

۲ غلام معین الدین

۳ وجیہہ الدین

۴ امین الدین

۵ کمال الدین

حضرت خواجہ نصیر الدین عرف کالے میاں کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ غلام نظام الدین مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ بچپن ہی سے متقی اور پرہیز گار واقع ہوئے تھے۔ کم عمری میں ہی حدیث و فقہا اور علوم معقول و منقول کی تحصیل کرکے مراتب عالیہ پر فائز ہوئے۔ آپ کے مریدوں اور ارادت مندوں کی بہت زیادہ تعداد تھی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں آپ کی املاک بھی ضبط ہو گئیں۔ حضرت خواجہ غلام نظام الدین اورنگ آباد تشریف لے گئے جب کچھ عرصہ کے بعد حالات درست ہوئے تو واپس دہلی تشریف لے آئے۔ اور رشد و ہدایت کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا۔

اس دور کے عظیم صوفی علماء آپ کے پاس حدیث و فقہ اور سلوک کے مطالب سمجھنے کے لئے آتے تھے۔ آپ انتہائی خوددار تھے اور اپنے مریدین کو بھی خودداری کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے دہلی میں ۱۲۹۲ھ میں وصال فرمایا۔ اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ اس لئے آپ کے چھوٹے بھائی غلام معین الدین آپ کی مسند پر بیٹھے۔ حضرت خواجہ کمال الدین نے اورنگ آباد میں سکونت اختیار کی اور وہاں سلسلہ کا کام شروع کیا۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے میاں سیف الدین اپنے والد کے سجادہ نشین ہوئے۔ اور اب تک سلسلہ کا کام آپ کی اولاد میں قائم ہے۔ اور دہلی میں خانقاہی نظام حضرت کالے میاں کے نواسوں میں منتقل ہو گیا۔

خلفاء

حضرت شاہ محمد فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ نے جو سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو عروج بخشا اس کی مثال حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ علیہ کے بعد نہیں ملتی۔ حضرت شاہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کو بجا طور پر سلسلہ چشتیہ نظامیہ کا مجدد مانا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی سعی پیہم اور نظر کرم سے سلسلہ عالیہ میں نئی روح پھونکی۔ آپ کے خلفاء نے برصغیر کے دور دراز علاقوں میں پہنچ کر خانقاہیں قائم کیں۔ آپ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ علیہ اور قطب عالم مدار اعظم حضرت قبلہ شاہ نیاز بے نیاز رحمہ اللہ علیہ نے پنجاب اور یو پی میں سلسلہ کی تبلیغ و ترویج کا کام انجام دیا۔

آپ کے دیگر خلفاء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔ جنہوں نے برصغیر کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی سلسلہ کی نمایاں خدمات انجام دیں۔

۱ حضرت خواجہ حافظ نور محمد رحمہ اللہ علیہ مہاروی۔

۲ قطب عالم مدار اعظم حضرت شاہ نیاز احمد بے نیاز رحمہ اللہ علیہ

۳ مولوی سید بدیع للدین

۴ مولوی نور اللہ

۵ مولوی کرم

۶ مولوی فرید الدین

۷ مولوی روشن علی

۸ مولوی حسن علی

۹ محمد غوث بنیہ شاہ کلیم اللہ

۱۰ محمد غوث کرت پوری

۱۱ حاجی خدا بخش

۱۲ محمد قطب الدین مشرقی

۱۳ میاں عبد اللہ

۱۴ سید احمد

۱۵ مولوی عبد الوہاب بیکمیری

۱۶ مولوی محمد صالح

۱۷ مولوی علاو الدین

۱۸ شیخ محمد زمان

۱۹ شاہ مراد

۲۰ حافظ سعد اللہ

۲۱ ملا گل محمد

۲۲ سید قمر الدین سنت

۲۳ محمد فتح اللہ

۲۴ صوفی یار محمد

۲۵ حاجی محمد واصل

۲۶ سید محمد میر

۲۷ عظیم الدین

۲۸ میاں محمد امان

۲۹ خلیفہ محمد پناہ

۳۰ مولوی عظمت اللہ

۳۱ رفیع الدین

۳۲ شاہ محمد اعظم

۳۳ غلام فرید چشتی

۳۴ میر محمد عظیم بن عبد الرحمٰن

۳۵ ظہور اللہ

۳۶ میاں عصمت اللہ

۳۷ حاجی احمد

۳۸ شاہ قمر الدین

۳۹ شاہ روح اللہ

۴۰ سید شریف

۴۱ مولانا حسین علی

۴۲ مولانا ضیاء الدین

Marfat.com

مولانا ضیاء الدین نے راجپوتانہ جئے پور میں تبلیغ اسلام کا کام آسان طریقہ سے انجام دیا۔ اب تک آپ کا قائم کیا ہوا درس آپ کے نام سے جاری ہے۔

۴۳ مولوی جمال الدین رحمہ اللہ علیہ نے مرشد کا حکم ملنے پر رام پور اپنی خانقاہ و درس کا کام شروع کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں ارادت مندوں اور طلبہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔

(شجرہ الانوار)

حضرت مولانا حاجی لعل محمد رحمہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے وصال کے بعد دہلی میں ہی اپنے مرشد کے کام کو جاری رکھا۔ آپ کے عقیدت مندوں اور مریدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ حضرت مولانا حاجی لعل محمد رحمہ اللہ علیہ نے ۱۲ رمضان المبارک ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔ اور سلطان المشائخ کے مزار مبارک کے قریب آپ کا مزار ہے۔

Marfat.com

قطب عالم مدار اعظم

حضرت خواجہ شاہ نیاز احمد بریلوی

آپ حضرت شاہ محمد فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کے محبوب ترین اور مشہور خلفاء میں سے ہیں ۔ بچپن ہی سے متقی و پرہیز گار واقع ہوئے ۔ کم عمری میں ہی حدیث فقہ اور علوم معقول و منقول سے فراغت حاصل کر کے مراتب عالیہ پر فائز ہو گئے ۔

۱۷ برس کی عمر میں ہی اپنے مرشد پاک کی خانقاہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا ۔ آپ کے زمانے کے علماء صوفیاء کرام اور متکلمین آپ کے پاس حدیث و فقہ کا علم حاصل کرنے کے لئے آتے تھے ۔ آپ کے زہد و تقوی کا دور دور شہرہ تھا ۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ کو بہت فروغ بخشا بے شمار غیر مسلم آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر دولت اسلام سے مالا مال ہوئے ۔ آپ کے آباد اجداد بخارا کے شاہی خانوادہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ ان کی سلطنت کا مرکز اندی جان تھا ۔ یہ بزرگ اپنی سلطنت میں نہ صرف معزز و باوقار تھے ۔ بلکہ اس عہد کے متبحر عالم محدث و مفسر ہونے کے اعتبار سے قبول عام کا امتیاز رکھتے تھے ۔ حضرت شاہ آیت اللہ علوی رحمہ اللہ علیہ ترک سلطنت کر کے ملتان تشریف لائے اور وہاں سے ان کے پوتے حضرت شاہ عظمت اللہ علوی رحمہ اللہ علیہ ملتان سے سرہند پہنچے ۔ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ خلف شاہ عظمت اللہ علوی رحمہ اللہ علیہ ۱۱۶۰ھ بمطابق ۱۷۴۷ء میں سرہند سے دہلی پہنچے ۔ اور دہلی میں حضرت مولانا نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ کو سلسلہ تعلیم جاری رکھنے کے لئے حضرت مولانا شاہ محمد فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کی تربیت میں دے دیا ۔ (دیوان شاہ نیاز مرتبہ شفیق بریلوی)

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۵۵ھ بمطابق ۱۷۴۲ء بمقام سرہند شریف مشرقی پنجاب میں ہوئی ۔ (دیوان شاہ نیاز مرتبہ شفیق بریلوی صفحہ ۱۰) آپ نے دینی تعلیم کے ماحول میں آنکھ کھولی تھی ۔ اس کا اثر ظاہر ہو کر رہا ۔ حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ سے فقہ و حدیث کی تکمیل کی ۔ قرات و تجوید اور تصوف کی تعلیم کی طرف سے بھی بہرہ ور ہوئے ۔ آغاز شباب میں ہی تمام علوم پر عبور حاصل کر لیا ۔ لیکن پھر بھی طلب علم پر کار بند رہے ۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کے مدرسہ میں علوم

Marfat.com

...دینیہ کے درس پر معمور کر دیئے گئے۔ فیض رساں شیخ نے اپنے عالم و فاضل مرید کو فیضان باطن سے بھی بہرہ ور فرما کر نیاز احمد سے مسیح القلوب اور بے نیاز بنا دیا۔ اور حضرت مولانا فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا۔ اور روہیل کھنڈ کے صدر مقام بریلی شریف میں خانقاہ اور درس شروع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ کی ذات بابرکات سے برصغیر میں خلق خدا کو بے شمار فائدہ پہنچا۔

اپنے مرشد پاک کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے۔ آپ نے ساری عمر اپنی خانقاہ کو تخت شاہی سے افضل سمجھا۔ مسند ارشاد پر فائز ہونے کے بعد تمام عمر حدیث اور فقہ کا درس دیتے رہے۔ اور شب کو طالبان حق کی تعلیم و تربیت فرماتے۔ علم و فضل کا یہ حال تھا کہ آپ کے پاس دور دور سے لوگ آتے۔ اور فلسفہ و حکمت اور فقہ و تصوف کے دقیق مسائل حل کراتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی خانقاہ برصغیر میں بہت جلد مقبول ہوئی۔ اور معدن فیوض ربانی اور مطلع انوار سبحانی بن گئی۔

حضرت مولانا نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ کی ذات گرامی سراپا کرامت تھی۔ آپ صاحب فضل و کرامت ہوتے ہوئے بھی اظہار کرامت سے گریز فرماتے۔ بلکہ اس چیز کو ناپسند فرماتے۔ اور اپنے صاحب کمال مریدوں کو بھی یہی تاکید فرماتے تھے۔ اور اس ضمن میں یہ واقعہ دہراتے کہ "میرے شیخ طریقت حضرت خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ کی مجلس میں اولیاء اللہ کی کرامتوں کا ذکر ہوتا تو آپ پسند نہ فرماتے تھے۔ کیوں کہ کرامت تو ان کے روحانی قرب و فضیلت کے مقابلہ میں ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ پھر ادنیٰ چیز کو اعلیٰ مدارج پر فوقیت دینا ایک طرح سے ان بزرگان کرامت کی توہین ہے۔

حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ کی ذات قدسی صفات مجمع الکمالات اور سراپا کرامت تھی۔ آپ کی زندگی کے جس گوشہ پر نظر ڈالیں مابہ الامتیاز خوبیاں ہی خوبیاں تھیں۔

سلسلہ تصانیف میں آپ کی تصانیف اپنا جواب آپ ہیں۔ شاعری کا زبردست ملکہ تھا۔ عروض میں کامل دستگاہ تھی۔ مختلف اوصاف سخن میں آپ کا کلام موجود ہے۔ صنعت معما پر جو نظم کی دقیق ترین صنف ہے۔ آپ کو اس پر بھی مکمل دسترس ہے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ

"شاہ نیاز احمد رحمہ اللہ علیہ کو سوز و گداز سے بھری ہوئی طبیعت ودیعت کی گئی تھی۔ عشق ان کے خمیر میں تھا۔ جزبات عشق و محبت کبھی کبھی شعر کی صورت اختیار کر لیتے تھے۔ شاہ صاحب شعر بہت کم کہتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے اردو اور فارسی دونوں دیوان بہت مختصر ہیں۔ لیکن جو کچھ بھی ہے وہ اپنی جامعیت اور افادیت میں کم نہیں ان کی فکر رسا نے تصوف کے نہایت باریک نکات

Marfat.com

کو انتہائی حسن اور دلکشی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کے کلام میں آورد نہیں وہ قلبی واردات کو نہایت خوبی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ سوز و گداز درد علومعانی کے علاوہ نفاست اور روانی ان کے کلام کے خاص جوہر ہیں۔ حضرت نیاز نے فکر رسا پائی تھی اور اس پر خود حضرت نیاز کو ناز تھا۔ کہتے ہیں۔

رکھتے ہیں نیاز یہ اہل دل ترے شعر سننے کا اشتیاق
غزل ایک دوسری اور کہہ تجھے حق نے فکر رسا دیا

ایک اور جگہ اپنی فصیح البیانی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

بھلا ایک غزل اور بھی ایسی کہو
تجھے میں فصیح البیان دیکھتا ہوں

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۶۵)

حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ فلسفہ وحدہ الوجود کے قائل تھے۔ اکابر صوفیاء کا کلام غلط اندیشوں کا ہرگز موئد نہیں ہے۔ آج کل کے ترقی پسند ادیب جس وحدہ الوجود کا پرچار کر رہے ہیں وہ یقیناً اتحاد ہے۔ انہیں چاہئے کہ ایسے سکالر سے فلسفہ وحدہ الوجود سبق اپڑھیں اور سمجھیں جس کو اس فلسفہ پر پورا عبور ہو۔

حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ کے کلام کا اصل موضوع وحدہ الوجود ہے۔ انہوں نے فلسفہ وحدہ الوجود کی تعلیم اپنے شیخ حضرت خواجہ فخر الدین فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ اور حضرت خواجہ فخر جہاں رحمہ اللہ علیہ نے فلسفہ وحدہ الوجود کی تعلیم حضرت مولانا میاں محمد جان رحمہ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔

حضرت میاں محمد جان کے متعلق حکیم محمد عمر قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب بھی انہیں فصوص الحکم کے کسی مسئلہ کے بیان میں اشکال پیش آتا تو وہ لمحہ بھر کے لئے آسمان کی جانب دیکھتے اور اس کے بعد مسئلہ بیان فرماتے۔
یعنی روح مصنف کو حاضر لاکر مسئلہ کی وضاحت کرتے تھے۔

(خلاصہ الفوائد ملفوظات قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمہ اللہ علیہ صفحہ ۵۴)

حضرت مولانا خواجہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ نے اٹھارویں صدی میں اس نظریہ کو بڑے پاکیزہ انداز اور سرگرمی سے دوبارہ پیش کیا ہے۔ ان کا تمام کلام اسی نظریہ سے لبریز ہے۔ فلسفہ وحدہ الوجود اکابرین سے ثابت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ بھی فلسفہ وحدہ الوجود کے قائل تھے۔ (افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی)

حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تابہ ماہی سب ہے ظہور تیرا
وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگار کثرت
گر سر معرفت کو پاوے شعور تیرا

عالم کہے جس کو جہاں یعنی جہان جسم و جان
شانیں ہیں سب اس ذات کی جس کو کہے سنسار ایک
بے امتیاز بیش و کم وانے میں ہیں یہ سب بہم
بیخ و درخت و شاخ و گل انبوہ برگ و بار ایک
طوطی ہو جب دستاں سرا سو سو طرح سے دے نوا
ہر دم نئی بولے صدا اور ہے وہاں منقار ایک

نیرنگیوں سے یار کی حیراں نہ ہو جیو
ہر رنگ میں اسی کو نمودار دیکھنا
(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۶۷)

فارسی شعر

سرو سامان وجودم شرر و عشق بسوخت
زیر خاکستر من سوز نہانم باقی است

خلفاء

ہندوستان اور بیرون ممالک میں آپ کے بہت زیادہ خلفاء تھے ـ جن میں بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں ـ

۱ تاج الاولیاء شاہ نظام الدین
۲ مولوی نعمت اللہ خاں بخاری کابل
۳ مولوی عبد اللطیف صاحب سمرقندی
۴ حافظ وزیر خواجہ کابل
۵ مولوی محمد حسین مکہ معظمہ
۶ میر محمد سمیع صاحب بدخشانی
۷ مسکین شاہ صاحب ولایتی
۸ ملا عیوض محمد بدخشانی
۹ مولوی یار محمد کابلی
۱۰ محمد عثمان خاں وزیر خیلی کابل
۱۱ ملا جان محمد خاں اخون کابل
۱۲ حاجی ہاشم صاحب کابل
۱۳ مخدوم عبد الشہید صاحب یارقندی
۱۴ محمد فخر عالم شاہ جہانپوری
۱۵ سید احمد علی شاہ آبادی
۱۶ سید حشمت علی شاہ آبادی
۱۷ میاں فخر الدین صاحب
۱۸ خلیفہ وجیہہ الدین

Marfat.com

۱۹	مرزا اسد اللہ بیگ بریلوی	۲۹	غلام مولی اکبر آبادی
۲۰	حاجی شرف الدین رودلی	۳۰	محمد کفایت اللہ
۲۱	سید صاحب شاہ زادہ کیڑو اجمیر شریف	۳۱	مولوی عبید اللہ جی پکھیلی
۲۲	سید ضیاء الدین	۳۲	مولوی عبد الرحمٰن
۲۳	محمد عبد اللہ خان شاہ جہانپور	۳۳	شاہ شمس الحق لکھنو
۲۴	مولا داد خاں شاہ جہانپور	۳۴	شاہ نور الدین بریلوی
۲۵	مولوی محمود عالم بچھرایونی	۳۵	مولوی مستان خاں شاہ جہانپور
۲۶	بخش اللہ شاہ آبادی	۳۶	خلیفہ عبد الرسول کابل
۲۷	حکیم رحیم اللہ بچھرایونی	۳۷	مخدوم جی بدخشانی
۲۸	مولوی عبد الرحمٰن جاورہ		
۳۸	حضرت شاہ غلام محمد عرف مسکین شاہ جے پوری رحمہ اللہ علیہ		

(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۵۷۲)

وفات

حضرت شاہ نیاز بے نیاز رحمہ اللہ علیہ نے ۶ جمادی الثانی ۱۲۵۰ھ میں وصال پایا۔ جب کہ اس وقت آپ کی عمر پچانوے سال تھی۔ آپ کا مزار پر انور بریلی شریف میں ہے۔

Marfat.com

تاج الاولیاء حضرت خواجہ شاہ نظام الدین رحمہ اللہ علیہ بریلوی

آپ حضرت خواجہ شاہ نیاز بریلوی رحمہ اللہ علیہ کے خلف اکبر تھے

آپ کے واضح اور تفصیلی حالات کہیں سے بہم نہ پہنچ سکے۔ جس کا بڑا قلق ہے۔ اور قیاسی تاویل کو میں روا نہیں رکھتا۔ اس لئے جو کچھ آپ کا ذکر تاریخ مشائخ چشت اور دیوان شاہ نیاز رحمہ اللہ مرتبہ شفیق بریلوی میں مذکور ہے۔ پیش کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ نظام الدین بریلوی رحمہ اللہ علیہ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے نامور والد ماجد حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی رحمہ اللہ علیہ سے کی۔ اور اوائل جوانی میں ہی حدیث و فقہ تفسیر و فلسفہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ جب آپ کی شہرت برصغیر کے دوسرے حصوں میں پھیلی تو تشنگان علم پروانہ وار آپ کے درس خانقاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ فیض و کرامت میں یگانہ روزگار تھے اور اپنے وقت کے سربر آوردہ اولیاء میں شمار ہوتے تھے آپ صبر و شکر زہد و تقوی اور فقر و فاقہ میں لاثانی اور بے نظیر تھے۔ ہر دم یاد الٰہی اور عشق خداوندی میں مستغرق رہتے۔ آپ کے ارادت مندوں میں دو بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا عبد السلام نیازی دہلوی رحمہ اللہ علیہ اور مولوی عبد الرحمٰن بچھرایونی رحمہ اللہ علیہ۔

مولانا عبد السلام کو علوم ظاہری و باطنی میں وہ دستگاہ حاصل تھی کہ آپ کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ ریاضی اور الٰہیات پر بہت عبور تھا۔ فلسفہ وحدہ الوجود پر آپ کی معلومات اور گفتگو بڑی دلچسپ اور عالمانہ ہوتی تھی۔ مولوی عبد الرحمٰن رحمہ اللہ علیہ اپنے شیخ کی روایات کے حامل تھے۔ علوم دینی میں بھی پوری دستگاہ حاصل تھی۔ حدیث و فقہ سے خصوصی دلچسپی تھی۔

حضرت شاہ نظام الدین رحمہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے فرزند گرامی حضرت شاہ محی الدین رحمہ اللہ علیہ نے سجادہ خانقاہ کو زینت بخشی آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد حضرت شاہ نظام الدین سے کی۔ ان کے وصال کے بعد آپ کے نبیرہ مکرم حضرت شاہ محمد تقی عرف عزیز میاں سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کا وصال شوال ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۸ء کو ہوا۔

حضرت شاہ محمد تقی کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت شاہ حسین سجادہ نشین ہوئے۔ موصوف اپنے اسلاف کی عظمتوں کی شان لئے ہوئے اسی صف میں جلوہ گر ہیں

حضرت خواجہ شاہ غلام محمد عرف مسکین شاہ

آپ کے جد اعلیٰ حضرت مولانا عبد الحکیم رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ پایہ کے عالم اور روحانی پیشوا تھے ان کے وجود مبارک سے کشمیر کی تمام سر زمین روشن تھی۔ آپ کے والد کا اسم گرامی حافظ محمد خیر الدین تھا۔ قصبہ کشتوار نواح کشمیر میں آپ کی ولادت با سعادت ہوئی۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے آپ کے والد ماجد عہدہ قضاء پر فائز تھے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو خاندان میں علم کا شہرہ تھا آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ اعلیٰ علوم حدیث و تفسیر اور فقہ کے عالم با عمل تھے عرفان و تصوف کا فیضان اپنے والد ماجد سے حاصل کیا۔ آپ کو اپنے والد کی تعلیم اور فیضان خدمت و صحبت کے باعث دینی و دنیوی کمرانی حاصل تھی۔ آپ نے کم عمری میں ہی ظاہری علوم سے فراغت حاصل کر لی تھی اس کے بعد آپ کے والدین نے اپنی برادری میں ہی آپ کی شادی کر دی۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ حاکم کشمیر نے آپ کو عہدہ قضاپر فائز کر دیا بعد میں آپ کی حاکم کشمیر سے نہ بن آئی اور آپ نے عہدہ قضا کو خیر باد کہہ دیا

ابتداء ہی سے آپ کی طبیعت تصوف کی طرف مائل تھی۔ اس لئے آپ نے اپنا تمام اثاثہ راہ خدا میں دے کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ حضرت کنگال شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو اس علاقے میں ایک سالک مجذوب بزرگ تھے۔ آپ نے ان کے دست حق پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ اور کافی عرصہ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہے

Marfat.com

فلسفہ وحدۃ الوجود کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ نے ترک وطن کر کے دہلی کا سفر اختیار کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت سید غلام علی شاہ (رح) کے علم و فضل کا شہرہ تھا کچھ عرصہ حضرت غلام علی شاہ (رح) کی خدمت میں گزارے اور سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں بیعت کر کے آپ کی خانقاہ شریف میں ہی قیام پذیر ہوئے حضرت غلام علی شاہ (رح) نے طریقہ عالیہ نقش بندیہ کی تکمیل کرا کے خلافت و اجازت عطا فرمائی مگر آپ کی طبیعت وحدت الوجود کی طرف مائل تھی اس لئے آپ کو یہاں تسلی نہ ہوئی۔ لہٰذا آپ ہند الولی حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (رح) کے باطنی اشارے پر دہلی سے بریلی شریف تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا خواجہ نیاز احمد بریلوی (رح) کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا منشاء عرض کیا حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی (رح) نے آپ کے چہرۂ مبارک کے طرف دیکھ کر فرمایا یہ ایک ہونہار سالک ہے جس سے ایک کثیر خلق روحانی فیض حاصل کرے گی حضرت خواجہ شاہ مسکین (رح) کو اپنی خانقاہ میں رہنے کی اجازت فرمائی آپ اپنے نامور شیخ کی خدمت میں رہ کر اعلیٰ علوم اور فلسفہ وحدت الوجود کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہوئے پیر طریقت نے آپ کو دیگر کتب کے علاوہ "فصوص الحکم" سبق اپڑھائی اور خانقاہ شریف میں آپ کے لئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔ جس میں بیٹھ کر آپ "فصوص الحکم" کا مطالعہ فرماتے حضرت شاہ نیاز (رح) نے خصوصی توجہ سے آپ کی تکمیل کی۔ اور خلافت و اجازت سے نوازا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی (رح) کا خاص اشارہ ہے کہ آپ جئے پور میں مستقل قیام فرمائیں آپ کو راجپوتانہ کی ولایت عطا کی گئی ہے۔ شیخ طریقت حضرت شاہ نیاز بے نیاز (رح) کے حسب الارشاد آپ نے ہمیشہ جئے پور میں قیام فرمایا اور اپنے فیض سے لوگوں کو مستفیض فرمایا۔

حضرت شاہ نیاز (رح) نے آپ کو رخصت فرمایا تو وہ آب دیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے "دل تو نہیں چاہتا آپ کو الگ کرنے کو لیکن حکم ہی ایسا ہے" اور یہ شعر ارشاد فرمایا۔

بگزار تا بگریم چوں ابر در بہاراں
کز سنگ گریہ خیزد وقت وداع یاراں

جئے پور میں آپ نے اپنی خانقاہ اور عالیشان درس قائم کیا آپ کی خانقاہ ایک چشمہ علم و فیض و دانش ہے اور دیگر تشنگان علم و عمل اس چشمہ فیض سے سیراب ہوتے ہیں آپ کا طریقہ عبادت و ریاضت الٰہی تعلیم و تلقین۔ اور خدمت خلق تھا آپ ہر وقت ہر لمحہ لوگوں کو نیکی اور پیروی سنت نبی کریم (ص) کی تاکید فرماتے۔ آپ کی خدمت میں علماء و مشائخ کی مجلسیں گرم رہتیں

نذر و نیاز بکثرت آتے خاص کر مہاراجہ رام سنگھ والئی ریاست جئے پور آپ کو قدر و عقیدت کی

Marfat.com

نگاہ سے دیکھتا ۔ اور وزیر اعظم جئے پور نواب فیض علی خان مرحوم اور حکیم آغا جان عیش دہلوی جو آپ کے خاص معتقد اور مرید تھے

بھاری رقم کی نذر بھیجتے ۔ جو قبول ہوتی ۔ غریب اور نادار لوگوں میں تقسیم کر دی جاتی ۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے ۔ کہ میرے خواجگان چشت نے ان چیزوں کی طرف کبھی نظر اٹھا کر نہ دیکھا ۔ فقر کو انہوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا ۔ فقیر کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں اسے تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا سہارا کافی ہے ۔ درویشی و فقر کے متعلق آپ کی تعلیم یہ تھی کہ درویشی خلوت نشینی یا پہاڑوں اور غاروں میں بیٹھ کر ریاضت کرنے یا آسمان پر پرواز کرنے کا نام نہیں ہے ۔ بلکہ اپنے دل کو غیر اللہ سے بے تعلق کر لینے کا نام ہے ۔

بریلی شریف سے آپ جب جئے پور تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد بہادر شاہ میں قیام فرمایا ۔ بہت سے لوگ مرید ہوئے آپ کے چند ایک ممتاز مریدوں میں سے کپتان شیخ امان اللہ اور ممتاز الدولہ نواب فیض علی خاں مرحوم ۔ وزیرِ اعظم جئے پور وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

آپ سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں ۔ حضرت مرشدی سید اکرام حسین شاہ صاحب رضوی سیکری مد ظلہ العالی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ شہر میرٹھ میں ایک معزز ساہوکار تھا اس کی لڑکی پر ایک جن عاشق تھا ۔ ساہوکار نے اس کی دوا اور دعا میں بے حد کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا ۔ کسی شخص نے ساہوکار سے کہہ دیا تھا ۔ کہ جس شخص کو دیکھ کر یہ لڑکی شرمائے ۔ وہی اس کا علاج کر سکے گا ۔ ساہوکار نے اپنے ملازموں سے کہہ دیا کہ خیال رکھو ایک دن حضرت مسکین شاہ رحمہ ال ہ علیہ دہلی سے بریلی تشریف لے جا رہے تھے ۔ کہ جب میرٹھ پہنچے اور اسی ساہوکار کے مکان کے نیچے سے گزر ہوا ۔ تو لڑکی آپ کو دیکھ کر شرمائی ۔ اور ایک گوشہ میں جا چھپی ملازمین نے جب یہ دیکھا تو حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ ہو گئے ۔ جب سرائے میں آپ نے قیام فرمایا تو ملازمین نے ساہوکار سے سب ماجرا بیان کیا ۔ ساہوکار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ اور پورا واقعہ عرض کیا ۔ اور علاج کی درخواست کی ۔ آپ نے اس کی درخواست کو قبول فرمایا ۔ اور دوسرے دن صبح آپ اس مکان میں تشریف لے گئے ۔ لڑکی نے نہایت ادب سے اٹھ کر سلام کیا ۔ "جن" نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں آپ نے اجازت بخشی ۔ عرض کیا کہ میرے لئے کیا حکم ہے ۔ ؟ اگر مرضی ہو تو اس محلہ اور شہر کو چھوڑ دوں ۔ آپ نے فرمایا تم اس لڑکی اور اس گھر کو چھوڑ دو بس یہی کافی ہے ۔ چنانچہ جن صاحب سلام کر کے چلے گئے ۔ ساہوکار نے دو توڑے بطور نذرانہ پیش کئے ۔ آپ نے فرمایا فقیر کو اس کی ضرورت نہیں ۔ مگر ساہوکار نے جب زیادہ منت سماجت کی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کہ اس محلہ میں مسجد ہے ۔ ؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا اس روپیہ سے ایک کنواں اور مسجد بنوا دی جائے ۔ یہ

کہہ کر آپ بریلی تشریف لے گئے۔

علاوہ ازیں اور بہت سی کراماتیں آپ سے ظہور میں آئیں۔

(تذکرہ حضرت خواجہ مسکین شاہ رحمہ اللہ علیہ)

آپ کے عقیدت مندوں میں ہندو بھی بکثرت شامل تھے۔ اور سینکڑوں غیر مسلموں نے حضرت مسکین شاہ رحمہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ علاقہ راجپوتانہ میں آپ کا تبلیغی کام قابل ذکر ہے۔ اس سنگلاخ خطہ پر آپ نے اسلام کا نام خوب روشن کیا۔

وفات

حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری مد ظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کے دست مبارک میں کہنی کے متصل گر پڑنے کی وجہ سے ایسی چوٹ آئی کہ زخم پیدا ہو گیا۔ بہت علاج کیا گیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ شدت تکلیف سے بخار آنے لگا۔ ایام علالت میں مہاراجہ رام سنگھ آنجہانی والئی ریاست جئے پور جو آپ کے بہت معتقد تھے۔ عیادت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھے بھی کچھ حکم دیا جائے۔ تاکہ میں بھی کچھ خدمت کر سکوں۔ آپ نے فرمایا ایک کروڑ روپے کی ریاست ہے۔ پھر بھی صبر نہیں آتا۔ آخری وقت میں فقیر کو مجبور کر کے اس کی فقیری لینا چاہتے ہو۔ جو تم آباد رہو۔ تمہارا شہر آباد رہے۔ مہاراجہ صاحب جواب سن کر کچھ دیر تک ساکت بیٹھے رہے۔ پھر روانہ ہو گئے۔

۲۸ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ کو آپ کا وصال ہوا۔

خزینۃ الاصفیاء میں تاریخ وفات درج ذیل لکھی ہے۔

شاہ مسکیں چوں بحق شد واصل
رفت نزد خدا۔ خدا آگاہ
گفت تاریخ رحلتش سرور
کہ امام بہشت مسکین شاہ (رحمہ اللہ علیہ)
۱۲۷۵ھ

(تاریخ مشائخ چشت)

حکیم آغا جان عیش دہلوی رحمہ اللہ علیہ جو اردو زبان کے ابتدائی دور کے جلیل القدر شاعر ہیں حضرت مسکین شاہ رحمہ اللہ علیہ کے نہایت عقیدت مند مرید تھے۔ حکیم صاحب مرحوم کو اپنے مرشد پاک سے انتہائی عقیدت تھی۔ وہ ایک رباعی میں اپنے پیر و مرشد سے یوں استمداد چاہتے ہیں۔

تو حال پہ میرے کر توجہ یا پیر

Marfat.com

رہتا ہوں میں فکر سے نہایت دلگیر
کر حق میں دعا میرے کہ ہوں میں لاچار
بن آتی نہیں ہے مجھ سے کوئی تدبیر

اولیاء اللہ کی محبت کی ضرورت کو ایک ایسے موثر اور دل نشین پیرایہ میں ادا کر گئے ہیں۔ کہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

محبت اولیاء اللہ کی آتی ہے کام آخر
کہ ان کے نام میں اللہ کا آتا ہے نام آخر

حکیم صاحب نے بھی اپنے پیر و مرشد کی تاریخ وفات کہی ہے۔

کرد رحلت از جہاں چوں حضرت مسکین شاہ (رحمہ اللہ علیہ)
خار غم در دل خلید از رحلت آں نیک ذات
عیش چوں سال وفاتش خواست از پیر خرد
واصل ذات الٰہی گفت تاریخ وفات
۱۲۷۵ھ

(تذکرہ حضرت مسکین شاہ رحمہ اللہ علیہ)

جب راجہ جے پور کو آپ کے وصال کی خبر ہوئی تو سن کر بہت پریشان ہوئے۔ حضرت مسکین شاہ رحمہ اللہ علیہ کے مزار شریف اور ایک خوبصورت باغ کے لئے بارہ بیگھ زمین کا ایک قلعہ نذر کیا۔ اور کہا کہ باغ مسجد اور مزار شریف راج کے اخراجات سے بنوا دیے جائیں۔ لیکن نواب فیض علی خاں مرحوم نے عرض کیا کہ یہ تعمیر تو مریدین کروالیں گے۔ بزرگان دین کے سالانہ عرس ہوا کرتے ہیں۔ اگر اس کے لئے کوئی مستقل آمدنی کے ذریعے فراہم کر دیے جائیں۔ تو زیادہ مناسب ہوگا۔

مہاراجہ نے ازراہ خوشنودی اور عقیدت دو گاؤں جاگیر میں نذر کئے۔ جو اب تک خانقاہ کے نام پر وقف ہیں۔ حضرت رحمہ اللہ علیہ کا مزار مبارک اور مسجد شریف نواب فیض علی خاں مرحوم نے تعمیر کروائے۔ اور دو سو روپیہ سالانہ نقد خانقاہ شریف کے لئے مقرر فرمائے۔ ہر سال آپ کا عرس آپ کے عقیدت مند بڑے خلوص اور اہتمام سے مناتے ہیں۔

خلفاء

آپ کے خلفاء کی تعداد کثیر ہے۔ لیکن چند خلفاء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمہ اللہ علیہ (شاہ ولایت راجپوتانہ)

۲ حضرت مولانا سکندر علی رحمہ اللہ علیہ (الہ آباد)

۳ حضرت فیض اللہ شاہ رحمہ اللہ علیہ (کرنال)

۴ حضرت نجابت علی شاہ رحمہ اللہ علیہ (لکھنو)

۵ حضرت مولوی گل محمد رحمہ اللہ علیہ (لکھنو)

۶ حضرت صادق علی شاہ رحمہ اللہ علیہ (جے پور)

۷ حضرت محبوب علی شاہ ولایتی رحمہ اللہ علیہ (فتح پور)

راقم الحروف کے مرشد کریم مد ظلہ العالی نے ایک مکتوب کے ذریعہ حضرت شاہ مسکین رحمہ اللہ علیہ کے مختصر حالات زندگی ارسال فرمائے تھے۔ جس وقت یہ مکتوب گرامی مجھ تک پہنچا میں حضرت شاہ مسکین رحمہ اللہ علیہ کا تذکرہ رقم کر چکا تھا۔ لہذا حضرت پیر و مرشد کا ارسال کردہ تذکرہ من و عن تحریر کرتا ہوں۔ کیوں کہ یہ تذکرہ ہر اعتبار سے مکمل و اکمل ہے۔

(حضرت مخدوم خواجہ شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مد ظلہ العالی)

مختصر تذکرہ

حضرت شاہ مسکین رحمہ اللہ علیہ

حضرت الحاج سید غلام محمد شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ "المعروف بہ مسکین شاہ صاحب" کشتواری قادری نقشبندی سہروردی چشتی نظامی صابری جے پوری۔

حضرت قبلہ کا سال ولادت ۱۱۰۳ھ ہے۔ بمقام کشتوار (علاقہ کشمیر)۔ سال وصال ۱۲۷۵ بمقام جے پور (راجپوتانہ)

حضرت کے والد صاحب قبلہ کا اسم گرامی حضرت خیر الدین شاہ صاحب ہے۔ قبلہ دادا صاحب کا اسم گرامی حضرت عبد الحکیم شاہ رحمہ اللہ علیہ ہے۔ جو بخارا کے رہنے والے تھے اور وہاں ہی پیدا ہوئے۔

قبلہ ناناصاحب کا اسم گرامی حضرت سید علی ہمدانی کشمیری ہے۔ اور یہ سید ہمدانی ساتویں پشت میں حضور پر نور سید غوث الاعظم دستگیر رحمہ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔

حضرت مسکین شاہ رحمہ اللہ علیہ کے والد صاحب قبلہ نے آپ کو ۱۱ سال کی عمر ہی سے حضرت کنگال شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر کر دیا تھا۔ حضرت کنگال شاہ صاحب سلسلہ قادریہ میں بہت مشہور مجذوب بزرگ تھے۔ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو سلسلہ قادریہ میں خلافت ان ہی بزرگ سے ملی تھی۔

حضرت کنگال شاہ صاحب نے تین سال تک حضرت مسکین شاہ صاحب کو جنگلوں اور بیابانوں میں

Marfat.com

رکھا۔ حکم یہ تھا کہ درختوں کے پتے کھایا کرو۔ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ حالت جزب میں بہت عرصہ تک رہے۔ ایک روز جب پتوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ہر پتہ پر اللہ لکھا ہوا نظر آیا۔ چنانچہ آپ نے بوجہ احترام پتے نہیں کھائے۔ اور حضرت کنگال شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت واقعہ بیان کی۔ حضرت کنگال شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے خوش ہو کر حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو بغل گیر کیا۔ اور فیوض باطنی سے مالامال کر کے خلافت عطا فرمائی۔

حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے عالم جزب میں گھر چھوڑ دیا تھا۔ تو ان کے والد گرامی نے اپنے مریدوں کو ایک روز حکم دیا۔ کہ تلاش کر کے حاضر کرو۔ چنانچہ مریدین نے ان کو زنجیروں سے باندھ کر پیش کیا۔ تو محبت پدری جوش میں آئی اور کچھ پڑھ کر اپنے فرزند کی کمر پر ہاتھ پھیرا تو حالت جزب سے عالم سلوک میں مراجعت ہوئی پھر اطیعو اللہ و اطیعو الرسول صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی پابندی کے لئے حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی شادی کر دی گئی۔ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے حضرت ظہیر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ اور ایک صاحبزادی تھیں صاحبزادی کی اولاد آج بھی قصبہ کشتوار (کشمیر) میں موجود ہے۔ اور حضرت کی موروثی جائداد جو "چمن مسکین" کہلاتی ہے اس پر قابض ہے۔ یہ ایک بہت بڑا ٹرسٹ ہے۔ جس کی صدارت پر شیر کشمیر شیخ عبد اللہ کی اہلیہ فائز ہیں۔ حضرت کے صاحبزادے ظہیر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ اپنے والد محترم کے ساتھ جے پور آگئے تھے۔ اور پدر بزرگوار کے وصال کے بعد خانقاہ کے متولی اور درگاہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ سجادگی اور تولیت اب تک انہیں کی اولاد میں چل رہی ہے۔

سلسلہ چشتیہ نقشبندیہ سے حضرت رحمہ اللہ علیہ کی وابستگی یوں ہے کہ جب حضرت کی ملاقات دہلی میں حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ (خلیفہ اول حضرت مرزا مظہر جان جانان شہید رحمہ اللہ علیہ) سے ہوئی۔ تو حضرت رحمہ اللہ علیہ نے عرصہ تک وہیں قیام فرمایا۔ تا آنکہ اس سلسلہ کی تکمیل سلوک کرا کے حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرمائی۔ حصول خلافت کا واقعہ یوں ہے کہ ایک روز حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے اپنے مریدین اور خلفاء سے فرمایا کہ میرا قرآن مجید کا نسخہ بہت بوسیدہ ہو گیا ہے۔ اس کی نقل کرنے کی اہلیت ثابت کرنے کے لئے ہر شخص عربی رسم الخط میں چند سطور لکھ کر دکھائے۔ چنانچہ ہر ایک نے تعمیل حکم کی لیکن کسی کا خط اس نسخہ سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ لیکن جب حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تحریر پیش کی تو وہ نسخہ اس نسخہ کے خط کے عین مطابق تھی۔ جس سے حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے۔ اور کتابت کا حکم دیا چنانچہ

Marfat.com

حضرت روزانہ پاو سیپارہ لکھ کر پیش کیا کرتے تھے ۔ جب پورے نسخہ کی نقل مکمل ہو گئی ۔ تو حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے خوش ہو کر پوچھا کہ بتاو کیا چاہتے ہو ۔ ؟ دین یا دنیا ۔ ؟ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ نے عرض کی کہ عشق خدا اور رسول کا طالب ہوں چنانچہ حضرت غلام علی نے ایک ہی نگاہ میں جو کچھ عطا فرمانا تھا وہ عطا کر کے خلافت سے سرفراز فرما دیا ۔ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ اس سلسلہ نقشبندیہ کے بھی اکابر میں مشہور ہیں ۔

حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ پر بوجہ عشق شیخ ایسی حالت طاری ہوئی ۔ کہ پا پیادہ اجمیر شریف تشریف لے گئے ۔ وہاں گھوگرا پہاڑی پر ایک مجذوب بزرگ سے ملاقات ہوئی ۔ انہوں نے حکم دیا کہ مجھ پر دم کرو تاکہ شفا ہو چنانچہ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے تعمیل حکم میں دم کیا ۔ شفایابی پر ان بزرگ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ علیہ کی درگاہ پر فوراً حاضر ہو ۔ کیوں کہ گزشتہ شب ایک خصوصی محفل میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے سلسلہ میں شامل کر لیا ہے ۔ چنانچہ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ ایک سیاہ کمبل میں ملبوس درگاہ پر پہنچے ۔ اور مشرقی دروازے کے باہر بیٹھ گئے ۔

لوگوں نے عرض کیا کہ اندر تشریف لے چلیں ۔ تو فرمایا کہ کوئی بلائے گا تو اندر چلیں گے ۔ رات گئے دروازے کی کھڑکی کھلی اور ایک نقاب پوش باہر تشریف لائے ۔ اور حضرت رحمہ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ اندر لے گئے ۔ ایک سال تک حضرت رحمہ اللہ علیہ وہاں قیام پزیر رہے ۔ اسی دوران ایک رات کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ علیہ نے ایک خاص درود شریف تلقین فرمایا ۔ اور حکم فرمایا ۔ کہ بریلی جاو اور حضرت نیاز بے نیاز رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو اور ساتھ ہی حضرت غریب نواز رحمہ اللہ علیہ نے حضرت نیاز بے نیاز رحمہ اللہ کو بھی مطلع فرمایا ۔ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ اجمیر شریف سے پا پیادہ بریلی شریف پہنچے تو پیروں پر ورم آ گیا تھا ۔ دریا کے قریب ایک مسجد میں جا ٹھہرے ۔ اور سوچنے لگے کہ یہ تو بڑا شہر ہے اس میں حضرت نیاز احمد رحمہ اللہ علیہ کا پتہ کیسے لگایا جائے ۔ اسی فکر میں بوجہ سفر کی تھکان کے نیند آ گئی ۔ نماز عصر کے بعد حضرت نیاز احمد رحمہ اللہ علیہ اپنے چند خلفاء کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے ۔ اور فرمایا کہ ہم تو ایک ہفتہ سے آپ کا انتظار کر رہے تھے ۔ اور حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ گھر پر لے گئے ۔

حضرت نیاز احمد رحمہ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ پیدائشی ولی تھیں ان سے جب حضرت نیاز بے نیاز رحمہ اللہ علیہ نے عرض کیا ۔ کہ حضور غریب نواز رحمہ اللہ علیہ نے غلام محمد شاہ رحمہ اللہ علیہ کو میرے پاس بھیجا ہے ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا ان سے کہہ دو کہ گھبرائیں نہیں ۔ تمہارا ہاتھ تو

Marfat.com

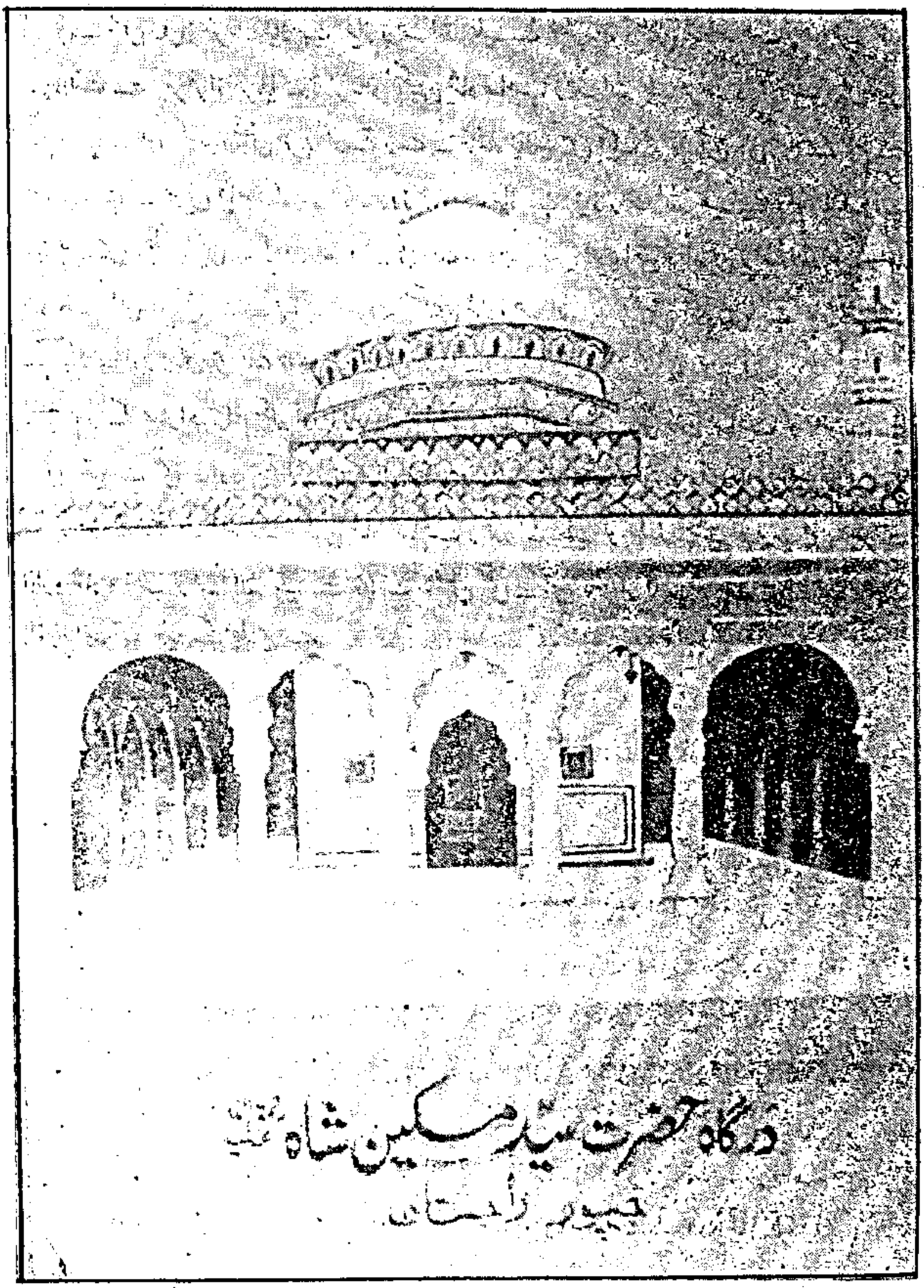
درگاہ حضرت سید مسکین شاہ

خود حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ہے۔ پھر فرمایا کہ مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو سلسلہ چشتیہ میں خلافت دے دو۔ چنانچہ ایک خاص محفل اسی تقریب کے لئے منعقد کی گئی۔ جس میں حضرت نیاز بے نیاز رحمہ اللہ علیہ نے حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ عرصہ دراز تک وہاں ہی مقیم رہے۔ اور کسب فیض مزید کرتے رہے۔ خانقاہ نیازیہ میں ایک حجرہ آج بھی ان کے نام سے منسوب ہے۔ طویل قیام کے بعد ایک روز حضرت نیاز بے نیاز رحمہ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ آپ جے پور میں چلے جائیں۔ کیوں کہ وہاں کی ولایت بوجہ انتقال مولانا ضیاء الدین رحمہ اللہ علیہ رحمہ اللہ علیہ خالی ہو گئی ہے۔ چنانچہ حضرت مسکین شاہ رحمہ اللہ علیہ تعمیل حکم میں جے پور تشریف لے گئے۔ اور یہاں ہی ۱۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔

جے پور کے مہاراجہ رام سنگھ اور وزیر اعظم نواب ممتاد الدولہ فیض علی خان صاحب کو حضرت سے گہری عقیدت تھی۔ اور ہمیشہ خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور مہمات امور میں طالب دعا و توجہ ہوتے تھے۔ حضرت مسکین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں حضرت انگارہ شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ سے خلافت حاصل تھی۔ جن کا مزار اجمیر شریف میں خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ علیہ کے چلہ پر ہے

حضرت خواجہ شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ
شاہ ولایت سیکر شریف (راجپوتانہ)

آپ حضرت شاہ غلام محمد عرف مسکین شاہ رحمتہ اللہ علیہ جے پوری کے ممتاز ترین خلیفہ تھے پیر دستگیر کی اطاعت و فرمانبرداری میں آپ کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔ مرشد پاک نے بھی ہمیشہ آپ پر خصوصی عنایت و شفقت کے ساتھ توجہ فرمائی۔ اور آپ بہت جلد شیخ کی روحانی تربیت سے ولی کامل بن گئے۔ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ راجستان کے مشہور بزرگ تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت سید نظام الدین مخدوم زادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ سے ترک وطن کر کے ۶۶۰ھ میں بغداد میں قیام فرمایا۔ انہیں کی اولاد میں چار پشتوں کے بعد حضرت حاجی سید ابراہیم بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثم سنجانوی ساتویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کی نام حضرت مولانا سید محمد بغدادی تھا جنہوں نے اپنے ہونہار لخت جگر حضرت حاجی سید ابراہیم بغدادی کی تعلیم خاندانی روایات کے مطابق اوائیل عمر میں شروع کی۔ حدیث، فقہ، اصول، معقول، منقول اور فلسفہ کی تکمیل کرائی، اور قرآن مجید ایسی نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور ہوئے ان علوم میں وہ دستگاہ حاصل کی کہ شہر بغداد میں صف اول کے علماء میں شمار ہونے لگے اولیاء عظام صوفیاء کرام و محدثین اور مشائخ الحق دقیق مسائل میں صلاح و مشورہ کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے۔ آپ کا گھرانہ علمی وجاہت اور مذہبی تقدس کے لحاظ سے بغداد میں ممتاز مانا جاتا تھا۔ آپ کے خاندان میں اعلیٰ پایہ کے علمائے دین اور بلند مرتبہ اولیاء اللہ ہو گذرے تھے۔ جو روحانیت و علمیت کے لحاظ سے اوصاف تھے اور یہ سب خدا رسیدہ حضرات اپنے ہی خاندان کے بزرگوں سے علمی و روحانی فیض و برکات حاصل کرتے رہے۔ جس وقت عراق میں حکمرانوں

Marfat.com

کی کمزوری باغیوں کی چیرہ دستیوں اور علمائے سوء کی زبان درازیوں کے پیش نظر بہت سے علماء حق اور صوفیائے کرام وقت بغداد چھوڑ کر مختلف ممالک میں ہجرت فرما گئے۔ انہیں ایام میں حضرت حاجی سید ابراہیم بغدادی رحمتہ اللہ علیہ ۸۲۸ھ بمطابق ۱۴۲۴ء میں بغداد میں نقل مکانی فرما کر برصغیر پاک و ہند کے علاقہ (شیخاواٹی) سنگھانہ، راجپوتانہ میں آباد ہوئی اور تبلیغ اسلام شروع کردی۔ یہ علاقہ اس وقت جنگل تھا آپ ہی کے قدم مبارک کی برکت سے آباد ہوا۔ حضرت حاجی سید ابراہیم بغدادی رحمتہ اللہ علیہ انسانیت کا ایک کامل نمونہ تھے۔ جہاں ریاضت و عبادت اور کشف و مجاہدہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وہاں ایثار و استغناء و اخلاق جلیلہ سے بھی متصف تھے۔ اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا شعار تھا۔ فقر و غنا کا ایک اچھے نمونہ تھے اور اپنے ارادت مندوں کو ہمیشہ تقویٰ و پرہیزگاری کی تلقین و ہدایت فرماتے۔ آپ جب برصغیر میں تشریف لائے تو اس وقت دلی میں مبارک شاہ کی حکومت تھی۔

آپ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے اسی مناسبت سے آپ کا خاندان رضوی سادات سنگھانہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ان کا نسبی سلسلہ اس وقت سے لیکر اب تک خدا کے فضل سے برابر جاری ہے۔ ان کے خاندان میں شریعت و طریقت اور طبابت ابتدا ہی سے برابر رہی ہے۔ آپ کی نسل سے ہر دور میں بہت سے افراد مسلم حدیث، فقہ، فلسفہ، طب میں عالم فاضل ہوتے رہے ہیں۔

اسلام و تلقین کے کام کو ہمیشہ جاری رکھا۔ حضرت حاجی سید ابراہیم بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ۸۹۸ھ میں سنگھانہ میں وصال فرمایا اور یہیں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار شریف سنگھانہ میں سادات کے خاندانی قبرستان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آج بھی ہزاروں زائرین ہندوستان کے گوشے گوشے سے آپ کے مزار پر حاضری دے کر محبت و اخوت کا درس حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی اولاد میں سے سید صالح رحمتہ اللہ علیہ جن کی پیدائش ۸۹۴ھ میں ہوئی۔ والد کی طرح علوم و حدیث فقہ اور طبابت سے آراستہ تھے۔ اور اپنے نامور والد کی طرح تبلیغ دین کے علاوہ طبابت کا پیشہ اختیار فرمایا۔ دربار لودھی سے آپ کو طبی خدمات کے صلے میں جاگیر عطا کی گئی۔ آپ نے ۹۷۵ھ میں وصال فرمایا اور اپنے والد مکرم کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ حضرت سید صالح رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید سعید فاضل رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خاندان میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل کی وہ سن شعور پہنچنے تک مرجع خلائق بن چکے تھے اور آپ کو تصوف سے فطری لگاؤ تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے نارنول اور آگرہ میں علوم رسمیہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنے فن طب کی تکمیل حکیم علی گیلانی سے حاصل کی تھی۔

آپ کے صاحبزادے حضرت سید مصطفیٰ چشتی رحمتہ اللہ علیہ ۹۸۸ھ میں پیدا ہوئے آپ حضرت بندگی شاہ نارنولی کے خلیفہ تھے جہانگیری اور شاہجہانی دور میں آپ کو بھی جاگیریں عطا ہوئیں۔ حضرت سید مصطفیٰ چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۰۵۰ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت میراں سید مرتضیٰ رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ یہ بھی اپنے وقت کے روحانی بزرگ اور طبیب تھے۔ علم و فضل کے لحاظ سے بھی آپ علمائے عصر میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اپنے فقہ، حدیث، تفسیر و طب کی تعلیم اپنے فقہ و طبیب

Marfat.com

والد سے حاصل کی۔ تصوف میں بھی آپ نے اپنے والد بزرگ کی زیر نگرانی قدم بڑھایا اور ریاضت و مجاہدات انجام دیکر خاندانی مسند ارشاد وہدایت پر متمکن ہوئے۔

حضرت میراں سید مرتضی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت سید محمد ناصر رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۰۸۰ھ میں ہوئی۔ آپ جب سن شعور کو پہنچے تو آپ کے والد شریف نے آپ کی تعلیم و تربیت نہایت معقول طریقے پر کی تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن مجید ختم کر لیا۔ آپ علم قرآت وطب سے بہرہ ور تھے۔ اور حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمتہ اللہ علیہ کیدست حق پرست پر بیعت فرمائی۔ اور خلافت واجازت بھی حاصل کی۔ آپ نے اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ، شاہ عالم اوّل فرخ سیر اور محمد شاہ کا زمانہ پایا۔ اور یہ لوگ آپ کی نہایت قدر کرتے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دینی و دنیاوی، ظاہری اور باطنی نعمتوں سے پوری فیاضی نے مالامال کیا تھا۔ روحانیت میں صاحب کشف تھے۔ آپ سے اکثر خوارق عاذات و کرامات ظہور میں آئی ہیں۔ معاصر صوفیائے کرام و مشایخ عصر آپ کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ سلاطین وقت اور مقامی احکام بھی آپ کے ساتھ کمال نیازمندی سے پیش آتے۔

حضرت سید محمد ناصر رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حکیم سید باب اللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے نہایت مشہور و بارسوخ عالم فاضل اور طبیب گذرے ہیں آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ جملہ علوم عقلی و نقلی میں استعداد کامل بہم پہنچائی۔ تصوف کے اسرار و موز ریاضت و مجاہدات سے حاصل ہوئے۔ درویش و تقوی آپ کا مسلک تھا۔ آپ نے تعلیم و تربیت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ طالبان حق کو ان کی استعداد کے موافق روحانی ترقی کی منزلیں طے کراتے تھے۔ آپ ہی کے زمانہ ۱۱۶۴ھ میں شیخاوائی حکمرانوں کا قبضہ سنگھانہ پر ہو گیا تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سید شرف الدین حسین رحمتہ اللہ علیہ قصبہ سنگھانہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مذہبی تعلیم کے ماحول میں آنکھ کھولی تھی۔ اسکا اثر ظاہر ہو کر رہا۔ نو سال کی عمر ہوئی تھی کہ قرآن مجید کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ علوم متداولہ کی طرف توجہ کی۔ اپنے والد محترم سے علوم عربی فارسی، فقہ، حدیث کی تکمیل کی اور انہیں کی خدمت میں رہ کر تصوف کی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ حضرت الحاج مولانا حکیم سید امانت علی شاہ صاحب سنگھانوی، سید نظام علی خاں (والئی ریاست حیدر آباد دکن) کی افواج میں ممتاز عہدہ پر فائز تھے۔ بعد میں یہ ملازمت ترک فرما کر آنجہانی راجہ ابھے سنگھ والئی ریاست کھیتڑی (علاقہ جے پور) کے طبیب خاص مقرر ہوئے آپ کا وصال ۱۲۳۹ھ میں ہوا۔ آپ ہی کے تیسرے صاحبزادے حضرت خواجہ شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔

پیدائش:۔

حضرت شاہ ولی محمد رحمتہ اللہ علیہ المعروف بہ "شاہ ولایت سیکر شریف" کی ولادت باسعادت ۱۲۱۸ھ کو سنگھانہ قصبہ میں ہوئی۔

Marfat.com

یہ وہ دور تھا کہ دہلی کو لارڈ لیک نے فتح کر لیا تھا۔ اور نارنول جھجر میں شامل ہو چکا تھا۔ اس طرح سنگھانہ کا تعلق مرکزی حکومت سے بلکل ٹوٹ چکا تھا۔

تعلیم:-

ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم اور حضرت مولانا محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو حضرت مولانا استجاب خاں افغانی زہر شریف سے فقہ حدیث اور تفسیر کی تعلیم تکمیل فرمائی آپ کی تعلیم و تربیت نہایت معقول طریقہ پر ہوئی۔ فن طب کی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ آپ کو اللہ تعالی نے دینی و دنیاوی ظاہری و باطنی نعمتوں سے پوری فیاضی کے ساتھ مالا مال کیا تھا۔ روحانیت میں صاحب کشف تھے۔ آپ سے بہت سے خرق عادات و کرامات ظہور میں آئی ہیں۔ سادگی اور تقوی آپ کا شعار تھا۔ آپ نے علم و فضل اور روحانی برکات سے بے شمار اہل نیاز کو فیض پہنچایا۔

والد محترم کی وصال کے بعد آپ کے بڑے بھائی حضرت سید محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد کی جگہ ریاست کھیتڑی میں بطور سرکاری طبیب مقرر ہوئے۔ جب حضرت سید محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ مستعفی ہو کر گھر آ گئے۔ تو آپ ان سے اجازت لے کر ۱۲۳۹ھ میں بڑے بھائی حضرت سید امین الدین صاحب کی ہمراہ بحصول ملازمت جودھپور تشریف لے گئے اور مہاراجہ مان سنگھ والئی جودھپور کے یہاں دونوں بھائی تیس تیس روپے ماہوار تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔ ریاست جودھپور سے آپ کی خاندان کا یہ پہلا تعلق تھا۔

۱۲۵۰ھ میں حضرت سید محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شدید علالت کی خبر پہنچنے پر دونوں بھائی ملازمت ترک کر کے سنگھانہ پہنچ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ جے پور پہنچے۔ آپ کا قیام سابقہ تعلقات کی بناء پر ڈیرہ سیکر میں ہوا۔ اتفاق سے اس وقت سیکر کے نو عمر فرما نروا راؤ راجہ عام سنگھ اور ان مصاحب نوندرام جی بھی وہاں موجود تھے۔ راؤ راجہ صاحب کو مسند نشین ہوئے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ انہوں نے مصاحب مذکور کی تحریک سے آپ کو اپنے یہاں رکھنے کے لئے بہت زیادہ اصرار فرمایا۔ چنانچہ آپ کو حضرت امین الدین شاہ صاحب یہاں چھوڑ کر خود سنگھانہ تشریف لے گئے۔

درگاہ شریف کے قدیم کاغذات سے ظاہر ہے۔ کہ آپ ۴ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ یوم پنجشنبہ کو سیکر میں طبیب سرکاری کی عہدہ پر مامور ہوئے۔ تیس روپے ماہوار تنخواہ اور ایک ملازم کی تنخواہ پندرہ روپے حسب رواج راجپوتانہ اور سواری و روشنی و پہرہ داری کا انتظام بھی سرکار کی طرف سے رکھا گیا تھا۔ لیکن

Marfat.com

درگاہ شریف کے قدیم کاغذات سے ظاہر ہے۔ کہ آپ ۴ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ یوم پنجشنبہ کو سیکر میں طبیب سرکاری کیعہدہ پر مامور ہوئے۔ تیس روپے ماہوار تنخواہ اور ایک ملازم کی تنخواہ پندرہ روپے حسب رواج راجپوتانہ اور سواری و روشنی و پہرہ داری کا انتظام بھی سرکار کی طرف سے رکھا گیا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ راجہ راؤ صاحب نیاردو اور فارسی کی تعلیم بھی شروع کر دی تھی۔ اور اس سبب سے راجہ راؤ صاحب آپ کا بہت زیادہ احترام کرنے لگے تھے۔ اگرچہ ۱۲۳۳ھ میں اجمیر کو انگریزوں نے فتح کر لیا تھا۔ لیکن لیفٹیننٹ گورنر جنرل راجپوتانہ کا ہیڈ کوارٹر دہلی تھا۔ چوتھے لیفٹیننٹ گورنر جنرل کرنل لاکٹ ۱۲۴۸ھ بمطابق ۱۸۳۳ء میں اجمیر میں رہنے لگے۔ اجمیر کی اس مرکزیت کی وجہ سے رؤسائے راجپوتانہ کو اپنے سرکاری نمائندے یا وکیل وہاں رکھنے پڑتے تھے۔ چنانچہ دربار سیکر کی طرف سے بھی اجمیر شریف میں ایک نئیتیر صاحب وکیل تھے۔ ایک دفعہ وکیل صاحب کی غلطی سے صاحب بہادر بہت ناراض ہو گئے۔ راؤ راجہ صاحب کو بہت تشویش ہوئی۔ حضرت صاحب سیعرض کیا۔ کہ آپ اس معاملہ میں میری مدد فرمائیں۔ نازک معاملہ ہے۔ آپ نے عذر فرمایا کہ سیاسی معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ مگر راؤ راجہ نے بہت اصرار کیا۔ بالآخر آپ خود اے جی جی صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے خاندان میں غالباً یہ پہلا موقعہ تھا کہ کسی یوروپین سے ملنا ہوا۔ آپ کو ان لوگوں کے طور طریق، آئین گفتگو، طرز معاشرت و مزاج سے کسی قسم کی واقفیت نہیں تھی۔ صاحب بہادر کو اطلاع دی گئی کہ سیکر شریف کا وکیل آیا ہے۔ صاحب نے ملنے سے انکار کر دیا پھر خود بخود اجازت دیکر بلوالیا۔ آپ کی نورانی صورت اور وجیہہ چہرہ دیکھ کر کچھ اثر پڑا۔ کہ خلاف توقع نہایت احترام اور تلطف کے ساتھ پیش آیا۔ مترجم کے ذریعہ باتیں ہوئیں صاحب بہادر کو وکیل کی غلطی معلوم ہو کر راؤ صاحب کی طرف سے قطعی اطمینان ہو گیا۔ بعد میں راؤ صاحب کو بھی بلوایا گیا اور ان سے بھی صاحب بہادر بڑے تپاک سے ملے اور حضرت صاحب کی ان سے بڑی تعریف کی اس وقت راؤ صاحب آپ کے بڑے معتقد ہو گئے۔ آپ سے عرض کیا کہ آج سے وکالت کے فرائض بھی آپ ہی انجام کیا کریں صاحب بہادر آپ سے بہت خوش ہیں اگرچہ آپ نے بہت عذر کیا۔ لیکن راؤ کے اصرار پر اس شرط کے ساتھ منظور کر لیا کہ میں اپنے علم کے مطابق صحیح واقعات بیان کیا کرونگا۔ آپ کی منشاء کے مطابق اطلاعات پہنچانا میرے لئے لازمی نہ ہوگا۔ ۱۲۵۱ھ کے اختتام یا ۱۲۵۲ھ کے آغاز سے آپ اسی طرح وکالت کے فرائض انجام دینے لگے۔ تقریباً بارہ سال تک یعنی ۱۲۶۴ھ تک آپ نے یہ کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام کو پہنچایا۔ اجمیر۔ آبو اور جے پور میں اکثر اسی سلسلہ میں آنا جانا ہوتا تھا۔ اس زمانے کیاے جی جی صاحبان بھی آپ کی کارگزاری سے خوش اور مطمئن تھے۔ خاص کر کرنل جے سدر لینڈ صاحب جو ۱۲۵۳ھ سے لیفٹیننٹ گورنر جنرل تھے۔ آپ سے بہت زیادہ خوش اور مہربان تھے۔ چنانچہ ۱۲۶۳ھ میں بیکانیر اپنے ہمراہ آپ کو لیکر گئے تھے اور اکثر دوسرے مقامات کے دوروں پر بھی آپ کو اپنے ساتھ لیجایا کرتے تھے۔ کرنل صاحب آپ کی پابندی صوم و صلاۃ اور کھانے پینے میں تقوی نیز اسلامی معاشرت کیمدرج رہتے تھے اور نہایت پسند فرمایا کرتے تھے اس طویل زمانہ میں ہی آپ سلسلہ بیعت منسلک ہو گئے تھے۔

بیعت و خلافت :-

حضرت خواجہ شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے شیخ معظم سے نہایت محبت تھی - آپ جے پور میں حضرت شاہ مسکین رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی - جب آپ ان کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو معمول کے مطابق سواری اور خادم ساتھ تھا - مگر چہرہ اقدس پر نظر پڑتے ہی سواری اور خادم کو الگ چھوڑ کر نہایت مؤدبانہ اور عقیدت مندانہ شان سے باریاب خدمت ہوئے - حضرت مسکین شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے حاضرین سے دریافت فرمایا، کہ یہ کون ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ بڑے صاحب کے یہاں سیکر کے وکیل، نیز راجہ راؤ صاحب کے معالج خاص ہیں - حضرت شاہ مسکین رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پاس بلا کر نام اور مقام پوچھا - جب معلوم ہوا کہ آپ سنگھانہ کے سادات کے خانوادہ میں سے ہیں تو فرمایا - ھمارے عزیز بھائی سید امانت علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو جانتے ہو؟ - آپ نے عرض کیا کہ میں ان کا لڑکا ہوں - حضرت شاہ مسکین رحمتہ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے - اور شفقت سے گفتگو فرماتے رہے - تھوڑی دیر کے بعد آپ اجازت لیکر اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے - دوسرے دن پھر حضرت مسکین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی - اور کچھ سوالات کے جواب لیکر واپس آگئے - مگر اب، رات بھر بے چین رہے - حضرت سید شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے اکثر بزرگوں کی مجلس میں حاضری دی - لیکن منزل اب ملی جس کو بالا آخر پالیا - یعنی حضرت شاہ مسکین رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوگئے - اسی زمانے میں آپ نے حضرت مسکین شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے کسی مقصد میں کامیابی کی دعا کے لئے عرض کیا - خدا کے فضل سے آپ کا مقصد پورا ہوگیا - چند روز حضرت شاہ صاحب نے آپ کو اپنی خدمت میں رکھ کر فرمایا کہ، ملازمت ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کرو - یہ ۱۲۶۳ھ کا واقعہ ہے - آپ چند روز جے پور میں ٹھہر کر پہلے اجمیر شریف گئے - تاکہ اے جی جی صاحب کو جو آپ پر بہت مہربان تھے - ترک ملازمت کے قصد کی اطلاع کریں - اور اجازت لے لیں - انہوں نے اصرار کر کے آپ کو دورہ بیکانیر میں اپنے ساتھ لے لیا - بیکانیر میں اس وقت آپ کے بڑے بھائی حضرت سید امین الدین شاہ صاحب اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سید کرامت علی شاہ صاحب مہاراجہ رتن سنگھ اور مہاراجہ کنور سردار سنگھ کے معالج خاص تھے - بیکانیر سے واپسی کے بعد آپ نے صاحب بہادر سے بھی بہ اصرار اجازت حاصل کی - اور سیکر آکر راؤ راجہ صاحب سے بھی جیسے ممکن ہوا - اجازت لیکر ملازمت ترک فرمادی - راجہ صاحب آپ کو الگ نہ کرنا چاہتے تھے اصرار فرماتے کہ آپ بحثیت ملازمت چاہے نہ رہیں، لیکن بحثیت استاد اور بزرگ کے گڑھ قلعہ میں ضرور رہیں - آپنے اس امر کو مرشد پاک کی اجازت مل جانے کی شرط پر مان لیا - کچھ دنوں کے بعد آپ جے پور تشریف لے گئے، تو حضرت مسکین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے خلافت و اجازت عطا فرمائی - اور تبرکات مشائخ سلسلہ عالیہ چشت اہل بہشت آپ کو عطا فرمائے - جن کی تفصیل یہ ہے -

Marfat.com

۱- حضرت خواجہ مولانہ فخرالدین فخرجہاں رحمتہ اللہ علیہ کی کلاہ مبارک
۲- حضرت مرزا مظہر جانان دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کا عصا مبارک
۳- حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی کھڑاؤں مبارک
۴- حضرت مسکین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا قمیص مبارک-

یہ تمام تبرکات خانقاہ عالیہ چشتیہ سیکر شریف کی مسجد کے ساتھ ایک خاص کمرے میں محفوظ ہیں- بہ زمانہ عرس شریف ہر سال ۵
ذیقعدہ کی شام کو بعد نماز عصران تمام تبرکات کی زیارت عام لوگوں کو کرائی جاتی ہے-

حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ جے پورے واپسی پر سنگھانہ تشریف لے گئے - چند روز وہاں قیام فرما کر واپس جے پور تشریف لائے اور مرشد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے - انہوں نے فرمایا ،کہ تمہارے لئے مشائخ سلسلہ نے سیکر ہی میں قیام کا حکم دیا ہے- فی الحال قلعہ ہی میں رہو اور دوسری

ہدایت کا انتظار کرو- چنانچہ آپ سیکر تشریف لے گئے - اور بدستور قلعہ (گڑھ) میں رہنے لگے ۱۲۶۴ھ کو حصول خلافت و اجازت کے بعد آپ سیکر تشریف لے گئے کچھ دونوں تک آپ قلعہ ہی میں رہے - بعد میں حضرت مسکین شاہ رحمتہ اللہ علیہ جے پورے کانوٹ تشریف لائے تو آپنے خان نامی ایک مخلص معتقد کو ان کی خدمت میں بھیج کر دریافت فرمایا کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے -؟ - پیر دستگیر حضرت مسکین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے رومال میں کچھ انار باندھ کر بھجوائے اور کہلا بھیجا کہ سیکر کے کسی گوشے میں جاکر رہو- اس پر حضرت سید ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے حسب معمول شہرے باہر اس مقام پر ڈیرہ لگایا- جہاں آپکی خانقاہ ہے - اس جگہ آپ ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول اور عبادت میں مصروف رہنے لگے-

آپنے اپنے اخفاء استناد کے انداز کو فیض بخشی و فیض رسانی میں بدل دیا- آپ شریعت مطہرہ پر سختی سے کاربند تھے- اور اپنے مریدوں کو اس پر علم کرنے کی سخت تلقین فرماتے-
اکثر اہل علم و اکابر وقت آپ سے ارادت رکھتے تھے - ان میں سے حضرت مولانا الحاج سید کرامت علی شاہ صاحب سنگھانوی رحمتہ اللہ علیہ سرفہرست ہیں-
آپ کی بیشمار کرامات و خوارق عادلت ، واقعات علاقے کے لوگوں میں بہت مشہور ہیں-

تبلیغ دین :-

حصول خلافت و اجازت کے بعد ، آپ کی ذات اقدس سے ہدایت و عرفان کے چشمے جاری ہونے لگے-
تعجب کی بات یہ ہے- کہ اکثر بزرگان و مشائخ کو جو درجہ ریاضت شاقہ اور عرصہ طویل کے بعد نصیب ہوا

Marfat.com

کرتا ہے۔ آپ کو وہ بہت جلد حاصل ہو گیا۔ اور آپ کے مریدین و معتقدین بہت جلد کمالات کو پہنچنے لگے۔ اس سے حضرت مسکین شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے روحانی تصرف اور آپ کی استعداد اور فطری قابلیت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ مشہور ہے۔ کہ آپ حضرت خضر علیہ اسلام سے بھی ملے تھے۔ علاقے کے ہزاروں ہندؤوں نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ اور تمام راجستھان میں آپ نے تبلیغی سلسلہ جاری رکھ کر اس کفر گڑھ میں جگہ جگہ نور اسلام کی شمع فروزاں کی۔

آپ کی تعلیمات :-

آپ فرماتے تھے۔ کہ درویش دس چیزوں پر مبنی ہے۔ اگر یہ صفات کسی چرواہے میں بھی پائی جائیں تو وہ حقیقتاً درویش ہوتا ہے اور اگر کوئی درویشی کا دعوی کرے اور ان اوصاف کا حامل نہ ہو تو وہ فی الواقع درویش نہیں۔ وہ دس لوازم یہ ہیں۔

۱۔ ہر وقت حقوق العباد کی نگہداشت کرنا۔

۲۔ جھوٹ نہ بولنا۔ ۳۔ ہر وقت باوضو رہنا۔ ۴۔ ہر وقت روزہ رکھنا۔ ۵۔ کم کھانا۔ ۶۔ کم سونا۔ ۷۔ کم گوئی۔ ۸۔ لوگوں سے کم ملنا۔ ۹۔ خواہشات سے اجتناب کرنا۔ ۱۰۔ مرشد سے قلبی لگاؤ رکھنا۔

کم گوئی کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ جس طرح تمسخر کی علامت سے دل مرجاتا ہے اسی طرح بسیار گوئی بھی قلب کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ لہذا فرماتے ہیں " فائدہ اندر سکوت آنست کہ چنانکہ ضحک موجب موت قلب است ہمچناں تعکلم بسیار ممات دل است۔

دل زبس گفتن بمیر دور بدن گرچہ گفتارت بود در عدن حضرت سید ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ اپنے ارادت مندوں اور مریدوں کو ہمیشہ یہ تلقین فرماتے کہ عجز و کوتاہی کو ہمیشہ سامنے رکھو، اور زہد و عبادت پر نازاں نہ ہو کیونکہ جو اپنے عجز و کوتاہی کو پیش نظر رکھتا ہے۔ خدا کی رحمتیں اس کو اپنی پناہ میں لے لیتی ہیں۔ اور جو اپنی قدرت و قوت پر نازاں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا قہر و جلال اسے بے دست و پا کر دیتا ہے۔

آپ کا عمل یہی رہا کہ عبادت و نوافل میں اکثر منہمک و مشغول رہتے تھے لیکن کاروباری اور فرائض منصبی پر مامور لوگوں کو ان کے متعلقہ امور کو دلچسپی اور انہماک سے انجام دینے کی تاکید فرماتے تھے۔ اور فرماتے کہ جن شخصیتوں سے عام لوگوں کو کاروباری بھلائی کا تعلق ہے۔ اگر وہ لوگ ورد و نوافل میں مشغول ہونگے۔ تو ان کی یہ اطاعت مقبول نہ ہوگی، بلکہ وہ حق سے قریب ہونے کی بجائے دور ہوجائیں گے نیز فرماتے کہ حضور قلب طلبان حق کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کیوں کہ ارباب طریقت و اصحاب حقیقت کا قول ہے کہ اگر انسان کعبہ شریف میں داخل ہو کر بھی رب کعبہ میں مشغول نہیں ہے تو گویا وہ بت خانہ میں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص بت خانہ میں بیٹھ کر رب کعبہ کے تصور میں

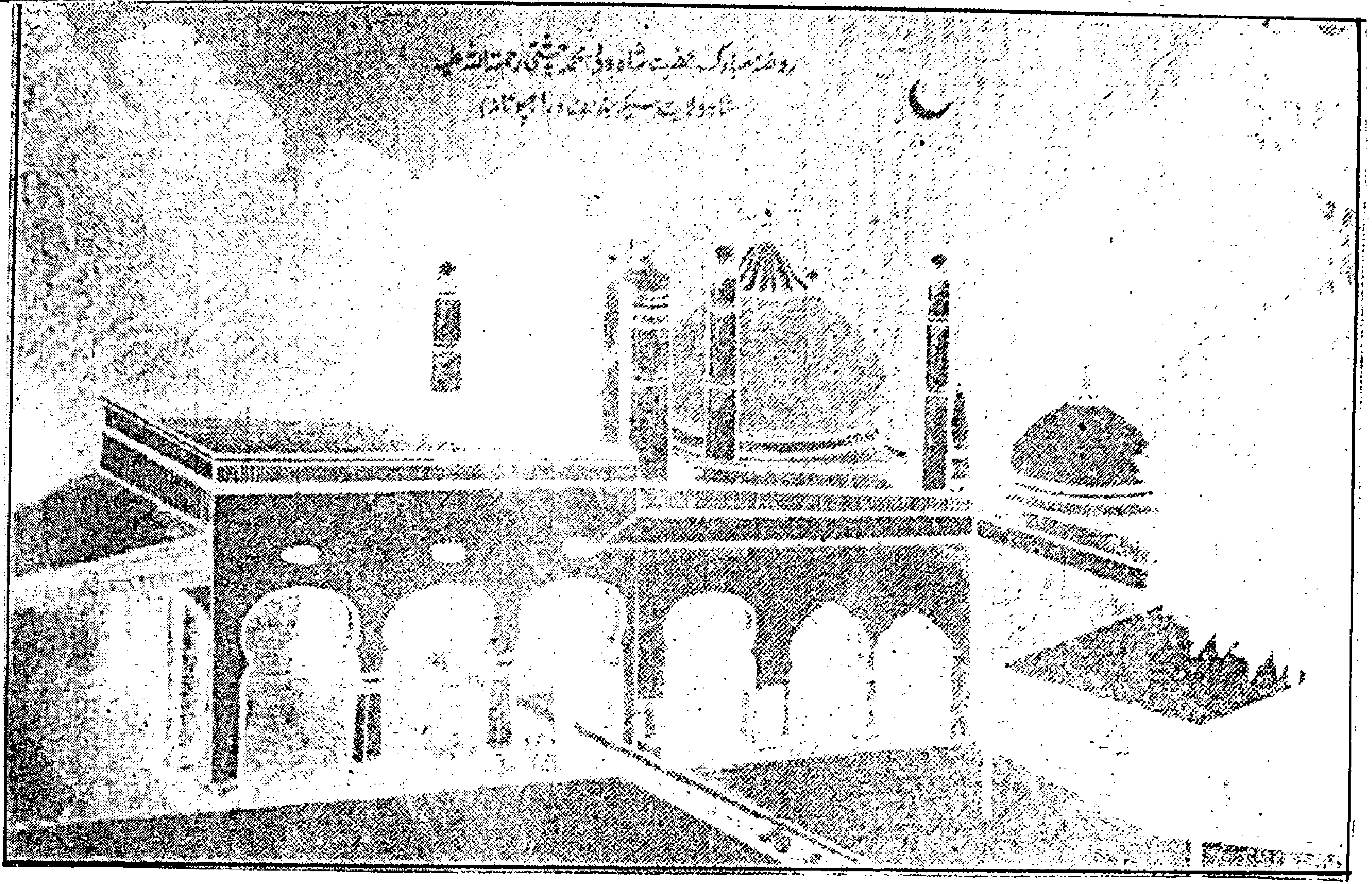

مستغرق ہو تو وہ گویا کعبہ میں ہے چنانچہ اگر تو یمن میں ہے۔ لیکن میرے تصور میں ہے تو میرے روبرو ہے لیکن اگر میرے سامنے ہو کر بھی مجھ سے بے تعلق ہے تو گویا یمن میں ہے۔

اطاعت نفس کو آپ بہت برا سمجھتے تھے اور اس سے بچنے کی تلقین اس تمثیل کے ساتھ کرتے تھے۔ کہ ارباب طریقت کی تاکید ہے۔ کہ نفس کی اطاعت سے بچو، نفس کی اطاعت ایسی ہے جیسی کتے کی اطاعت بلکہ کتے کی اطاعت کرنا نفس کی اطاعت کرنے سے بہتر ہے۔ آپ کا قول ہے کہ مرشد کامل وہی ہے جس کی صحبت میں مرید کا دل دنیا کی طلب سے متنفر ہو جائے۔ اور فانی لذتیں ختم ہو جانے والی راحتیں اسکو تلخ معلوم ہوں۔ اور وہ ذکر حق سے مانوس ہو جائے۔ جب دنیا و آخرت کے نقوش اسکی لوح دل سے مٹ جائیں اور فرماتے تھے کہ مجلس سماع کے بھی آداب ہیں ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ کہ مجلس میں پانی نہ طلب کریں باہم گفتگو نہ کریں۔ ادھر ادھر نہ دیکھیں ناموزوں حرکات نہ کریں۔ کوئی شخص وجد میں کھڑا ہو جائے تو لازم ہے کہ تمام اہل مجلس بھی کھڑے ہو جائیں۔

آپ کی ذات جامع الکمالات سراپا کرامت تھی۔ لیکن طبعاً آپ کشف و کرامت کو قابل فخر چیز نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ آپ سے بلا قصد و ارادہ بے شمار خوارق عادات کو ظہور ہوتا رہا ہے فرماتے تھے کہ خوارق عادات و کرامات اہل حق کی نگاہ میں کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے اصل کشف یہ ہے کہ انسان بشریت سے خود کو بیگانہ کرے اور کفر و ایمان کی بحثوں میں نہ الجھے۔ قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ یہ اصول طالب حق کے فرائض میں داخل ہے کہ معاصی اور طاعت سے باخبر ہونے کے بعد علم اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرے۔ اور افعال ذمیمہ کو اخلاق حمیدہ سے بدل دیتا کہ روحانی و ایمانی مہلکات سے نجات پائے۔ اپنے ارادتمندوں اور مریدوں کو بزرگان سلف کی ہدایات اور معمولات سے استفادہ حاصل کرنیکی تاکید فرماتے رہیں۔ اور خود بھی عمل پیرا رہیں اور فرماتے کہ خصوصاً اپنے مرشد کی تقلید و اتباع کو مشعل راہ سمجھتے رہیں۔ آپ جب کسی بیمار پر دم کرتے تو اپنے مرشد پاک حضرت شاہ مسکین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نام لیکر پانی پر دم کرتے اور یہ پانی مریض کو پلا دیتے۔ آپ کی یہ فیض رسانی شہرہ آفاق تھی۔ ہر مرض اور ہر تکلیف کو دور کرنے کے لئے آپ پانی پر دم کر کے دیا کرتے تھے۔ اور حاجتمندوں کو ہمیشہ حسب دلخواہ فائدہ ہوتا تھا۔

راقم الحروف بھی جب مریض کی حالت انتہائی خطرناک دیکھتا ہے تو اپنے شیخ حضرت شاہ اکرام حسین مدظلہ العالی کا اسم گرامی پانی پر اور دوا پر دم کر کے دے دیا کرتا ہے۔ اور اس سے ہمیشہ ہر شخص کو فائدہ ہی پہنچتا ہے۔ نیز ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ "یاحیُ یاقیومُ" کی تسبیح کے لئے وقت کا تعین ضروری نہیں اور یہ شرط بھی نہیں ہے کہ کسی سے گفتگو نہ کی جائے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ طالب حق کو لازم ہے کہ شغل اور ورد سے کبھی غافل نہ ہو۔

قلعہ سے باہر تشریف لانے اور موجودہ درگاہ کے احاطہ میں فروکش ہونے کے ساتھ ہی آپ نے تقلید سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک رہائشی حجرہ اور مسجد کی تعمیر شروع کرا دی تھی۔ انہیں دنوں

Marfat.com

میں آپ کے مرید پیر بخش نامی حج کے لئے گئے ہوئے تھے۔ وہ حرم محترم کی دیوار کے سایہ میں بیٹھے ہوئے رود شریف پڑھ رہے تھے کہ اچانک دیوار حرم کی ایک اینٹ انکی گود میں آپڑی خدام کعبہ شریف نے سکو لینا چاہا، مگر وہ بعجز و نیاز اس اینٹ کو اپنے ساتھ سیکر لیکر آئے۔ اور یہ واقعہ سنا کر اینٹ آپکے حضور یش کردی۔ آپنے حکم دیا کہ اس متبرک اینٹ کو مسجد شریف کی محراب کے اوپر والی طاق میں نصب ردیا جائے۔ چنانچہ اس طاق میں وہ اینٹ اب تک موجود ہے۔ مسجد درگاہ معلیٰ کے احاطہ میں واقع ہے۔ ر مسجد حکیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اگرچہ آپ کو خلافت و اجازت مل چکی تھی ین آپ نے بلحاظ ادب و احترام شیخ محترم رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں سوائے ان چند حضرات کے جن کے لئے بالتخصیص و بالتاکید شیخ بزرگ نے حکم فرمایا تھا۔ اور کسی کو مرید نہیں فرمایا تھا۔ حضرت قبلہ ید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ذریعے ان میں سے صرف تین حضرات کے اسمائے گرامی معلوم وسکے ہیں۔

- آپ کے چھوٹے بھائی حضرت حکیم سید محمد علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔
- حاجی پیر بخش صاحب سیکری۔
- عبداللہ صاحب باغبان سیکری۔

ن کے علاوہ اور بھی حضرات تھے جن کے نام معلوم نہ ہوسکے۔ وصال شیخ کے بعد آپنے حضرت محمد علی شاہ احب رحمتہ اللہ علیہ کو خلافت بخشی اور کچھ دنوں کے بعد جناب عبداللہ صاحب سیکری کو خلافت عطا ماکر نولگڑھ بھیج دیا۔ اسی زمانہ میں عام طور پر رجوع خلائق ہونے لگا، اور نزدیک و دور کے لوگ جوق جوق حاضر ہوکر حلقۂ ارادات میں شامل ہونے لگے۔ نہ صرف سیکر بلکہ گردو نواح اور دور کے علاقہ جات ے بھی لوگ آتے تھے۔ اور کامیاب و بامراد ہوکر جاتے تھے۔ خاندان بھر کے تمام افراد بھی نہایت قیدت اور ارادت سے جوق در جوق آپ کے مرید ہوئے۔ آپ کی عظمت اور جلالت شان کے لئے یہ بات بائے خود بہت اہم ہے۔ کہ وہ خاندان جو آپ کی زندگی اور معاشرت سے واقف تھا۔ اسکا بچہ بچہ ذکور و اث میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ جو سن بلوغ کو پہنچا ہوا ہو۔ اور آپ سے بیعت نہ ہو۔ علاوہ مریدین کے آپ کے معتقدین کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا۔ جس میں راجہ راؤ تاب سنگھ اور ان کے جانشین راؤ جہ بھیروں سنگھ اور شہر کے تمام مسلم اور غیر مسلم حکام و عمائد بھی شامل تھے آپ نے اپنے نامور اور شیق بھتیجے حضرت مولانا حکیم سید کرامت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو جو آپ کے عزیز ترین مرید ھی تھے۔ خلافت عطا فرما کر اپنے بعد خانقاہ عالیہ کا سجادہ نشین مقرر فرمایا۔

وصال :-

۵ ذیقعدہ ۱۲۸۳ھ کو بوقت تہجد آپ نے جام وصال نوش فرمایا۔ آپ کا عالی شان روضہ مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ ۳ سے ۵ ذیقعدہ تک آپ کا سالانہ عرس مبارک نہایت اہتمام سے منایا جاتا ہے۔

خلفاء :-

عارف باللہ حضرت خواجہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے کئی خلفاء تھے - جن میں سے معروف و مشہور یہ ہیں-

۱- آپ کے خلیفہ اعظم بھتیجے حضرت مولانا حکیم سید کرامت علی شاہ صاحب سنگھانوی رحمتہ اللہ علیہ تھے-

حضرت مولانا حکیم سید کرامت علی شاہ صاحب سنگھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے والد محترم کا اسم گرامی حضرت مولانا حکیم امین شاہ صاحب سنگھانوی تھا- حضرت سید امین الدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ جو سنگھانہ کے رہنے والے تھے- اپنے وقت کے ممتاز علماء و صاحب دل بزرگ تھے-

۲- حضرت مولانا حکیم سید محمد علی شاہ صاحب سنگھانوی رحمتہ اللہ علیہ - آپ حضرت سید شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے بھائی تھے - اور حضرت سید امانت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ چھوٹے فرزند تھے- ان کا حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں شمار ہوتا ہے- آپ کا گھریلو ماحول مذہبی تھا - اس لئے ابتداء ہی سے طبعیت پر اسلامی رنگ غالب رہا- اور ابتداء ہی سے سلوک و عرفان کی طرف زیادہ رجحان پایا جاتا تھا- اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ فنا فی اللہ ہو گئے- اور خرقہ خلافت حاصل کیا- آپ علوم دینوی کے علاوہ علم الدنی سے بھی بہرہ ور تھے- لہذا مذہبی مسائل کو بڑی خوبی سے سلجھاتے اور دور و نزدیک کے بڑے علماء و صوفیاء کرام آپ سے کسب فیض کے لئے آتے- آپ میں بلا کی تاثیر اور قلب میں شدید وجذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا- آپ کے مناقب بہت ہیں- حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت کرامت علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ملازمت کی مجبوری کی وجہ سے زیادہ وقت ریاست بیکانیر میں رہتے تھے- ان کی غیر موجودگی میں درگاہ شریف کا تمام انتظام آپ ہی فرماتے تھے - حضرت کرامت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہر قسم کے خرچ کے لئے رقم آپ کے پاس بھیج دیا کرتے تھے- آپ نے یہ فرائض نہایت عمدگی کے ساتھ برسوں تک انجام دیئے بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوئے- آپ کا انتقال سیکر میں ۱۲ شوال ۱۹۴۲ء میں ہوا- مزار پر انوار اپنے شیخ کے مزار شریف سے جنوب کی طرف واقع ہے- آپ کے مریدوں نے آپ کے مزار شریف پر روضہ تیار کرایا- جو زیارت گاہ خاص و عام ہے- مولانا سید عبدالحمید سنگھانوی مرحوم نے آپ کا مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا-

بہ سیکر چوں آں قطب سنگھانوی
بشد واصل درگہہ سرمدی
زشوال دو روز و یکشنبہ بُود
ہم آغاز سراں بداں اے ذکی

حضرت حکیم سید محمد علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے چار صاحبزادے تھے- اور تمام صاحب اولاد ہوئے ان میں سے ایک حضرت سید اشرف علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت مولانا سید محمد

علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد کا سلسلہ جاری اور قائم ہے۔
۳: حضرت جمال الدین شاہ رحمتہ اللہ علیہ سنگھانوی آپ کے نامور اور تیسرے خلیفہ تھے۔ آپ نے اپنے علم کی بدولت علاقہ میں عزت و منزلت پائی آپ کو تصوف و عرفان سے گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے دامن ارادت سے وابستہ ہوگئے اور درجہ کمال کو پہنچے۔ چورو (علاقہ بیکانیر) اور رام گڑھ (علاقہ سیکر) میں آپ کے مریدین بڑی تعداد میں تھے۔ یہ آپ کے بھانجے اور حضرت رحم علی صاحب کے صاحبزادے تھے۔
۴: حضرت سید حسین علی شاہ سنگھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار حضرت سید ولی چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ کے مناقب بہت بلند تھے۔ ریاضت شاقہ کی وجہ جسم گھل کر استخواں رہ گئے تھے۔ زہد و تقویٰ اسقدر تھا کہ راضی بہ رضاء الٰہی رہتے تھے۔ آپ حضرت شاہ ولی محمد رحمتہ اللہ علیہ کے چوتھے خلیفہ تھے۔ آپ حضرت سید محمد شاہ صاحب سنگھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ آپ صرف سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ جودھپور اور ریاست کھیتڑی میں سرکاری طبیب رہ چکے تھے۔ نہایت عبد و زاہد اور پر جلال بزرگ تھے۔
حیات مبارک حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ ایک نظر میں ۱۲۱۸ء - ۱۸۰۳ھ میں بمقام سنگھانوی آپ کی ولادت ہوئی۔

۱۲۲۲ھ - ۱۸۰۷ء سے آپ کی تعلیمی زندگی کا آغاز ہوا۔

۱۲۳۷ھ - ۱۸۲۱ء سے آپ کی طبی زندگی کا آغاز ہوا۔

۱۲۳۸ھ - ۱۸۲۲ء سے آپ ہی کے خاندان کی ایک خاتون سے آپ کی شادی ہوئی اور اسی سال آپ کی والد بزرگ رحمتہ اللہ علیہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔

۱۲۳۹ھ - ۱۸۲۳ء میں حج سے واپسی پر راہ میں آپ کے والد بزرگوار کا وصال ہوا۔

۱۲۵۰ھ - ۱۸۳۴ء میں آپ ریاست سیکر کے سرکاری طبیب خاص مقرر ہوئے۔

اسی سال حضرت نیاز احمد بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔

۱۲۵۱ھ - ۱۸۳۵ء میں انگریزی فوج سیکر گئی اور سیکر بلا مقابلہ خالی ہوگیا۔

۱۲۵۳ھ - ۱۸۳۷ء میں بہادر شاہ ظفر کی رسم تاجپوشی ادا ہوئی۔

۱۲۵۶ھ - ۱۸۴۰ء میں آپ سیکر کے سرکاری وکیل مقرر ہوئے۔

۱۲۶۳ھ - ۱۸۴۲ء میں سیکر میں بہت پر خطر فساد ہوا۔

۱۲۶۴ھ - ۱۸۴۷ء میں آپ نے سیکر کی ملازمت ترک فرمادی۔

۱۲۷۴ھ - ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی ہند ہوئی۔

۱۲۷۵ھ - ۱۸۵۸ء میں آپ کے مرشد گرامی حضرت مسکین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔

۱۲۸۳ھ - ۱۸۶۷ء میں آپ کا وصال ہوگیا۔

۱۲۹۴ھ - ۱۸۷۷ء میں آپ کا عالیشان روضہ مبارک تیار ہوا۔

Marfat.com

۷۸۶

قطعات تاریخ وصال

حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ
عارف سیکر شریف (راجپوتانہ):

متوفی: ۵- ماہ ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ مطابق
۱۱- مارچ ۱۸۶۷ء بروز پیر-

----

(۱)

پیر سیکر حضرت سید ولی - کرد رحلت جانب قصر جناں
سال رحلت از خرد جستہ حسن - گفتہ ہاتف "مصدر فیض جہاں"

۱۲۸۳ھ

----

(۲)

وہ پیر سیکر جناب ولی - حقیقت میں تھے وہ بڑے متقی
کہا مجھ کو ہاتف نے سال وصال - بنے زینت خلد سید ولی

۱۲۸۳ھ

----

(۳)

کیا شان ان کی مجھ سے بیاں کیجے اے حسن - کہ وارث خلیل تھے شاہ ولی محمد
سال وصال ان کا ہاتف نے یوں کہا - کہ عارف جلیل تھے شاہ ولی محمد

۱۲۸۳ھ

از نتیجہ فکر :- محمد حسن خاں میرانی - ۹۰۲ - "میرانی منزل -
محلہ کجل پورہ - بہاولپور -
۳۰- دسمبر ۱۹۸۷ء

Marfat.com

حضرت مولانا حکیم سید کرامت علی شاہ صاحب

حضرت مولانا سید کرامت علی شاہ صاحب سنگھانوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت سید امین الدین رحمتہ اللہ علیہ سنگھانوی کے فرزند رشید تھے - اور آپ کی ولادت با سعادت ۱۲۳۵ھ میں بمقام سنگھانہ ہوئی - آپ کی والدہ محترمہ جناب قاضی سید ظفر علی صاحب متوطن کانٹی کی صاحبزادی تھیں - ابھی آپ کی عمر دو اڑھائی برس کی ہوئی تھی کہ ۱۲۳۸ھ میں آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا - آپ حضرت سید امین الدین رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں - قصبہ سنگھانہ سادات آپ کا آبائی وطن ہے - یہ قصبہ آپ کے بزرگوں کا آباد کیا ہوا ہے - اور جو ان پاک قدسی باطن بزرگوں کی نیک نفسی کی برکتوں اور سعید اخلاف کی علم پروری کے باعث گہوارہ علوم بنا ہوا ہے -

آپ کی ابتدائی تعلیم ۱۲۴۲ھ میں شروع ہوئی - اور آپ جناب مولوی مستجاب خاں افغانی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے - متداول عربی فارسی درسیات اور منتہی عربی کتب کی تعلیم انہیں سے حاصل کی - آٹھ سال کی عمر میں قرآن شریف پڑھا - جناب والد صاحب نے باطنی طور پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے حضور عرض کیا - کہ اس بیٹے پر نظر کرم فرمائیں - آپ نے شفقت فرمائی اور ظاہری و باطنی علوم سے نوازا - اس عنایت کے بعد اللہ کے فضل و کرم سے آپ پر علوم کے دروازے کھل گئے - اور بہت تھوڑی مدت میں ظاہری علوم سے فراغت حاصل کر لی چنانچہ اٹھارہ سال کی عمر علوم کی مروجہ کتابیں پڑھ لیں - علم طب کی تکمیل اپنے والد ماجد سے حاصل کی -

تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے والد محترم کے ساتھ جودھپور تشریف لے گئے - اور ۱۲۵۰ھ میں آپ سنگھانہ واپس آئے - ۱۲۵۱ھ کے آغاز میں آپ کے والد محترم ریاست بیکانیر میں ملازمت کے لئے

Marfat.com

تشریف لے گئے - اور مہاراجہ بیکانیر کے طبیب خاص مقرر ہوئے - اسی عہد میں مہاراجہ رتن سنگھ بیکانیر کے حکمران تھے - مہاراجہ کے لڑکے سردار سنگھ کی خواہش پر آپ کے والد صاحب نے آپ کو بھی بیکانیر بلوالیا - تقریباً تین برس تک آپ نے بیکانیر میں ہی قیام فرمایا - اور والد شریف کے ساتھ مطب میں حصہ لیتے رہے - ۱۲۵۳ھ میں آپ اعلیٰ طبی تعلیم کے لئے دہلی تشریف لے گئے - اور جناب حکیم امام الدین خاں دہلوی کی طبی درس گاہ میں شامل ہو کر طب کی انتہائی کتابیں دیکھیں - آپ کے تعلیمی اخراجات ریاست بیکانیر کے شاہی خزانہ سے ادا کئے گئے - ۱۲۵۷ھ میں دہلی سے واپس تشریف لائے کچھ دن سنگھانہ سادات میں قیام فرما کر بیکانیر پہنچے - نوجوانی میں طالب علم کی یہ تڑپ بزرگ باپ کی اس حد تک سرپرستی واعانت نے آپ کو عالم جوانی میں عالم بے بدل بنا دیا تھا - اور حضرت سید ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ - جو رشتہ میں آپ کے چچا تھے - کی صحبت میں تصوف کے موزوں نقاط معلوم کئے - علم و فضل میں جو مقام آپ کو حاصل تھا - اسی درجہ کا تقوی بھی رکھتے تھے - جملہ مشاغل علمی اور کاروبار لاحقہ خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے -

۱۲۵۶ھ میں سادات دہرسوں (متصل نارنول) میں سید نظام الدین صاحب کی بڑی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی -

۱۲۶۹ھ کے آغاز میں مہاراجہ رتن سنگھ کا انتقال ہو گیا - اور سردار سنگھ مسند نشین ہوئے - ان کے عہد میں آپ کے دنیاوی عروج کا زمانہ شروع ہوا - جو کمال کی منزل کو پہنچا خاندان سادات سنگھانہ میں دنیاوی شان شوکت کے اعتبار سے آپ وہ پہلی ہستی ہیں جنکی دوسری مثال ابھی تک کوئی اور نہیں ہوئی - مہاراجہ صاحب نے آپ کو یکے بعد دیگر آپ کی عظیم خدمات کے سلسلہ میں چار گاؤں بطور جاگیر اس کے علاوہ بار بار بہت سے معرکتہ آلارا معالجات پر انعام اکرام کی بارش کی دی - چنانچہ آپ کو اس خاندان کی تاریخ میں رئیس اعظم لکھا گیا ہے - چند سال کے بعد آپ کی پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا - ۱۲۷۳ھ میں آپ کی دوسری شادی سید امام الدین صاحب سنگھانوی کی صاحبزادی سے ہوئی - تھوڑے عرصہ کے بعد مشہور جنگ آزادی کے شرارے اٹھنے لگے - چنانچہ آپ معہ اہل وعیال سنگھانہ سے بیکانیر تشریف لے گئے -

۱۲۷۶ھ میں بمقام بیکانیر آپ کے فرزند سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے - کچھ عرصہ کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ علیل ہوگئیں - جب علالت بڑھنے لگی تو آپ انہیں سنگھانہ لے آئے یہاں ۱۲۷۸ھ میں انکا انتقال ہو گیا - اس وقت حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عمر دو سال تھی -

۱۲۷۹ھ یا ۱۲۸۰ھ کے قریب آپ کی تیسری شادی زہرؒ (علاقہ جے پور) میں جناب سید شریعت اللہ صاحب پیرزادہ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی -

جنگ آزادی ۱۸۵۷ھ بمطابق ۱۲۷۴ھ میں مہارجہ سردار سنگھ نے گورنمنٹ انگریزی کی حمایت کی

تھی- چنانچہ اس کے صلے میں گورنمنٹ نے انہیں ضلع سرسہ میں پرگنہ ٹیبی دیا-
مہاراجہ نے پرگنہ ٹیبی، آپ کے مطب کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا- اسی عہد میں آپ کے مرشد حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی- ۱۲۸۳ھ میں آپ کے پیرو مرشد کا وصال ہو گیا - ۱۲۸۴ھ میں مہاراجہ نے آپ کو جاگیر میں موضع ربیہ (پرگنہ چورو) عطا فرمایا- ۱۲۸۵ھ میں مشہور قحط پڑا اس کا اثر بیکانیر کے پورے علاقے پر سب سے زیادہ تھا- ۱۲۸۶ھ میں آپ سیکر تشریف لے گئے- جہاں آپ کے سلسلہ کے مریدین نے بڑی عقیدت اور محبت سے خیر مقدم کیا- ۱۲۸۹ھ میں مہاراجہ سردار سنگھ کا انتقال ہو گیا- ان کے بعد ۱۱ اگست ۱۸۷۲ھ کو مہاراجہ ڈونگر سنگھ مسند نشین ہوئے- اور ۲۴ جنوری ۱۸۷۳ھ میں لیفٹنٹ گورنر جنرل بہادر نے اختیارات دیئے مہاراجہ ڈونگر سنگھ بھی آپ کا ادب و احترام سابق مہاراجہ کی طرح ہی کرتے تھے- آپ نے اپنی جاگیر کے عوض میں تنخواہ کو پسند فرمایا- اس لئے ۱۲۹۰ھ میں آپ کو موضع راناسر (متصل بساہو) عطا فرمایا گیا- یہ موضع پرگنہ چورو میں شامل اور بساہو (شیتاواٹی) سے متصل تھا- اس پر دس بارہ سال تک آپ کا تصرف رہا- یہاں چند عمارتیں بھی آپ نے بنوائی تھیں، جو شکستہ حالت میں اب تک موجود ہیں- صفر ۱۲۹۱ھ میں آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شادی اپنے ماموں زاد بھائی سید افضل علی صاحب (خلف الرشید جناب قاضی سید غلام جیلانی) کی صاحبزادی سے کی - اس دور میں آپ کی طبیعت دنیاوی رئیسانہ زندگی سے متنفر رہنے لگی - اس سے قبل آپ کی تیسری بیوی کا انتقال ہوچکا تھا- بعض مصالح کی بنا پر آپ کی چوتھی شادی سادات الور میں قاضی سید حیدر علی صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی - اس زمانہ میں آپ نے اپنے طبی مشاغل سے دلچسپی چھوڑ دی تھی- زیادہ وقت اوراد و وظائف میں پورا کرتے تھے- ۱۲۹۳ھ میں آپ مہاراجہ کی برلت میں کچھ بھوج تشریف لے گئے تھے- ۱۲۹۴ھ میں آپ کے عم محترم سید محمد علی صاحب کا سیکر میں انتقال ہو گیا- اور درگاہ شریف سیکر کی تمام تر ذمہ داری کا بار آپ کے سر پر آگیا- چنانچہ آپ سیکر تشریف لائے اور ۱۲۹۴ھ میں روضہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ تعمیر کرایا- سلسلہ کی ذمہ داریاں جب آپ کے سر پر آپڑیں تو ۱۲۹۸ھ میں آپ نے مہاراجہ سے باصرار ملازمت چھوڑ دینے کے لئے کہا- اور اپنے صاحبزادے حضرت مولانا سید اکبر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو وہاں اپنا قائم مقام بنایا- اور خود سنگھانہ تشریف لے آئے- آپ کا بیشتر حصہ سیکر شریف اور سنگھانہ سادات میں تبلیغ دین اور ارادت مندوں کی تعلیم میں گزرتا- بہت سے غیر مسلموں نے بھی آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا- سیکر شریف اور سنگھانہ سادات میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کی تبلیغ اور عام مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لئے درس گاہیں قائم کیں- آپ نے خود بھی تدریس کا کام جاری رکھا- اس کے علاوہ آپ کا بیشتر وقت یاد الٰہی میں گزرتا- بہت سے لوگوں نے آپ سے راہ ہدایت پائی-

Marfat.com

وفات:-

آپ کی وفات ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو بمقام سنگھانہ سادات ہوئی - اور آپ نے قبرستان سادات سنگھانہ میں اپنے والد بزرگوار کے آغوش میں جگہ پائی-

حضرت مولانا ضیاء القادری بدایونی نے قطعہ تاریخ وصال کیا-

رفت زدنیا بجناں آں ولی
وقف اسرار خفی وجلی
وصال شہ ذیشان ضیاء
سبط نبی شاہ کرامت علی
۱۳۱۰ھ

خلفاء:-

بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے- جن میں بہت سے نامور خلفاء بھی ہوئے- جن میں حضرت مولانا سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آفتاب چشت بن کر ابھرے - اور انہوں نے سلسلہ چشتیہ کی ترویج واشاعت کا کام آگے بڑھایا-

○

Marfat.com

Marfat.com

زبدۃ العارفین حضرت سیّد اکبر علی شاہ صاحب بسکری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا حکیم سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ عارف باللہ حضرت مولانا حکیم سید کرامت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ ۱۲۷۶ھ میں بمقام بیکانیر میں پیدا ہوئے۔

سلسلہ نسب ۳۲ واسطوں سے خلیفہ چہارم حضرت سید نا مولانا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کی زیر نگرانی کی۔ طبی تعلیم کی تکمیل بھی انہیں سے کی۔ درس نظامی کی تحصیل آپ نے حضرت مولانا عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس سے تکمیل فرمائی۔ آپ شروع ہی سے بہت ذہین تھے۔ قرآن و حدیث اور فقہ میں کامل دستگاہ حاصل فرمائی۔ آپ نے سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد کی خدمت میں رہ کر سلوک کی منازل و مقامات بہت جلد طے کئے۔ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب اپنے پیرو مرشد حضرت سید کرامت علی شاہ چشتی قدس سرہ کی بارگاہ میں تشریف لے جاتے تو کمال ادب و احترام سے زمین بوس ہو جاتے حضرت سید اکبر علی رحمتہ اللہ علیہ علاقہ راجپوتانہ کے ایک مشہور دینی سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ علم و فضل میں اپنی مثال آپ تھے۔ کشف باطنی میں بے مثل تھے۔ بڑے جید عالم اور شیخ کامل تھے۔ زہد و تقویٰ اور ارشاد و طریقت میں باکمال تھے۔ کرامات و خوارق آپ سے بے حد صادر ہوئے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام عمر گزاری، صحابہ کرام، بزرگان دین اولیاء اللہ سے بیحد عقیدت و محبت تھی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے بے پناہ ارادت تھی۔

Marfat.com

صفر ۱۲۹۱ھ میں آپ کی شادی بمقام کانٹی جناب قاضی سید افضل علی صاحب خلف الرشید جناب قاضی سید غلام صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ۱۲۹۲ھ میں آپ کی سوتیلی والدہ کا انتقال ہوگیا۔

۱۲۹۴ھ میں جب حضرت حکیم سید محمد علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سیکر میں وصال ہوگیا تو درسگاہ سیکر کی تمام ذمہ داری آپ کے والد صاحب پر آگئی اور اس وقت سے ان کا بیکانیر میں رہنا کم ہو گیا۔ زیادہ تر آپ ہی رہنے لگے۔

۱۲۶۹ھ میں اپنے جد امجد حضرت حکیم امین الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال پر آپ مع والد معظم سنگھانہ تشریف لے گئے۔ یہاں فاتحہ چہلم میں شہر بھر نے کھانا کھایا۔ پھر دونوں حضرات سیکر بھی تشریف لے گئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا بار بار سیکر اور سنگھانہ اور بیکانیر کے درمیان آمدورفت کا سلسلہ بہت دقت طلب تھا۔ اسلئے مہاراجہ صاحب بیکانیر سے کہہ کر انہوں نے وطن جانے کی اجازت لے لی اور آپ ۱۲۹۸ھ سے اپنے والد کے عہد طبابت پر مقرر ہوگئے۔ آپ کو بھی اپنے والد بزرگ کی طرح وہی فن کمال حاصل تھا۔ بڑے معرکتہ الآرا علاج آپنے کئے۔ اور شاندار کامیابی حاصل کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی شہرت بھی والد بزرگوار کی طرح دور دور پھیل گئی۔ آپ نے نہایت قابلیت اور محنت سے برابر اپنے فرائض منصبی کی تکمیل فرمائی۔ پانچ، چھ سال تک آپ نے موضع راناسر (علاقہ بیکانیر) کی مال گزاری فرمائی جو آپ کے والد بزرگوار کو عظیم طبی خدمات کے صلہ میں بطور جاگیر ملا ہوا تھا۔ ۱۳۰۲ھ میں جب کہ راناسر میں تھے۔ مسٹر رابٹ صاحب بہادر ایجنٹ کا دورہ ہوا۔ مہاراجہ صاحب نے آپ کو اطلاع دی۔ کہ سرحد پر تھانہ وغیرہ کا انتظام کر دیں۔ چنانچہ آپ نے بہت اچھا انتظام کیا ایجنٹ صاحب نہایت اعزاز و تکریم اور تپاک کے ساتھ آپ سے ملے۔ جب ایجنٹ صاحب چلے گئے۔ تو ان کی آمد اور استقبال کے بکھیڑے میں رقم مالگزاری درہم برہم ہوگئی۔ آپ نے مہاراجہ صاحب سے کہا میں گاؤں چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ۱۲۸۹ھ کی طرح بدستور تنخواہ کر دی جائے مہاراجہ صاحب نے پہلے آپ کو علاقہ بہادران (بیکانیر) پیش کرنے کی پیشکش کی۔ مگر آپ اس کے لئے رضامند نہیں ہوئے۔ بالآخر آپ کی منشاء کے مطابق مبلغ پندرہ سو روپے سالانہ مقرر کر دئے، دس گھوڑوں کا حکم ہوا۔ اور فی سواری مبلغ اٹھارہ روپے ماہوار ملنے لگے۔ یہ طریقہ عمل دو تین سال تک جاری رہا۔

۱۳۰۵ھ میں مہاراجہ ڈونگر سنگھ بیمار ہوئے۔ آپ نے بھی معالجہ فرمایا دہلی سے جناب حکیم محمود خان صاحب مرحوم کو بھی بلایا گیا۔ مگر کسی علاج سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ یہاں تک کے اس سن میں مہاراجہ صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کے جانشین ہزہائنس مہاراجہ گنگا سنگھ صاحب بہادر کے سی آئی فرمانروائے بیکانیر ہوئے۔ اس زمانے میں آپ ہی طبیب خاص کے عہدے پر مامور رہے۔ آپ مہاراجہ صاحب، اور اہل محلات کے خصوصی معالج تھے۔ اسی زمانے میں آپ نے رخصت لینی چاہی مگر منظور نہ ہوئی۔ جناب پھردن دان صاحب ممبر کونسل سے آپ کے تعلقات کسی قدر کشیدہ تھے۔ اسی کشیدگی نے اس موقع پر زیادہ اثر دکھایا۔ چنانچہ بات بڑھ گئی۔ اور آپ نے جناب شیخ محمد امین صاحب وزیر اعظم

Marfat.com

ریاست بیکانیر سے ناراض ہوکر ملازمت ترک فرمادی، حکومت نے آپ کو پنشن دینی چاہی مگر آپ نے انکار فرمادیا- اور سنگھانہ تشریف لے آئے- اودے پور (میواڑ) کے مہارانا بختاور سنگھ صاحب بہادر کو جب یہ حال معلوم ہوا- تو انہوں نے فوراً آپ کو اودے پور بلوالیا اور پانچ روپے سروپ شاہی یومیہ پر بڑے اعزاز وتکریم سے عہدہ طبابت پر مامور فرمایا- ابھی تنخواہ کا عملدرآمد بھی شروع نہ ہوا تھا- کہ آپ کو شدت سے بخار آنے لگا- جس سے آپ پریشان ہوگئے- دسہرہ کے موقعہ پر مہارانا صاحب نے آپ کو مبلغ پانچ سو روپے اور خلعت دیکر رخصت کردیا- اسی علالت کی حالت میں آپ واپس سنگھانہ تشریف لے آئے- کافی دنوں کے بعد صحت حاصل ہوئی- اسی دوران میں آپ کو دوسہ بیکانیر بھی بلایا گیا- مگر آپ نہیں جاسکے- ۱۳۱۰ھ میں والد صاحب کے انتقال کے بعد ایک دفعہ بیکانیر تشریف لے گئے تھے، حکم چند سوڈی اس زمانہ میں وزیر اعظم تھے- انہوں نے سابقہ ملازمت کی پیشکش کی اور نظامت سورت گڑھ پیش کرنے کے لئے کہا، لیکن آپ نے سیکر ذمہ داری کے باعث قبول نہیں فرمایا- اور سیکر تشریف لے آئے- ۱۳۱۳ھ میں ایک بار پھر بیکانیر جانا ہوا تھا- کہ ساتھ ہی راؤ راجہ مادھو سنگھ صاحب بہادر کے سی آئی، والئے سیکر کے آدمی بیکانیر کا رابطہ ختم ہوگیا-

۱۳۱۱ھ میں آپ نے سنگھانہ سے اپنے اہل وعیال کو سیکر بلوالیا تھا- اور یہاں ہی مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی- راؤ راجہ مادھو سنگھ آپ کے طبی کمالات اور روحانیت کے گرویدہ تھے- اپنا اور اہل محلات کا علاج آپ سے کراتے تھے- سالانہ عرس کے موقعہ پر بڑے ادب واحترام سے مودبانہ محفل میں شریک ہوئے- آپ کے پاؤں سے سر کو رگڑتے کبھی دوسو کبھی چار سو اور کبھی پانچ سو روپے اخراجات درگاہ کے لئے نذر کرتے اور زندگی بھر یہی طریقہ رہا- سیکر میں مستقل سکونت کے بعد آپ نے درگاہ کا انتظام بڑے اعلیٰ پیمانے پر شروع فرمایا- درگاہ شریف احاطہ، مسجد شریف دوسرا بڑا دالان، وسیع صحن اور پختہ احاطہ زائرین کے ٹھہرنے کا مکان دو جانب صدر دروازے سکنی پختہ مکانات خانقاہ اور دوسری تعمیرات آپ ہی نے کرائیں- آپ کی ذات سے سلسلہ عالیہ کی ایسی وسعت ہوئی کہ دور دراز مقامات تک پہنچ گیا- ہزارہا آدمی سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے- آپ کی ذات سے بے شمار گمراہوں کو ھدایت کا راستہ ملا- سیکر اور اسکے گردونواح کی تمام قوموں میں آپ یکساں مقبول اور محبوب تھے- ہندو بھی آپ کا اسی طرح احترام کرتے تھے جیسے مسلمان کرتے تھے- آپ کے طبی کمالات تو انتہا کو پہنچ گئے تھے- جس کو آپ نے نسخہ تجویز کردیا- اس کے لئے عام لوگوں کا یہ پختہ یقین تھا- کہ یہ نسخہ پروانہ شفا ہے- اور ہمیشہ نتیجہ یہی نکلتا رہا- کہ مریض تندرست ہوگیا- مگر جس مریض کو آپ نے یہ کہہ دیا- کہ تم فلاں کے پاس چلے جاؤ، لوگ سمجھ جاتے تھے- کہ اس کا وقت آگیا ہے- اور اب یہ زندہ نہیں رہے گا- اور اکثر ایسا ہی ہوتا-

حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب قدس سرہ نے ملازمت ترک کر کے نصف صدی تک سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے عروج کے لئے راجپوتانہ میں کام کیا- آپ کی طبیعت بچپن ہی سے تصوف اور طریقت کی طرف مائل تھی- اسی لئے سلسلہ چشتیہ کی ترقی و ترویج و تجدید میں بے پناہ کوشش کی اور اس میں

آپ نے نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی۔ اس طرح آپ نے سیکر شریف میں پہنچ کر تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔ آپ کی خطابت اور محفل سماع میں لوگوں کے ٹھٹھ لگنے شروع ہوگئے۔ اور بے پناہ خلقت نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔

سوامی شردھانند کا شریعنی (شدھی تحریک) وسنگھٹن تحریک یعنی (مسلمانوں کو جبراً ہندو بنانے کی تحریک) کے تحت جس وقت راجپوتانہ ضلع گڑگاؤں، حصار، آگرہ اور ہانسی میں مسلمانوں کو جبراً ہندو بنایا جارہا تھا۔ تو حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے آگرہ میں تبلیغ دین کے لئے اپنے مراکز قائم کئے۔ انہی دنوں حضرت پیر سید اکبر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے شدھی تحریک کے خلاف بھرپور جدوجہد کی اور راجپوتانہ کے مختلف علاقوں میں اپنے صاحبزادہ حضرت سید سجاد حسین شاہ صاحب سیکری چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور خلفاء و خاندان کے لوگوں کو بھیج کر تبلیغ دین شروع کر کے مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچالیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب علمائے حق نے تحریک شدھی کے خلاف آواز اٹھائی تو ان کے خلاف ہر وہ الزام لگایا گیا۔ جو ہندو اور اس کے زر خرید علمائے سوء لگا سکتے تھے۔ ان علماء سو کی باطل ٹولیوں کو علماء حق اور سنی مسلمانوں کی مخالفت کے لئے پالا جارہا تھا۔ اور قیامت یہ تھی کہ علماء سوء جبہ و دستار "امام الہند" اور "شیخ الہند" جیسے بھاری بھرکم القابات کی آڑ میں مسلمانوں کے ایمان خریدنے کے لئے ہندو درندوں کے ساتھ مل کر ہندو مسلم اتحاد کا پرچار کر رہے تھے۔ مفتی کفایت اللہ صدر جمعیت علمائے ہند نے تو فتویٰ صادر فرمایا۔ کہ شاتم رسول سوامی شردھانند کا قاتل جنتی نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے "ہندو مسلم اتحاد" کے ایک اکابر لیڈر کو قتل کر کے ہندو مسلم اتحاد کو نقصان پہنچایا ہے۔ وہ مسلمانوں کو تلقین کرتے کہ عبداللہ اور ایشور داس میں کوئی فرق نہیں۔ مطلب ایک ہی ہے۔ ہمارا گوشت پوست بھی ایک ہی ہے۔ اور رام، رحیم بھی ایک۔ ایسے پر فریب اور پر خطر وقت میں، حضرت پیر سید اکبر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی تبلیغی سرگرمیاں اسلامیان راجپوتانہ کے لئے مینار نور ثابت ہوئیں۔ اور آپ نے قوم پرست کانگریسی ملاؤں اور آریہ سماج کی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنادیا۔ اور ہزاروں ہندوؤں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ آپ علم کے بحر ذخار تھے۔ بڑے بڑے علمی مسائل بہ آسانی حل فرماتے۔ اور فرماتے کہ "جو تصوف کتاب و سنت کی کسوٹی پر صحیح نہ ہو، وہ سرے سے تصوف ہی نہیں۔ اپنے مریدین کو کتاب اور سنت پر عمل کرنے کی سخت تاکید فرماتے۔

آپ کے والد ماجد نے ۱۲۹۸ھ میں آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ اس وقت سے آخر زندگی تک متواتر بندگان خدا کو ہدایت فرماتے رہے۔

۲۴ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ کو آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی حفیظ النساء صاحبہ نے انتقال فرمایا۔
اس حادثہ کے آٹھ سال بعد ۸ جمادی الاول کو ۱۳۵۷ھ بروز جمعرات آپ نے وصال فرمایا۔

Marfat.com

خلفاء

آپ نے جن مریدین کو خلافت سے نوازا۔ ان کے نام گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت حکیم سید سجاد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

۲۔ حضرت حکیم سید ارشاد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

۳۔ حضرت ملا الٰہی بخش صاحب آمیری رحمتہ اللہ علیہ

۴۔ حضرت مولانا مصطفٰے حسن شاہ صاحب چشتی برنی رحمتہ اللہ علیہ

۵۔ حضرت مولانا عبدالوحید صاحب فاروقی جے پوری رحمتہ اللہ علیہ

قطاعت تاریخ وصال

زبدۃ العارفین حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب چشتی
رحمتہ اللہ علیہ۔ سجادہ نشین سیکر شریف (راجپوتانہ)

متوفی:۔ ۸ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ بمطابق ۷ جولائی
۱۹۳۸ء بروز جمعرات

چوں اکبر علی شاہ ذی مرتبہ۔ برفت ازجہاں سوئے خُلدِ الٰہ
حسن از خرد سال ترحیل جُست۔ زہاتف ندا گشت "ذی مرتبہ"

---------- ۱۳۵۷ھ

اردو میں

لٹے دہر سے شاہ اکبر علی۔ حقیقت میں تھا یہ بڑا سانحہ
ہوئی فکر تاریخ جب اے حسن۔ تو ہاتف پکارا کہ "ذی مرتبہ"

۱۳۵۷ھ

Marfat.com

بحکم خدائے غفور الرحیم - چو جنت مکاں گشت اکبر علی
چنیں گفت ہاتف زحد ادب - بدار الجناں رفت اکبر علی

۲+۱۳۵۵ ۱۳۵۷ھ

از نتیجۂ فکر:- محمد حسن خاں میرانی - ۹۰۲ - میرانی منزل -
محلہ کچل پورہ - بہاول پور -
۳۰ - دسمبر ۱۹۸۷ء

Marfat.com

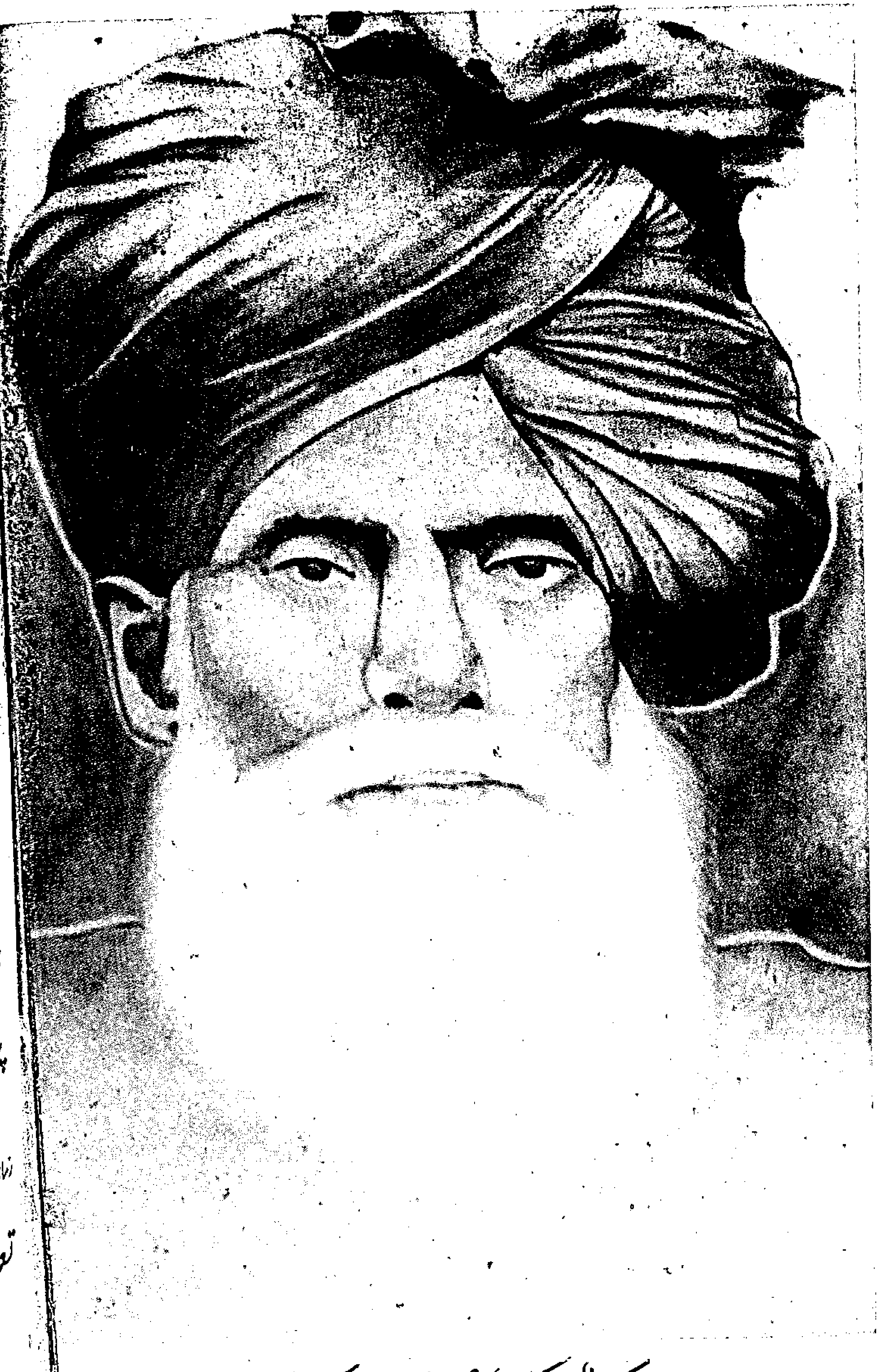

سید سجاد حسین شاہ صاحب

Marfat.com

حضرت خواجہ حکیم سید سجاد حسین شاہ سیکری رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت مولانا خواجہ حکیم سید اکبر علی شاہ صاحب سیکری رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ آپ رضوی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اپنے وقت کے ولئی کامل تھے۔ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔

پیدائش:-

۱۰ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ بروز سہ شنبہ صبح پانچ بجے شہر بیکانیر میں آپکی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس زمانہ میں آپ کے والد بزرگوار بیکانیر کے مہاراجہ کے طبیب خاص تھے۔

تعلیم:-

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے آغوش میں گھر پر ہوئی۔ آپ کے والد محترم بیکانیر کی ملازمت

Marfat.com

ترک کر کے اور سنگھانہ کی سکونت چھوڑ کر مستقل طور پر سیکر شریف تشریف لے آئے- تو آپ نے اعلیٰ تعلیم اشرف العماء حضرت مولانا عبدالغنی صاحب سیکری مرحوم سے حاصل فرمائی- موصوف سیکر کے جید عالم تھے- دو سال میں فارسی کی کتابیں اور سات سال میں درس نظامی پر عبور حاصل کیا-

حضرت مولانا عبدالغنی مرحوم رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۳۳۷ھ میں وفات پائی- حکیم سید ارشاد حسین رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کے ہم سبق تھے- ان کی ولادت ۱۲۹۸ھ میں ہوئی تھی- وہ بھی وقت کے متبحر عالم اور صاحب کرامت بزرگ تھے- آپ نے فن طب کی تعلیم اپنے والد شریف سے حاصل کی اور اس فن شریف میں کمال پیدا کیا-

۱۳۲۴ھ میں آپ کی پہلی شادی سنگھانہ میں محترمہ سیدہ کلثوم بی بی صاحبہ سے ہوئی- جو حضرت حکیم سید اشرف علی سنگھانوی کی صاحبزادی تھیں- نہایت متقی اور نیک سیرت خاتون تھیں- انکے بطن سے ۱۳۲۱ھ میں آپکے پہلے صاحبزادے حضرت شمشاد حسین پیدا ہوئے- ۱۳۲۴ھ میں محترمہ کلثوم بی بی کا انتقال ہو گیا- سادات سنگھانہ کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئیں- انکے وصال سے آپکو بڑا صدمہ ہوا- ۱۳۲۷ھ میں آپکی دوسری شادی محترمہ حمیدہ بی بی سے ہوئی جو حضرت مولانا قیام الدین سنگھانوی کی چھوٹی صاحبزادی تھیں- انکے بطن سے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں-

آپ خانقاہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے احاطہ میں اپنی قیام گاہ پر اپنا مطب علیحدہ فرماتے تھے- آپنے بہت سے معرکتہ الآرا علاج کئے- ۱۳۴۰ھ میں جناب ٹھاکر بجے سنگھ جی والی کو چھوڑ کے علاج میں آپکو شاندار کامیابی ہوئی تھی- ٹھاکر صاحب نے اسکے صلے میں موضع رگھناتھ پورہ علاقہ سیکر میں اکیاون بیگھہ زمین معہ چار پختہ آپکو پیش کی آپنے اپنے عمر بھر کے معمولات مطب کا ایک مجموعہ بھی مرتب فرمایا- جسکو راقم الحراف نے ادارہ تحقیقات طبیہ ڈیرہ نواب صاحب (بہاول پور) سے طبع کیا ہے-

اپنے والد بزرگوار کے وصال کے بعد آپ خانقاہ شریف میں سجادہ نشین ہوئے- سلسلہ عالیہ کو بڑی ترقی ہوئی- تبلیغ دین کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے- سال میں اکثر بسلسلہ تبلیغ گھر سے باہر رہتے- کبھی کسی سے معاوضہ طلب نہ کرتے- فرمایا کرتے تھے کہ راجپوتانہ کا کوئی ایسا علاقہ نہیں جہاں میں نے تبلیغ دین کا حق ادا نہ کیا ہو- مسلمانوں کی زبوں حالی اور تجارتی و تعلیمی میدان میں ہندوؤں کی اجارہ داری کو بہ نگاہ تشویش دیکھتے تھے- اسی بناء پر آپ چاہتے تھے کہ علاقہ راجپوتانہ میں مسلمانوں کے زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے ہوں اور مسلمان کو محنت کش ہونا چاہیئے- تاکہ اسکی معاشی حالت سدھر جائے- خواجگان سنگھانہ و سیکر شریف نے اپنا معاشی ذریعہ ہمیشہ فن طب کو اختیار فرمایا- پیری مریدی کو کبھی انہوں نے ذریعہ معاش نہیں بنایا اور کبھی کوئی ایسا لباس اختیار نہیں کیا- جس سے انکی درویشی کا اظہار ہوتا ہو- ہمیشہ قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی فرمائی اور تمام غیر شرعی رسومات سے متنفر تھے- آپ کا مزاج نہایت سادہ تھا- آپکے ہزاروں مرید اور عقیدت مند تھے- مریدین جب درگاہ شریف میں آتے تو انکے قیام و طعام کا انتظام درگاہ شریف کیطرف سے ہوتا- مریدین کو خانقاہ شریف

میں جتنے دن قیام کرنا ہوتا ان کو کوئی خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اگر کوئی شخص بطور تحفہ کوئی چیز لے آتا تو قبول فرمالیتے۔ خود کسی چیز کی فرمائش کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے نذرانہ پیش کرتا تو قبول فرمالیتے تھے۔ مریدین کیلئے یہ قطعی ضروری نہ تھا کہ وہ نذرانہ پیش کریں۔ اس زمانے میں نذرانہ کی رقم عام طور پر ایک روپیہ ہوتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ دو روپے، جو لوگ نذرانہ پیش کرتے اور جو نہ کرتے سب سے یکساں برتاؤ رکھتے تھے۔ اپنے دواخانہ سے ہر شخص کو ہر قسم کی دوا خواہ قیمتی ہو یا معمولی ہمیشہ اور ہر وقت بلاقیمت دیا کرتے تھے۔ انہوں نے دوافروشی کبھی نہیں کی، غریب مریضوں کو دیکھنے کے لئے انکے مکان پر بغیر کسی فیس کے جاتے تھے۔ صاحب حیثیت لوگ، ایک یا دو روپے نذرانہ پیش کرتے تھے۔ آپ خود کبھی طلب نہ فرماتے۔ اگر کوئی شخص نذرانہ نہیں پیش کرتا تب بھی وہ خوش رہتے تھے۔ بیشمار افراد کو تعویزات دیئے جاتے تھے۔ اسکا بھی کوئی معاوضہ قبول نہیں کرتے تھے۔

جو لوگ باہر سے علاج کیلئے آتے تھے۔ انہیں ٹھہرنے کیلئے مقام اور کھانے کیلئے طعام بغیر کسی معاوضہ کے مہیا کیا جاتا تھا اور مریض کیلئے وہی کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ جسکی اسکو ضرورت ہوتی غرض نہ دوا کی قیمت اور نہ غذا کا کوئی خرچ، نہ علاج کا کوئی معاوضہ محض خدا کی خوشنودی کیلئے خدمت بلاامتیاز مذہب و ملت ہر امیر و غریب کے ساتھ ہمیشہ یکساں تھی۔ ان کا برتاؤ اور سلوک ہر ایک ساتھ ایک سا تھا۔ وہ سب کے ساتھ محبت کرتے اور سب کے کام آتے۔

آپ کے زمانہ میں کوئی غریب یہ حسرت لیکر نہیں مرتا تھا کہ اسکو غربت کی وجہ سے قیمتی دوائیں میسر نہیں آئیں۔ ان بزرگوں کے دواخانوں میں جو اعلیٰ درجہ کی دوائیں امراء کیلئے تیار ہوتی تھیں۔ ان کا ایک خاص حصہ غرباء کے کام آتا تھا۔

حضرت سید سجاد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔ جوانی میں ہی نماز تہجد و اعتکاف کی ابتداء کی اور باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ عشاء کی نماز کے بعد جلد ہی سو جاتے اور پچھلی رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کرتے یا سنتے تو آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو جاتیں۔ تحریک پاکستان شروع ہوئی تو مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے اور اپنے مریدین کو نظریہ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کیلئے تلقین فرماتے۔ صوبہ راجستھان میں جب حاجی احمد علی خاں نے مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی تو حضرت قبلہ سید سجاد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کیلئے حاجی احمد علی خاں صاحب کو مفید مشورے دیئے اور جب آپ تبلیغی دورے پر اپنے مریدین کے پاس تشریف لیجاتے تو انہیں مسلم لیگ میں شمولیت اور پاکستان کی حمایت کیلئے تلقین فرماتے۔ جس سے صوبہ راجستھان میں مسلم لیگی امیدواروں کو بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی۔ افسوس کہ ایسے اکابرین تحریک پاکستان کو قومی نصاب تعلیم میں شامل نہیں کیا گیا۔ جو ہمارے ملک و قوم کیلئے عظیم المیہ ہے۔ حالانکہ زندہ قوموں کا طریق یہ ہے کہ اپنے بزرگوں کی نیکیاں اور کارنامے بیان

Marfat.com

کرو، تاکہ تمہاری آئندہ نسلیں ان کے نقش قدم پر چلیں۔
آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہندوستان میں پیدا نہ ہوتی، تو ہندوستان میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ختم ہوجاتی اور تمام اہل ہند وہابیت کا شکار ہوجاتے۔ جس سے مسلمانوں کے دل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کی محبت سے خالی ہوکر مردہ ہوجاتے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۳۷۰ھ میں ہجرت فرما کر حیدر آباد سندھ میں مقیم ہوگئے۔ اس زمانہ میں آپ کی صحت بہت کمزور ہوچکی تھی۔

وصال:-

مورخہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ میں حیدر آباد میں آپ کا وصال ہوا اور پھلیلی کے قبرستان میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ مریدین نے آپ کا مزار بنایا ہے۔ آپ کے وصال کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۱ جولائی ۱۹۵۷ء یوم بوقت ۸ بجے صبح آپ کی اہلیہ محترمہ نے رحلت فرمائی۔ ٹنڈو یوسف (حیدر آباد سندھ) کے قبرستان میں آپ کا مزار ہے۔ قطعات تاریخ وصال درج ذیل ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

شاہ سجاد حسین آل شہ کون ومکاں
صدر ارباب صفا، شیخ زماں قطب جہاں
جب ہوئے راہی فردوس تو بولے قدسی
سال رحلت ہے ضیاء بخشش سجاد جناں
۱۳۷۱ھ

ھوالواجب الغفور
۱۳۷۱ھ

لحد حضرت شاہ سجاد حسین
۱۹۵۲ء

Marfat.com

قطعہ تاریخ وصال حضرت حمیدہ بی بی

حمیدہ بی بی جو اس جہاں سے بسوئے جنت ہوئیں روانہ

سکون و آرام کا سراسر ہمارے دل سے مٹا سہارا

بشرح احوال بعد رحلت برائے اظہار سال رحلت

یہ بولا رضواں "حمیدہ بی بی ہیں باغ جنت میں جلوہ آرا"

۱۹۵۸ء

خلفاء

آپ کے بعد آپ کے نامور فرزندان، پاک و ہند میں سجادہ نشین ہوئے۔ سیکر دہند میں بڑے صاحبزادے حضرت سید شمشاد حسین شاہ رحمتہ اللہ علیہ مسند آرا ہوئے اور پاکستان (حیدرآباد سندھ) میں آپ کے دوسرے نامور صاحبزادے حضرت سراج السالکین زبدۃ العارفین شاہ اکرام حسین چشتی سیکری (سجادہ نشین خانقاہ عالیہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ اکبریہ میرپور خاص) مدظلہ العالی سلسلہ عالیہ کی ترویج و اشاعت اور مخلوق خدا کی راہنمائی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

نقشہ راجپوتانہ

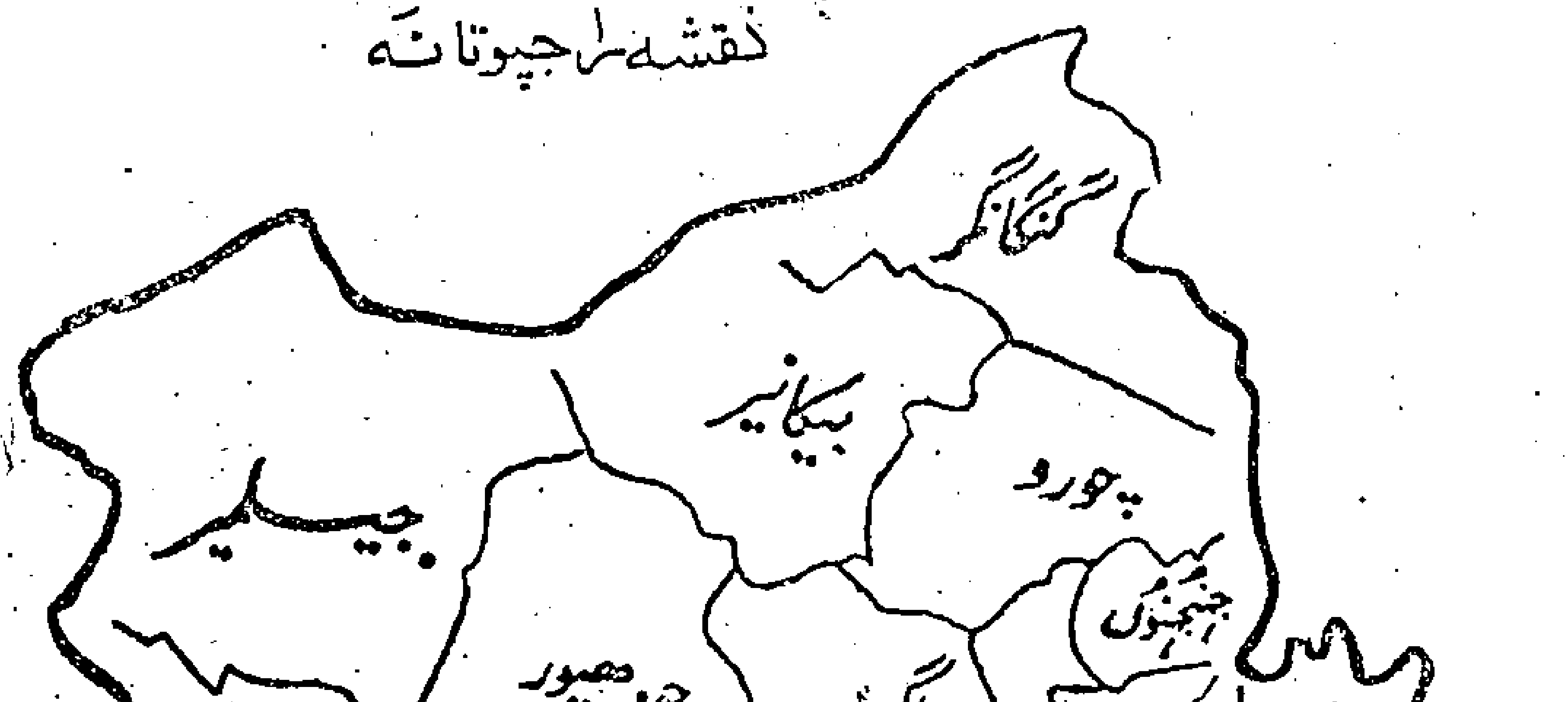

Marfat.com

حضرت ملاّ الٰہی بخش صاحب چشتی امیری رحمتہ اللہ علیہ

آپ عارف باللہ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ شاہ ولایت راجپوتانہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ زیادہ وقت اپنے شیخ کی خدمت میں گذارتے۔ ریاست جے پور کی قدیم راجدھانی آنبیر (جسکو آجکل لوگ آمیر کہتے ہیں۔) یہاں پٹھانوں کا ایک قدیم خانوادہ آباد تھا۔ حضرت ملا الٰہی بخش رحمتہ اللہ علیہ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے بہت بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ اوائل عمر سے ہی مذہب و تصوف کی طرف زیادہ لگاؤ تھا اور کسی ولی کامل کی تلاش میں رہتے۔ میرے شیخ کامل حضرت پیر دستگیر اکرام حسین شاہ صاحب سیکری مدظلہ العالی ،آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ،

"راقم الحروف کو یہ واقعہ خود حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سننے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔

"عرس شریف کا زمانہ تھا۔ اس روز آخری دن تھا۔ میں صبح کی مجلس میں صدارت کیلئے اپنے حجرہ سے روانہ ہوا اور فاتحہ پڑھنے کیلئے پہلے مزار شریف پر گیا۔ جیسے ہی فاتحہ سے فارغ ہوا، مجھ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور حضرت ولی محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی روح مبارک نے ظاہر ہو کر فرمایا۔ "ملا الٰہی بخش کو آج ابھی خلافت دیدو۔" یہ حکم پاکر میں جیسے ہی مزار سے باہر آیا تو مجھے خیال آیا کہ اس سال تو ملاّ صاحب آمیر سے آئے ہی نہیں۔ خلافت کیسے دوں اور کس کو دوں۔ اسی پریشانی میں اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ محفل پر ایک نظر ڈالی کہ شاید ملاّ صاحب آگئے ہوں۔ مگر وہ نظر نہیں آئے۔ میں نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ تم احاطہ درگاہ سے باہر جاکر دیکھو ملاّ الٰہی بخش آئے ہیں۔ یا نہیں؟ ابھی میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اونٹ کے بولنے کی آواز میرے کان میں آئی۔ (اس زمانے میں باہر کے زائرین اونٹوں پر سفر کر کے آیا کرتے تھے۔) مجھے یقین ہوگیا کہ ضرور ملاّ صاحب ہی آئے ہوں گے۔ تاہم وہ شخص جس کو میں نے کہا تھا

باہر گیا اور واپس آ کر بتلایا کہ ملا صاحب آگئے ہیں- میں نے کہا ایک دستار اور مٹھائی لیکر آؤ- تھوڑی دیر کے بعد ملا صاحب آگئے اور دستار کے ساتھ مٹھائی بھی آگئی- میں نے ملا صاحب کو قریب بلا کر دستار بندی کرائی اور اعلان کر دیا کہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی ہدایت کے مطابق منصب خلافت سے سرفراز کر دیا گیا- ملا صاحب پر وجد و مستی کی عجیب کیفیت طاری ہو گئی- فاتحہ ہوئی پھر محفل سماع شروع ہو گئی- اختتام محفل تک حاضرین محفل پر جذب و کیف کا عالم طاری رہا-۱ آپ نے ریاضت و مجاہدہ میں بہت نام پایا- آپ سے بہت سے خوارق ظہور میں آئے- حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ پر کمال عنایت فرماتے تھے اور آپ کی نگاہ کیمیا نے ان کو ولی کامل بنا دیا-

وفات

آخر ہدایت کا یہ آفتاب ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ بمطابق ۱۴ اگست ۱۹۱۹ء یوم جمعہ کو غروب ہو گیا- حاجی عبدالرحمٰن صاحب سے روایت ہے کہ جمعہ کا دن تھا- ملا صاحب نے اپنے بیٹے عبدالرحیم خاں سے فرمایا- بیٹا آج جمعہ ہے- تم جمعہ کی نماز پڑھکر جلدی آکر مجھے سنبھال لینا- عبدالرحیم خاں جمعہ کی نماز پڑھنے چلے گئے- ملا صاحب نے پوچھا جماعت کھڑی ہو گئی ہے-؟

چونکہ مسجد مکان کے قریب تھی، کسی لڑکی نے کہا کہ جماعت کھڑی ہو گئی ہے-"آپ نے نیت باندھ لی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی- عبدالرحیم خاں صاحب واپس آئے تو دیکھا کہ ملا صاحب وصال پا چکے ہیں-

حضرت سیدی و مرشدی شیخ اکرام حسین شاہ صاحب سیکری مدظلہ العالی نے ملا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سال وصال کی نسبت چند مادہ ہائے تاریخ لکھے ہیں- جو درج ذیل ہیں-

سال وصال زندہ دل ملا الٰہی بخش ۲-

۱۳۳۷ھ

سال وصال طبیب قلبی ملا الٰہی بخش صاحب ۳-

۱۹۱۹ء

۱- مختصر حالات زندگی حضرت ملا الٰہی بخش آمیری رحمتہ اللہ علیہ از حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری مدظلہ العالی

۲- " " " " " "

۳- " " " " " " "

Marfat.com

حضرت مولانا حکیم سید ارشاد حسین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

"آپ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے- اسی مناسبت سے چھوٹے صاحبزادہ صاحب" کے نام سے پکارے جاتے تھے- آپ حضرت صاحب کے دوسرے خلیفہ تھے- مذہبی تعلیم مولانا عبدالغنی صاحب سے حاصل فرمائی اور طبی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے نہایت عمدہ طریقہ پر حاصل کی- سردار صورت اور عمدہ صحت کے مالک تھے- راؤ راجہ سیکر کلیان سنگھ جی کے بہت چہیتے طبیب خاص تھے- راجہ صاحب رانی صاحبہ اور محلات کی دیگر شخصیات کا علاج آپ ہی فرماتے تھے سیکر اور نزدیک دور کے تمام علاقوں کی تمام قوموں میں یکساں مقبول اور سب کے ہر دلعزیز تھے وہ ہندؤں اور مسلمانوں میں یکساں مقبولیت عام رکھتے تھے- امراء ان کے جاں نثار مخلص احباب میں شامل تھے- غرباء ان کو اپنا شفیق مربی اور اعلیٰ ہمدرد تصور کرتے تھے- اپنے مکان پر مطب فرماتے تھے- ان کا مطب ہر وقت مریضوں سے بھرا رہتا تھا- امراء، غرباء، دانشور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ ان کے حلقہ اثر میں شامل تھے- وہ بلا تمیز مذہب و ملت، امیر ہو یا غریب عالم ہو یا جاہل، عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بوڑھا سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے تھے- سب کو عزت دیتے تھے ہر ایک کی جی داری انکا معمول تھا- انکے مطب سے سب کو دوائیں (خواہ معمولی ہوں یا قیمتی) مفت دی جاتی تھیں- راجہ سے لیکر پرجا تک سب کے ساتھ یہی طریقہ تھا- نہایت امیر طبع، خوش مزاج، خوش خوراک اور خوش لباس

Marfat.com

شخصیت کے مالک تھے۔ سیکر کی حکمراں جماعت کا ہر فرد ان کا شیدائی تھا۔

جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر مریضوں کو دیکھنے کیلئے شہر میں تشریف لے جاتے تھے تو راستوں میں اور دکانوں پر لوگ احتراماً کھڑے ہو جاتے تھے اور جھک کر سلام پیش کرتے تھے - وہ ریاست سیکر میں طب یونانی کا قابل فخر سرمایہ تھے اور فن طب کا قابل رشک وقار تھے۔ زندگی کی تمام آسائشیں انکو تمام عمر حاصل رہیں۔ انہوں نے امراء کی طرح زندگی بسر کی انکے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے۔ مجھے خدا نے دولڑکے عطا کیے ہیں بڑے کو آخرت کی خوبیاں ملی ہیں اور چھوٹے کو دنیا کا عروج حاصل ہوا ہے۔

رُوحانی دنیا میں بھی وہ ایک خاص طریقہ کے ساتھ اپنا مقام رکھتے تھے۔ کبھی کبھار کسی مریض پر دم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ لوسل (علاقہ سیکر) میں وہ کسی مریض کو دیکھنے گئے مریض پر آسیب کا اثر تھا آپ کو دیکھ کر آسیب نے مریض کی زبان سے کہا میں آپ کے بس میں آنیوالا نہیں ہوں۔ یہ الفاظ سنتے ہی آپ، کو غصہ آگیا اور فرمایا تو نے مجھے کیا سمجھا ہے یہ کہہ کر اپنی بید زور سے زمین پر ماری آسیب کا اثر فوراً دور ہو گیا۔ وہ مرید بہت کم کرتے تھے۔ چند لوگ ہی ان کے مرید تھے۔ باقی لوگوں کو وہ اپنے والد بزرگوار یا بڑے بھائی صاحب سے رجوع کرنے کو فرماتے تھے۔ آزاد طبع اور قلندر منش طبیعت کے مالک تھے۔ وہ سیکر شہر کا سہاگ تھے۔ تاریخ سیکر کا پر وقار باب تھے۔

۲۰ ذالحج ۱۳۵۹ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۱۹۴۱ء کو آپ کا وصال ہو گیا اور خانقاہ چشتیہ سیکر شریف کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ ان کی وفات سے سیکر اداس ہے۔ طب یونانی کا آفتاب غروب ہو گیا ہے۔

Marfat.com

حضرت مولانا مصطفےٰ حسن شاہ صاحب چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ

(بانئی خانقاہ چشتیہ - ٹنڈو اللہ یار سندھ)

آپ نے ابتدائی اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کی فقہ و حدیث کی دینی تعلیم دارالعلوم معینیہ درگاہ اجمیر شریف سے حاصل کی۔ یہیں سے آپ کو مرشد کامل کی تلاش کی جستجو پیدا ہوئی۔ رہبر صادق کی تلاش میں آپ نے اجمیر، دہلی، بریلی اور کاکوری کا سفر اختیار کیا۔ لیکن کہیں سے مقصود حاصل نہ ہوا۔ بالآخر اپنے ایک مخلص دوست کے مشورہ پر آپ سیکر (راجستھان) تشریف لے گئے اور وہاں آستانہ عالیہ میں قطب زماں، شاہ ولایت سید نا حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں نہایت ادب و احترام سے حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ملتے ہی توجہ خاص سے نوازا اور آپ کو شرف بیعت سے سرفراز فرمایا اور تقریباً ایک سال کے عرصہ میں اپنی زیر نگرانی چشتیہ سلسلے کی خاص ریاضتیں کرائیں۔ اب آپ اچھی طرح سے رموز درویشی سے بہرہ ور ہو چکے تو پختہ کار دیکھ کر ایک تقریب خاص میں خلافت سے نوازا اور حکم دیا کہ آپ اب کھٹومبر تحصیل نگر، ریاست بھرتپور جا کر تبلیغ دین و سلسلہ کریں۔

آپ اپنے پیر و مرشد کے حسب الارشاد کھٹومبر پہنچے اور ایک قطعہ اراضی حاصل کر کے خانقاہ اور مسجد تعمیر کرائی۔ مخلوق خدا جوق در جوق نہایت عقیدت اور محبت سے رجوع کرنے لگی۔ دور افتادہ خراب و

خستہ علاقے کے رہنے والے یہ لوگ صرف نام کے مسلمان تھے۔ آپ نے ان کو روزہ اور نماز کی تعلیم دی۔ آپ کے اس دینی و روحانی فیض سے یہ لوگ پنج وقتی نمازی بن گئے۔ آپ کے دست حق پرست پر بیشمار لوگ بیعت ہوئے۔ آپ کا شہرہ دور دراز کے شہروں تک پھیل گیا۔ ہندو اور مسلمان دعا کرانے کیلئے آپ کے پاس آتے اور آپ ان کیلئے دعائے خیر فرماتے اور تعویز بھی لکھ کر دیتے۔ اس پسماندہ علاقے میں آپ نے کافی عرصے تک مخلوق خدا کی خدمت کر کے اسلام پھیلایا۔

ریاست بھرتپور میں خونی انقلاب ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک سے قبل ہی لایا گیا تھا اور یہاں کے بسنے والے مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا گیا تھا۔ جو باقی رہے۔ ان کو دوسرے علاقوں میں دھکیل دیا گیا۔ چنانچہ میاں صاحب بھی ترک سکونت پر مجبور ہوئے اور اپنے اہل و عیال کے پاس دہلی تشریف لے آئے۔ یہاں کے حالات بھی اچھے نہ دیکھ کر بمعہ اہل و عیال و اعزہ کراچی تشریف لے آئے۔ حضرت میاں سید مصطفٰے حسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دہلی کے لائق اور فائق اطبا سے علم طب حاصل کیا تھا۔ کراچی میں تشریف لانے کے بعد آپ نے پیر الہی بخش کالونی میں ایک دواخانہ اور مطب قائم کیا۔ جہاں لوگ جسمانی و روحانی فیضان حاصل کرتے رہے۔ یہاں بھی آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی کافی تعداد ہو گئی۔ ۱۹۵۴ء میں آپ کو معلوم ہوا کہ بھرت پور اور الور سے لوگ ہجرت کر کے ٹنڈو اللہ یار میں آباد ہونے کیلئے آئے ہیں۔ تو آپ ۲ رجب کو ٹنڈو اللہ یار پہنچے جہاں آپ کے مریدوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ ان میں سے مرید خاص حاجی کریم بخش مٹھائی والے اللہ دین صاحب مٹھائی والے، اور آپ کے محترم عزیز حکیم سید مبین احمد صاحب برنی وغیرہ ملے۔ ۶ رجب کو آپ نے حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا پہلا باقاعدہ عرس ٹنڈو اللہ یار میں منعقد کیا۔ اس عرس کے اجرا کے بعد آپ کے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ کچھ لوگوں کو آپنے خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ مریدوں، خلفاء اور عقیدت مندوں نے آپ سے بڑے خلوص کے ساتھ ٹنڈو اللہ یار میں مستقل سکونت کیلئے اصرار کیا اور آپ نے یہاں رہنا منظور فرمالیا۔ اللہ دین صاحب نے آپ کی رہائش کیلئے اپنے مکان کا ایک حصہ دیدیا۔ اس مکان میں مخلوق خدا کی آمد شروع ہو گئی۔ کثرت آمد کے باعث لوگوں کو بیٹھنے تک کی جگہ میسر نہ آتی تھی۔ چنانچہ آپ نے ارادہ فرمالیا کہ یہاں خانقاہ چشتیہ کا ہونا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک وسیع پلاٹ خانقاہ اور مسجد کیلئے پسند فرمایا۔ اہل شہر نے بہت جلد خانقاہ چشتیہ اور مسجد تعمیر کرادی اور آپ خانقاہ چشتیہ میں منتقل ہو گئے۔

اس روحانی مرکز سے بیشمار لوگ فیضیاب ہوتے۔ اس خانقاہ میں ہر جمعرات محفل میلاد فاتحہ اور شجرہ خواجگان کا اہتمام شروع کرا دیا۔ اسکے علاوہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک اور اپنے پیر و مرشد سلطان السالکین حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ (شاہولایت سیکر شریف) کا پانچ روزہ عرس اور حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ کے اعراس کا اعلیٰ انتظام فرمایا۔ یہ عرس بالکل اسی طرح منعقد کئے گئے

Marfat.com

جسطرح اجمیر شریف، دہلی اور سیکر میں ان بزرگوں کے ہوتے ہیں۔ محفل سماع میں معروف مشہور قوال بڑی عقیدت سے شامل ہوتے۔ صوفیائے کرام میرپور خاص، حیدر آباد، ٹنڈو آدم اور کراچی سے تشریف لاتے ان میں حضرت سبحان شاہ وارثی، حضرت مولانا عبدالشکور نظامی کمبل پوش، پیرجی حضرت عبدالمجید صاحب نگر والے اور جناب خالد میاں صاحب چشتی صابری قابل ذکر ہیں۔ جو پابندی سے ان تقریبات میں شرکت فرما کر محفل سماع کو زینت بخشتے تھے۔ آپ کے پسندیدہ قوال استاد کلن خاں سکندر آبادی مرحوم تھے۔ جو موصوف کو حافظ علیہ الرحمتہ، مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ مستانہ اور عارفانہ کلام سنا کر محظوظ کرتے آپ کو اپنے پیرو مرشد حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ سے بیحد محبت اور عقیدت تھی۔ اکثر ان کے اقوال زریں سناتے اور یاد کرتے ایک دفعہ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ کا پانچ روزہ عرس ہو رہا تھا کہ بغیر اطلاع دیئے۔ حضرت مرشد ممدوح کے پوتے حضرت شاہ اکرام حسین سیکری رضوی چشتی مدظلہ العالی تشریف لائے۔ میاں صاحب موصوف ان کی تشریف آوری سے بیحد خوش ہوئے۔ پرتپاک خیر مقدم کیا اور حضرت صاحب موصوف کو مسند پر بڑے احترام کے ساتھ بٹھایا اور خود ذرا مسند سے ہٹ کر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں مریدانہ نذر پیش کی یہ منظر دیکھ کر حضرت مولانا عبدالشکور نظامی کمبل پوش بیحد محظوظ ہوئے اور فرمانے لگے کہ اپنے پیر اور انکی اولاد کا احترام کرنا کوئی پیر سید مصطفےٰ حسن سے سیکھے۔

آپ بہترین طبیب بھی تھے ٹنڈو اللہ یار میں آکر علاج معالجہ ترک کر دیا تھا۔ بے اولادوں کیلئے آپ کے پاس خاص نسخہ تھا۔ جس سے سو فیصدی لوگوں نے فیض حاصل کیا۔

میاں صاحب نے دولت سے کبھی واسطہ نہ رکھا۔ جو کچھ حاصل ہوتا دوسروں پر خرچ کر دیتے ایک پائی بھی جمع نہ کی چنانچہ انتقال کے وقت پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ آپ کو قبر میں اتارنے سے قبل لوگوں نے آخری دیدار کیا تو انکا کہنا ہے۔ کہ میاں صاحب کا چہرہ نورانی اور مسکراتا ہوا تھا۔ خدا غریق رحمت فرمائے۔

وصال:

ٹنڈو اللہ یار میں ۲۹ دسمبر ۱۹۸۳ء کو حضرت میاں سید مصطفےٰ حسن شاہ برنی رحمتہ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کے ثواب کیلئے قرآن خوانی فاتحہ ولنگر کا انتظام صوفی شبیر احمد خاں نے کیا۔

مادہ تاریخ سال وصال:

مولوی سید مصطفےٰ حسن شاہ برنی رحمتہ اللہ علیہ
تاریخ وصال ۱۱ صفر ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۷۔ نومبر ۱۹۸۳ء یوم جمعرات

Marfat.com

2oo

۱۹۸

(۱)

صدائے سال وصال مولوی سید مصطفےٰ حسن شاہ برنی

۱۴۰۲ھ

(۲)

سال وفات کعبۂ اہل دل، جناب مولوی سید مصطفےٰ حسن شاہ صاحب برنی

۱۹۸۳ء

Marfat.com

حضرت حکیم مولوی عبدالوحید صاحب فاروقی چشتی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالوحید صاحب رحمتہ اللہ علیہ شہر جے پور کے باشندے تھے- آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حاجی کریم بخش تھا-

آپ نے ابتدائی تعلیم جے پور میں حاصل کی- بعد میں دیوبند تشریف لے گئے- وہاں سے واپسی پر کاروباری زندگی میں مصروف ہوگئے اور سانبھر میں نمک کا ٹھیکہ آپ ہی کے پاس تھا- سیکر میں آپ کا ایک آٹا پیسنے کا کارخانہ تھا- اسکی دیکھ بھال کیلئے سیکر اکثر آنا جانا رہا کرتا تھا- کسی بزرگ کی تلاش میں رہا کرتے تھے- حضرت شاہ اکبر علی چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مرید سلیمان خاں سانبھری سے آپ کی ملاقات ہوئی اور انہیں کے کہنے پر آپ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے- پہلی ملاقات میں ہی آپ کا دل رجوع ہوگیا اور آپ نے بیعت کرلی پھر مدت العمر اپنے شیخ کی خدمت کو اپنا نصب العین بنائے رکھا- بہت سے علمی کام آپ نے انجام دیئے اپنے مرشد کریم کے مجموعہ عملیات و تعویزات کا ایک نہایت خوشخط نسخہ اپنے ہاتھ سے تیار کیا اور شجرہ نسب خاندان سادات سنگھانہ و سیکر کو نئے انداز سے پھر مرتب کیا- خانقاہ سیکر شریف کی مخصوص "حزب البحر شریف" کا ایک نہایت عمدہ قلمی نسخہ معہ ترجمہ کے لکھا اور خوبصورت انداز میں کتابت کی ان کو اپنے مرشد سے اور مرشد کریم کو اپنے مرید سے بڑی محبت تھی- وہ ایک بہت اچھے عالم دین تھے- جے پور میں ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے جب تشریف لائے تو انہوں نے مولانا کو اپنی طرف سے بھی اجازت عطا فرمائی تھی- آپ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے چوتھے خلیفہ تھے- انہوں نے کسی کو مرید نہیں کیا- آپ کے والد اور پھر آپ جے پور کے مشہور بزرگ حضرت امانی شاہ داتا رحمتہ علیہ کی خانقاہ کے خادم اور متولی تھے- نہایت خوش اخلاق اور عمدہ خصائل کے مالک تھے- حضرت شاہ اکبر علی چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جو وصیت نامہ لکھوایا تھا- اس کو سب سے پہلے حضرت سیدی و مرشدی شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی نے لکھا تھا- پھر مولانا موصوف نے اس میں مزید اضافے کر کے اسکو مکمل کیا تھا اور اسے رجسٹرڈ کرایا گیا تھا-

وصال:

آپ کا وصال ۱۵ فروری ۱۹۶۳ء یوم جمعہ جے پور میں ہوا اور حضرت امانی شاہ داتا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے احاطہ میں مدفون ہوئے- آپ کا سالانہ عرس مبارک جے پور میں بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے-

سراج السالکین زبدۃ العارفین حضرت شاہ اکرام حسین سیکری مدظلہ العالیٰ

آپ حضرت سیدنا شاہ سجاد حسین چشتی سیکری رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اور نامور خلیفہ ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۴ شعبان ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۸ جون ۱۹۱۷ء میں یوم دوشنبہ سہ پہر بوقت چار بجے صبح بمقام سیکر (علاقہ جے پور) راجپوتانہ اندرون حویلی رہائیشی خانقاہ عالیہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی آپ کے جد امجد حضرت شاہ اکبر علی چشتی سیکری رحمتہ اللہ علیہ نے " اکرام حسین " تجویز فرمایا اور آپ کا قطعہ ولادت آپ کے ماموں حکیم ظہور الحسن سنگھانوی نے لکھا۔ بچپن ہی میں آپ کی پاک سیرت اور خوش اطواری نے اہل نظر کی نگاہ میں اپنا مقام پیدا کرلیا۔

آپ کا شجرہ نسب ۳۴ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے ملتا ہے۔

۱۔ حضرت مخدوم حکیم سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری مدظلہ العالی۔
۲۔ ابن حضرت سید سجاد حسین شاہ سیکری
۳۔ ابن حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب سیکری رحمتہ اللہ علیہ
۴۔ ابن حضرت سید کرامت علی شاہ
۵۔ ابن حضرت حکیم امین الدین شاہ
۶۔ ابن حضرت الحاج مولانا سید امانت علی شاہ
۷۔ ابن حضرت حکیم سید شرف الدین حسین

Marfat.com

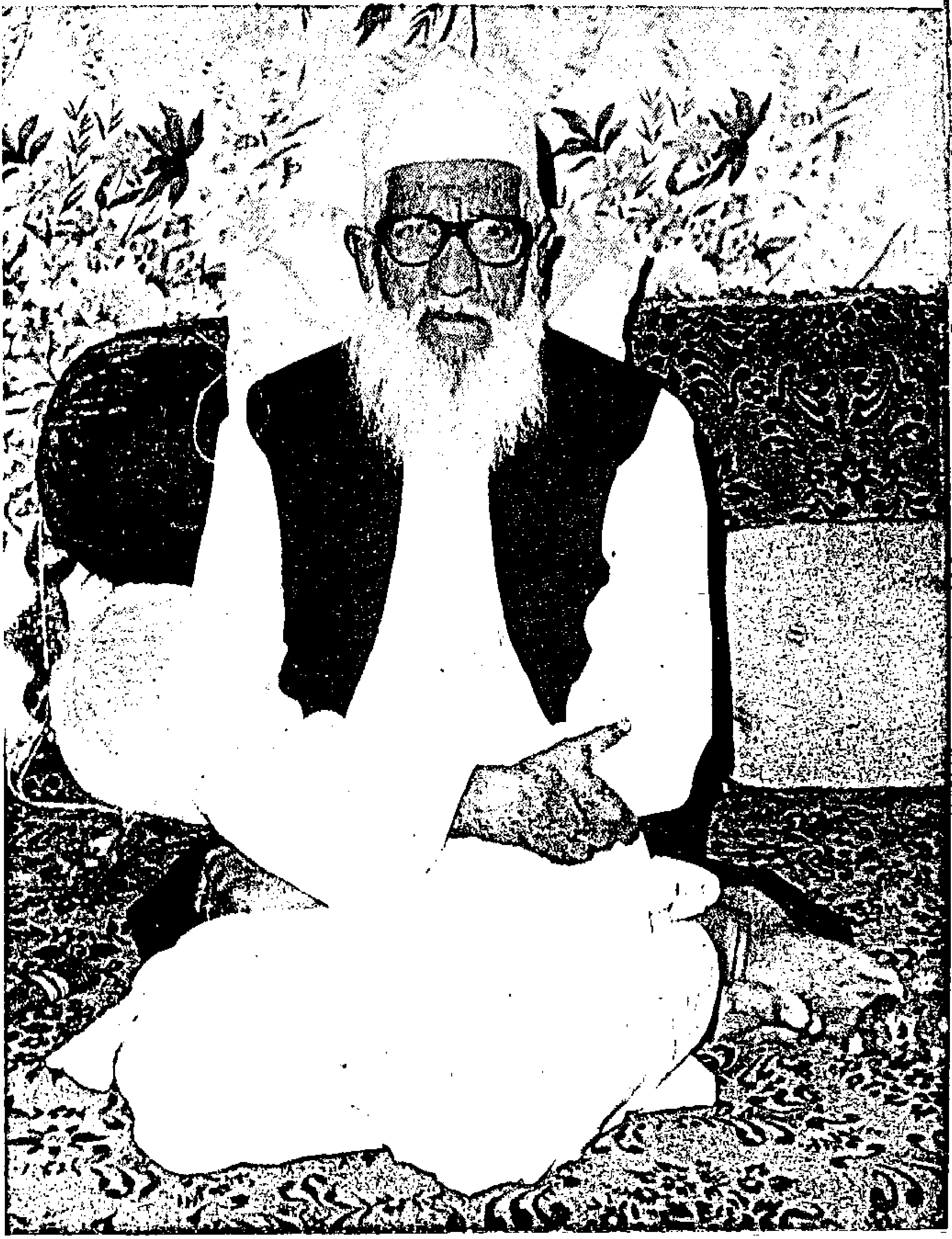

سید اکرام حسین شاہ صاحب چشتی سیکری

Marfat.com

۸- ابن حضرت حکیم سید بابا اللہ شاہ
۹- ابن حضرت حکیم سید محمد ناصر سنگھانوی
۱۰- ابن حضرت مولانا سید مرتضیٰ میراں سنگھانوی
۱۱- ابن حضرت مولانا حکیم سید مصطفیٰ چشتی نظامی
۱۲- ابن حضرت مولانا سید فاضل سنگھانوی
۱۳- ابن حضرت سید صالح
۱۴- ابن حضرت سید حمید عارف
۱۵- ابن حضرت الحاج سید شاہ محمد ابراہیم
۱۶- ابن حضرت ملا سید عمیر بغدادی
۱۷- ابن حضرت سید جلال صوفی
۱۸- ابن حضرت سید محمود شہید بغدادی
۱۹- ابن حضرت سید نظام الدین مخدوم زادہ بغدادی
۲۰- ابن حضرت مخدوم سید ابوالخیر
۲۱- ابن حضرت مخدوم سید داؤد
۲۲- ابن حضرت سید سلیمان
۲۴- ابن حضرت سید ابوالفتح
۲۵- ابن حضرت عبد العزیز
۶۲- ابن حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ
۲۷- ابن حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ
۲۹- ابن حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ
۳۰- ابن حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ
۳۱- ابن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
۳۲- ابن حضرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداء کربلائے معلیٰ
۳۳- ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

تعلیم:-

عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد اور والد محترم حضرت سید سجاد حسین رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی اور پوری دلجمعی سے تھوڑے ہی عرصے میں تمام کتب متداولہ کی تحصیل و تکمیل کرلی- دنیاوی

Marfat.com

تعلیم کیلئے سب نے پہلے مادھو سکول سیکر میں داخل ہوئے۔ اس سکول میں چہارم تک تعلیم حاصل کی اور پھر اسلامیہ سکول سیکر شریف میں داخلہ لیا۔ سکول سے فراغت کے بعد جناب منشی نسیم احمد امروہوی کے پاس فارسی نصاب منشی فاضل کے کورس کی تکمیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی کے ادیب اور منشی فاضل کورس کی تکمیل کے لئے فخر العلماء جناب مولانا فضل الرحمان سیکری کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب علوم کیا۔

فن طب کی ابتدائی کتب اپنے دادا حضور سے دیکھیں اور فرح اسباب، طب اکبر وغیرہ انتہائی کتب طب اپنے والد ماجد حضرت حکیم سید سجاد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ فن طبابت کے مشغلہ نے آپکو علاقہ میں بہت شہرت دی۔

عارف باللہ حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری چشتی مدظلہ العالی کی ذات مختلف صفات کی جامع ہے۔ وہ بیک وقت بھی ہیں اور مقرر بھی۔ ایک مبتحر عالم بھی ہیں اور ادیب بھی، معلم بھی ہیں۔ اور مبلغ بھی اور مصنف بھی اور مؤلف بھی۔ ایک کامل پیشوا و رہبر اور ولی کامل بھی۔ آپ علوم قدیمہ وجدیدہ پر یکساں دسترس رکھتے ہیں۔ آپکی ذات گرامی ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے برابر کشش رکھتی ہے اور سب اس مجمع فضل وکمال سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کی شخصیت کی طرح آپکی تحریر بھی جامع ہے۔ دیکھنے والے حیران ہیں کہ آپکی شب و روز کی مصروفیت اس قدر زیادہ ہے مگر آپ پھر بھی تصنیف و تالیف کے لئے وقت نکالتے ہیں۔

آپکو اللہ تبارک و تعالی نے زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، وسعت ظرف، خوش خلقی، سخاوت، حق گوئی اور مخلوق خدا سے بے نیازی ایسے اوصاف حمیدہ سے نوازا ہے۔

آپ اپنے والد ماجد عارف کامل حضرت سید سجاد حسین سیکری رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور جلد ہی صاحب کمال بن گئے۔ آپ صحیح معنوں میں بزرگان دین اور علمائے سلف کی یادگار ہیں۔ کبھی خوف یا لالچ آپ کو اظہار حق سے باز نہ رکھ سکا۔ جوانی سے اس عمر تک نماز، روزہ اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے معمولات اہتمام سے ادا کرتے ہیں۔ آپ فی الواقع صاحب کرامت اور عملی اعتبار سے مرجع خلائق ہیں۔ آپ کے خاندان کے تمام بزرگ جامع شریعت و طریقت تھے۔ مذہبی و اخلاقی اقدار آپ کو ورثہ میں ملی ہیں۔ آپ شریعت و طریقت، تفسیر و حدیث، تاریخ و ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپکو اہل علم قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ کی طبیعت میں بے حد استغناء ہے۔ حکام وقت اور امراء کی ملاقات کو پسند نہیں کرتے۔

شادی:

آپ کی شادی ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۹۳۷ء بروز پیر بمقام دھرسوں علاقہ نارنول (ہند) میں

جناب سید اکمل حسین صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی۔

تبلیغ اسلام

آپ نے تعلیمات اسلامیہ کو عام کرنے کے لئے ہر پہلو پر خاص توجہ فرمائی ہے۔ پاکستان میں کئی جگہ خانقاہیں، درس اور مسجدیں تعمیر کرائی ہیں۔ جن میں خانقاہ چشتیہ میرپور خاص اور خانقاہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب زیادہ مشہور ہیں۔ آپکا یہ مشن ہے۔ کہ قرون اولیٰ کی طرح پاکستان میں خانقاہی نظام کے ساتھ درس بھی لازمی قائم کئے جائیں۔ پاکستان و ہند میں آپ کے کئی لاکھ مرید ہیں۔ جن میں بڑے بڑے علماء وفضلاء شامل ہیں۔ آپ شب و روز تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں اور پاکستان کا گوشہ گوشہ آپ کے انوار و معرفت سے منور ہو رہا ہے۔ آپ بسلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہیں۔ آپ کے خلفاء نے بھی مختلف مقامات پر دین حق کی خدمت میں اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا ہے۔ آپ تصوف میں کسی بھی غیر اسلامی شعار کو پسند نہیں فرماتے۔ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت آپ کا خاص نصب العین ہے۔ آپ کے دست مبارک پر کئی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ ہر ایک سے اعلیٰ اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ آپ جس علاقے میں جہاں بھی تشریف فرما ہوئے۔ وہ جگہ مرجع خلائق بن جاتی ہے۔ آپ صاحب حال بزرگ ہیں۔ ہر سال ۶، ۷، ۸، جمادی الاوّل کو اپنے جد اعلیٰ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا سالانہ عرس شریف خانقاہ چشتیہ میرپور خاص میں کراتے ہیں۔ عرس شریف کے موقعہ پر کوئی غیر شرعی رسم وہاں ادا نہیں کیجاتی۔ آپ فرماتے ہیں کہ بزرگان دین کے عرس اس لئے منعقد کئے جاتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتوں کا خاص نزول ہوتا ہے اور اس موقعہ پر تبلیغ دین کے لئے کافی وقت مل جاتا ہے۔ بہت سے لوگ اس مبارک موقعہ پر یکجا ہو کر عرس شریف کے فیوضات و برکات سے استفادہ کرتے ہیں۔ بزرگان دین کی عظیم دینی خدمات کے تذکرے اجتماعی عبادات کے روح پرور نظارے ہوتے ہیں۔ آپ عرس کے موقعہ پر تمام غیر شرعی رسومات تھیٹر، ناچ گانے وغیرہ کو سختی سے منع فرماتے ہیں۔ آپ کے سلسلہ کی خانقاہوں میں عرسوں کی جتنی تقریبات منائی جاتی ہیں۔ ان میں غیر شرعی اور غیر اسلامی رسومات کی سختی سے ممانعت کی جاتی ہے۔

حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ہمیں اسلام کی تبلیغ کے دوران پیش آنے والی مشکلات اور مسائل کا اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں پورا پورا احساس ہوتا ہے۔ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کے لئے کیسے صبر آزما اور صبر شکن مرحلوں سے گذرنا لازمی ہے اور ان منازل کو طے کرنے کے لئے کس دل گردہ اور عزم و ہمت کی ضرورت ہے اور اجنبی ماحول میں لوگوں کے دلوں کو اسلام کیطرف موڑنے کا معجزنما کارنامہ انجام دینے کیلئے چٹانوں سے

Marfat.com

ٹکرانے کا حوصلہ اپنے اندر پیدا کرنا کتنا ضروری ہے۔ اس کام کی ابتداء اپنے اندر کے نفس اور شیطان سے مسلسل اور متواتر جنگ کرنے سے ہوتی ہے۔ ہر وہ کام جو یہ دونوں چاہیں۔ ان کو سختی سے ترک کرنا عادت ثانیہ بننا ضروری ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں سے ایک تربیت یافتہ بہترین مبلغ اسلام کے کام کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس مبلغ اسلام کا ظاہر و باطن اتباع سنت کے نور سے آراستہ ہوتا ہے۔ قرآن و سنت کی رہنمائی اسکی رہنما ہوتی ہے۔ سیرت "رحمتہ للعالمین" صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات ہر قدم پر اسکی بھرپور رہنمائی کا فریضہ ہر وقت انجام دیتے رہتے ہیں اور اللہ کی مدد ہر منزل میں اسکی مدد فرماتی رہتی ہے اور اسکی شخصیت میں جذب و کشش کی ایک ایسی عجیب و غریب تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ہر جگہ اس کی عدم موجودگی میں بھی لوگوں کے دلوں میں کام کرتی رہتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں تبلیغ اسلام ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ یہ اہم فریضہ اگر ہر شخص نے اختیار کر لیا تو اس سے اسلام کے کام کو صرف نقصان پہنچے گا۔ فائدہ نہیں ہو سکتا ہے اسلام کی تاریخ میں اکثر لوگ مختلف ادوار میں کئی بار ایسی تحریکیں چلا چکے ہیں اور مدت تک یہ تحریکیں چلتی رہی ہیں اور بہت سے لوگ ان تحریکوں میں کام کرتے ہوئے بھی نظر آتے رہے ہیں۔ پھر ایک عرصہ کے بعد خود بخود ختم ہو گئیں۔ وجہ یہی تھی کہ اس اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کیلئے اعلیٰ ترین صلاحیت کے افراد انکے پاس نہیں تھے۔ ہنگامی جذبات کی رو میں بہہ جانے والے افراد جو ہر دور میں ہوتے ہیں۔ ایسی تحاریک کے اجزاء فاعلہ ہوتے ہیں۔ ان میں بہت سے تعلیم یافتہ اور دیگر علوم و فنون کے حامل افراد بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ ان کی دینی معلومات سطحی ہوتی ہیں۔ یا پھر ضروری معلومات تک محدود ہوتی ہیں اور جذباتی قسم کی طبعیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ایسی تحریکوں میں بہت سے وہ لوگ بھی شریک نظر آتے ہیں جو تلاش حق کے سلسلہ میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ جب انہیں کوئی منزل میسر نہیں آتی تو ایسے لوگوں میں شامل ہو کر اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہت سے ایسے اشخاص بھی ایسے قافلوں میں شریک دیکھے جاتے ہیں۔ وہ غیر اسلامی ممالک میں رہتے ہیں اور اسلامی معلومات کے حصول کی غرض میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ طریقہ کار بذات خود جہاں تک اسلام کی تبلیغ کا تعلق ہے۔ برا نہیں ہے۔ اسکی عدم افادیت کا سبب وہ نااہل افراد ہوتے ہیں۔ جو اپنے بہت سے کمتر اور کہتر مقاصد کے حصول کیلئے یہ راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنی خفیہ برائیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اور اپنے کو عوام کی نظر میں پارسا ظاہر کرنے کے لئے یہ راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنی ناکامیوں سے تنگ آکر کشمکش حیات سے راہ فرار اختیار کر کے اس منزل میں سکون تلاش کر لیتے ہیں اور پھر یہاں ہی ڈیرے ڈال دیتے ہیں۔ کسی اعلیٰ مقصد کا حصول ان کا مقصود نہیں ہوتا۔ میرا روئے سخن کسی خاص طبقہ یا جماعت کی طرف نہیں ہے۔ عام طور پر جو کچھ دیکھا جا رہا ہے۔ اس پر گفتگو ہو رہی ہے۔ میرا تعلق قادری، نقشبندی اور چشتی سلاسل تصوف سے ہے۔ اہل تصوف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ کسی دوسرے کے کام میں اپنی ٹانگ نہیں اڑاتے۔ نہ وہ کسی کام میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرتے ہیں البتہ

وہ اسلام سے متعلق کسی بھی کام کا گہرا جائزہ ضرور لیتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی نظر میں وہ کام مفید ہوتا ہے تو کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں اور اسکی تعریف میں کمی نہیں کرتے اور اگر کسی کام کی افادیت ان کی نظر میں جلد یا بدیر بہتر نتائج پیدا کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ تو وہ بہ نیت اصلاح اپنا خیال ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس طرح کہ کوئی مخالفت کا ادنیٰ شائبہ بھی شامل نہیں ہوتا۔ ان کا اظہار خیال اسلام کی خیر خواہی کے جذبہ کے تحت ہوتا ہے۔ کسی اور مذموم جذبہ کے ساتھ وہ کبھی لب کشائی نہیں کرتے اور یہی طریقت زیبا ہے۔ راقم الحروف اپنے محدود وسائل کے ساتھ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے خانقاہ چشتیہ کے پلیٹ فارم سے بذات خود (معہ اپنے رفقاء کار کے) جو کچھ کر سکتا ہے۔ وہ کر رہا ہے اور کرتا رہیگا، کامیابی خدا کے اختیار میں ہے۔ اسکی تائید وحمایت اور فضل وکرم کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

(گلہائے عقیدت ـ مرتبہ شاہ اکرام حسین سیکری ۵ تا ۷)

حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری مدظلہ العالی اپنی محفلوں میں ہمیشہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اسلام کی تبلیغ کی اور بے نظیر کارہائے نمایاں انجام دیئے اور کامیابی حاصل کی۔ اسلئے اولیاء اللہ کی ذات گرامی تبلیغ دین کے سلسلے میں مینار نور ہیں۔ انکی تعظیم وتکریم ہم سب پر واجب ہے۔ یہ زمانے کے منتخب کردہ لوگوں میں سے ہیں۔ ان نورانی ہستیوں کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی صحیح منزل (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچ سکتے ہیں۔

مؤرخین اسلام نے بھی اس امر کو ایک تاریخی حقیقت کا درجہ دیا ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کی سیاسی حیثیت ختم ہوگئی اور مغلوں کی حکومت کا ٹمٹماتا چراغ گل ہوگیا۔ ملک میں بے بسی اور بے کسی مسلمانوں کا مقدر بن گئی۔ پھر مایوسی اور فکر کی حالت نے زندگی سے انہیں بیزار کر دیا۔ بد بخت انگریز نے فتح حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کو بہت بری طرح تباہ و برباد کیا۔ انکی عزت و عظمت کو خاک میں ملا دیا۔ مسلمانوں کے مذہبی تعلیمی اداروں کو ویران اور ختم کر دیا۔ اسلامیان برصغیر زندہ درگور ہو کر رہ گئے۔ ان حالات میں اسلامیان برصغیر کی تباہی و بربادی کے رنج وغم کو کم کرنے اور حوصلہ بڑھانے کیلئے ایسی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ انگریزوں کے ظلم کے علاوہ دیگر غیر مسلم اقوام کی سازشیں اور شرارتیں مسلمانوں کو بددل اور پریشان کر رہی تھیں۔ مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی حالت تباہ ہو چکی تھی۔ اتحاد خیال وفکر کا فقدان تھا۔ دنیا دار علماء نے جا بجا مذہبی اکھاڑے بنا رکھے تھے اور جگہ جگہ فرقہ واریت کے جھگڑے اٹھا رکھے تھے۔ برصغیر کا دارالخلافہ دہلی بھی وہی منظر پیش کر رہا تھا۔ جب تیرھویں صدی عیسوی میں ہلاکو خاں نے اسلامی مرکز بغداد میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہادی تھیں اور سولھویں صدی عیسوی میں عیسائی بادشاہ فرناڈو نے اصفہانیہ کے دارالحکومت

Marfat.com

غرناطہ پر قبضہ کے بعد مسانوں کی نسل کشی کی- جسکی مثال دنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی-

پروفیسر سر تھامس آرنلڈ دعوت اسلام میں لکھتے ہیں کہ تیرہویں صدی میں جب وحشی مغلوں نے اسلامی دنیا پر حملہ کر دیا اور شہروں اور بستیوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا- اس وقت کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اب اسلام دنیا میں دوبارہ اپنی شان و شوکت حاصل کرے گا- لیکن صوفیائے کرام کی تبلیغ یہ رنگ لائی کہ جو مسلمانوں کو فتح اور تباہ و برباد کرنے آئے تھے، وہ خود مفتوح ہو کر اسلام کے نگہبان اور مبلغ بن گئے- ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے خاتمے کے بعد صوفیائے کرام نے جن میں حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی محدث دہلوتی، حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ- حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ کوٹ مٹھن- حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین تاج الاولیا بریلوی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ سید ولی محمد چشتی سیکری رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو آگے بڑھ کر تسلی دی- ان کے حوصلے بلند کئے- صبر، تقوی، اخوت اور پیار کی نعمت عطا کی- ان بزرگان دین نے انیسویں صدی کے آغاز میں جو ہندوستان میں فروغ دین اور احیائے اسلام کا عظیم کارنامہ انجام دیا- ان میں قطب وقت حضرت خواجہ شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء کا مثبت کردار ایک تاریخی حقیقت کا درجہ رکھتا ہے- سیکری دبستان تصوف نے پاکستان میں تبلیغ اسلام اور فروغ دین کا جو عظیم کام کیا ہے- اس کے سب سے بڑے کردار سیدی و مرشدی حضرت شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی ہیں- آپ کثیر الفیضان بزرگ ہیں- آپکی خانقاہوں سے بے شمار مرید اور خلفاء روحانی تربیت پا کر ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے ہیں- جہاں جہاں ان کے قدم پہنچے وہاں علم اور عرفان کی شمعیں روشن ہوتی جا رہی ہیں- آپ نے ڈیرہ نواب صاحب میں ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ بمطابق ۷ جنوری ۱۹۸۳ء بروز جمعتہ المبارک بعد از نماز جمعہ خانقاہ چشتیہ اور دارالعلوم چشتیہ رضویہ کا سنگ بنیاد رکھا-

جس جگہ یہ بنیاد رکھی گئی- یہ جگہ بہت بڑا گڑھا تھا- لیکن آپ کی نظر کیمیا کے کرم سے یہ جگہ دنوں میں ایک گلزار کا منظر پیش کرنے لگی ہے- خانقاہ چشتیہ کے دارالعلوم میں درس نظامی کی تعلیم کے علاوہ تعلیم القرآن (حفظ و ناظرہ) کا فیضان بھی جاری ہے- جس میں بچے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں- اسی جگہ خانقاہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب میں حضور پر نور سیدی و مرشدی کے حسب الارشاد "الصراط ٹرسٹ" کی زیر نگرانی ایک طب اسلامی کا خیراتی شفاخانہ بھی قائم ہے- جس سے علاقہ بھر کے غریب و مستحق لوگوں کو طبی سہولت میسر ہے- اس شفا خانہ میں بطور معالج حضرت غریب نواز کے ادنیٰ غلام برخوردار حکیم محمد افتخار حسین چشتی فاضل الطب الجراحت معالج کی حیثیت سے خدمت کے فرائض انجام دے رہے ہیں-

جب آپ پہلی مرتبہ ڈیرہ نواب صاحب میں تشریف لائے تو آپ نے اپنی قیام گاہ کے قریب ہی ایک ویران مسجد کو آباد فرمانے کا حکم دیا اور خود وہاں تشریف لے گئے اور نماز جمعہ ادا فرمائی- اس دن

کے بعد سے وہ ویران مسجد دن بدن رونق پذیر ہوتی گئی اور آج کل وہ "نوری جامع مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے ۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء کو بوقت شام ۵ بجے اسی "نوری جامع مسجد" میں ایک مدرسہ تعلیم القرآن کا افتتاح فرمایا۔ جہاں اب تک بچے قرآنی تعلیم حفظ و ناظرہ کا فیض حاصل کر رہے ہیں۔

آپ نے تحصیل احمد پور شرقیہ کے نواح میں قصبہ خمسے پکھیوار میں بھی ایک خانقاہ چشتیہ کا سنگ بنیاد رکھا ہے۔ اسکے علاوہ لاہور وحدت کالونی میں خانقاہ چشتیہ کا افتتاح فرمایا۔ نیز ضلع قصور میں علاقہ مصطفےٰ آباد (للیانی) میں حضور کے حسب الارشاد خانقاہ چشتیہ کی تعمیر جاری ہے۔ اسکا سنگ بنیاد بھی آپ نے اپنے دست مبارک سے رکھا ہے۔

ان تمام خانقاہوں میں شریعت و طریقت کے فیضان کے علاوہ درس و تدریس اور نشر و اشاعت کے شعبہ جات بھی قائم کئے گئے ہیں۔

ان تمام خانقاہوں میں "خانقاہ چشتیہ میرپور خاص" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ جہاں آپ اپنے مریدین کو ارشادات و ہدایات صادر فرماتے رہتے ہیں۔ اسی خانقاہ میں ہر سال حضرت قطب ربانی عارف لاثانی حضرت سید اکبر علی شاہ چشتی سیکری رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی تقاریب منعقد کی جاتی ہیں۔ جہاں ملک بھر سے مریدین و عقیدت مند ذوق و شوق سے جوق در جوق فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت شاہ اکرام حسین چشتی سیکری ایک پختہ خیال و فکر کے مالک ہیں اعتقاد کے اعتبار سے اہلسنت حنفی مسلکاً چشتی، قادری اور نقشبندی سلسلہ ہائے تصوف سے صاحب خلافت واجازت ہیں اور سالکان راہ شریعت و طریقت کے امام و راہنما ہیں۔

آپ ایصال ثواب و درود و سلام، میلاد و گیارہویں شریف، حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ ہندالولی کی چھٹی اور زیارت قبور پر انفرادی طور پر ہی کاربند نہیں بلکہ ان شعائر کو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں جاری و ساری دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ حضرت شاہ صاحب اپنے دور کے وہ عظیم روحانی پیشوا ہیں۔ جن کے ذریعے ان گنت افراد راہ راست پر آرہے ہیں اور بے شمار منزل مقصود کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی کی دولت سے بھی نوازا ہے۔ مشکل سے مشکل مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہیں اور اسے فوراً حل فرما دیتے ہیں۔ جو سائل بھی آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا ہے۔ اس کا دامن آرزو آپ کے فیض سے مالامال ہو جاتا ہے۔

آپ نے ۲۵ مئی ۱۹۶۹ء کو راقم الحروف کو ایک مکتوب لکھا جس میں خانقاہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب کے لئے جگہ کے حصول اور اسکے متعلق ایک جامع پروگرام کیطرف راہنمائی فرمائی ہے۔ جو کہ خانقاہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب سے متعلق ایک مکمل لائحہ عمل کی حیثیت رکھتا ہے اور ایک دوسرے مکتوب میں ایک غیر آباد مسجد کو آباد کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ وہ مکتوبات یہ ہیں۔

Marfat.com

مکتوب بنام راقم الحروف:

از لطیف آباد
۲۵ مئی ۱۹۶۹ء

محب مکرم عزیز محترم رفیق معظم جناب حکیم محمد حسین صاحب بدر چشتی

آج ہی صبح آپ کے خط کا جواب روانہ کر چکا ہوں- مگر وہ خط جلدی میں لکھا تھا- اس لئے تسلی بخش طریقہ پر نہ لکھ سکا گو اپنا مافی الضمیر اس میں بھی ظاہر کر چکا ہوں- اس لئے اب ایک خط اس کے جواب میں لکھ رہا ہوں-

اے مجھ سے محبت رکھنے والے! خدا تجھ کو محبت خاص عطا فرمائے- میں ڈیرہ نواب صاحب کے کسی آدمی کو نہیں جانتا تھا- آپ کے خط کے ذریعہ غائبانہ ملاقات ہوئی- پھر امر حق یوں ظاہر ہوا کہ غائب حاضر ہو گیا- خط و کتابت کے ادبی رشتہ نے بڑھ کر روحانی رشتہ قائم کر لیا- آپ نے، آپ کے اہل و عیال نے اور آپ کے احباب نے آگے بڑھ کر رشتہ محبت کو اور استوار کر دیا اور نوبت باینجا رسید کہ ایک مستقل حلقۂ روحانیت و عقیدت اور محبت قائم ہو گیا- خدا اس کو ہمیشہ قائم رکھے-

فلاح دارین کا ذریعہ بنائے اور اس حلقہ کے ہر فرد کو دین کا خادم اور حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ محبت کا مظہر بنائے آمین - آمین- آمین مطلب اس تمہید کا یہ ہے کہ ابتداء آپ نے کی اس لئے وہاں کے ہر کام کی ابتداء اب آپ ہی سے ہو گی- آپ وہاں میرے قائم مقام ہیں- لوگ آپ کے لئے کیا کہتے ہیں- وہ تو الگ بات ہے- خدا آپ کو نفس کے شر سے، شیطان کے شر سے، اور انسانوں کے شر سے بچائے- آمین - میں خدا کے فضل و کرم اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انداز عنایات سے امیدوار ہوں کہ وہ آپ پر معہ اہل و عیال اور اپ کے احباب پر اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نوازش کرے- میں یہ خوشخبری سننے کا بے حد مشتاق ہوں کہ اب آپ کی اور آپ کے حلقہ محبت کی زندگی میں والہانہ دینی انقلاب پیدا ہو گیا ہے- آپ کے گھر سے اور آپ کے احباب کے گھر سے وحدت کے نغمے اٹھنے لگے ہیں- زمین بہت اچھی ہے- تھوڑی آنکھوں سے بارش ہوئی تو فصل شاندار ہو گی- میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد، چار ہزار مرتبہ اسم ذات "اللہ" ساٹھ دن تک روزانہ پڑھا کریں- اس سے عجیب اثرات پیدا ہونگے- آپ کے احباب میں سے بھی جو صاحب دل سے چاہیں وہ شروع کر دیں- میری طرف سے ہر شخص کو اپنی زندگی میں اور اسکے بعد بھی

ہمیشہ کے لئے اجازت ہے ہر جمعرات کو عشاء کے بعد ذکر کا حلقہ جیساکہ میں نے کہا تھا- لازمی طور پر قائم رکھیں- جہاں ذکر کا حلقہ ہوتا ہے- وہاں رحمت الٰہی کی بارش ہونے لگتی ہے- آپ سب لوگ اس کو معمول بنالیں-

چونکہ میرے ساتھ ابتداء آپ نے کی ہے- اسلئے اب خانقاہ چشتیہ کے لئے بھی آپ ہی میری جانب سے کوشش کر کے دیکھیں اگر خدا کو منظور ہے تو ایک مرکز قائم ہو جائے گا-

آپ تمام لوگوں کو بلا کر میری جانب سے میرے قائم مقام کی حیثیت سے اعلان کر دیجئے- ظاہری کوشش آپ کے ہاتھ میں ہے اور باطن میں ایک دوسری طاقت کار فرما ہوگی- اگر یہ چیز ظہور میں آجاتی ہے- تو نام آپ کا ہوگا اور کام اللہ کا ہوگا اور فتح آپ سب لوگوں کے خلوص کی ہوگی اور اس کام کا ثواب سب کو ہمیشہ ملے گا اور اگر ناکامی ہوگی، تو اس میں آپ سب حضرات کی کوئی غلطی نہ ہوگی- بلکہ اسکا سبب اور غایت بھی خدا ہی کی ذات ہوگی- لیکن اگر اسکا سبب آپ کا عدم خلوص ہوا تو اسکی نسبت خدا کیطرف نہ ہوگی اور آپ سب کے نامہ اعمال میں یہ درج ہوگا کہ مردہ دلی کے اس خوفناک عہد میں ایک روحانی ادارہ قائم کرنے میں آپ سب سے کوتاہی ہوئی اور مردہ دلی میں اور اضافہ ہو گیا- پس اے عزیز!

دل سے کوشش جاری رہے اور کامیابی کے لئے قدرے دعا کی جائے کہ کوئی نیک کام اسکے فضل، امداد اور عنایت کے بغیر نہیں ہوسکتا- روحانی ادارہ پیغمبروں کا مشن ہے- جب بھی دنیا میں ایسا ادارہ کبھی شروع ہوا یا کسی نے یہ کام کیا اسکے ساتھ ہی شیطانی قوتیں بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ مخالفت میں اٹھ جاتی ہیں- آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ بھی ایسی قوتیں اٹھیں گی- مگر آپ کا ثبات لاکھ دشواریوں کے باوجود غالب آجائیگا- بشرطیکہ آپ میدان نہ چھوڑ دیں- بس آپ لوگ کوشش کریں ہو سکتا ہے کہ کامیابی ہو جائے- اگر خدا نخواستہ مطلوبہ مقصد حاصل نہ ہو تو کوئی افسوس کی بات نہیں ہے- جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے-

صبح کے خط میں اس خانقاہ چشتیہ کے تصوراتی خدوخال کا ذکر کر چکا ہوں- میرے نزدیک اس ادارہ کی صورت کچھ اس طرح ہے اور اسکے حصے یوں ہیں-

۱- جماعت خانہ اور محفل سماع کا مرکز-

۲- رہائشی مکان برائے سجادہ نشین-

۳- مسجد اور کنواں

۴- زائرین کے لئے مکانات (زنانہ اور مردانہ)

۵- کتب خانہ

۶- شعبہ نشر و اشاعت

۷- دواخانہ تجارتی اور اسکی آمد سے فری دواخانہ غرباء کیلئے

۸- ملازمین کے مکانات-

Marfat.com

۹- صنعتی ادارہ اور اسکے ماتحت دوسرے ذیلی ادارے مختلف مقامات پر جو اس ادارے کے مالی شعبہ کو مدد دے سکی-

۱۰- دارالعلوم اور سکول-

ان سب چیزوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے- زمین حاصل کی جائے ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا آدمی آپ کی تلاش سے مل جائے جو ان مقاصد کے لئے زمین فری دیدے یہ ادارہ ہمیشہ کے لئے وقف ہوگا- اسکی ایک کارکن مجلس ہوگی- میری زندگی تک اسکی اعلیٰ نگرانی صرف میری ہوگی اور آپ سب لوگ اس کے کارندہ ہوں گے-

جب یہ ادارہ مالی حیثیت سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے- تو ہر ایک کارکن کو اس ادارہ کے حصص بنا کر اس میں شریک کر لیا جائے اور صنعتی ادارے کی مقبولیت اور مزید تقویت کے لئے صرف صنعتی حصہ کو اجتماعی ادارہ بنا دیا جائے- تاکہ تمام حضرات کو ادارہ کے علاوہ اسکے حصہ کا منافع بھی مل جایا کرے- اسی طرح دنیاوی فائدہ بھی یہ لوگ اٹھا سکیں-

میرے خیال میں ایک طبی شعبہ بھی رکھا جائے- جہاں سے لوگوں کو طبی علاج کی سہولتیں فراہم کی جائیں- خانقاہ کے شفاخانہ کے ماتحت ایک تجارتی دواخانہ (میڈیکل اسٹور) بھی قائم کیا جا سکتا ہے- اگر ان تمام چیزوں کے لئے یکجائی جگہ نہ مل سکے تو خانقاہ، مسجد، جماعت خانہ اور زائرین کے لئے ایک جگہ ہو جائے اور دوسرے امور کے لئے دوسری جگہ ہو جائے- ادارہ کا خود کفیل ہونا ضروری ہے- تجارتی ادارے اس مقصد کے پیش نظر رکھے گئے ہیں- آگے چل کر رفاہ عام کے اور کام مثلاً نادار لوگوں کا مفت علاج، یتیم لڑکیوں کی شادی اور تعلیم کا انتظام، یتیم لڑکوں کی کفالت بے سہارا لوگوں کے لئے لنگر خانہ بے روزگار لوگوں کے لئے اپنے اداروں میں روزگار فراہم کرنا وغیرہ- وغیرہ کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے-

غریب لوگ جو باہر سے آئیں، ان کے قیام کے لئے ایک سرائے بھی بنائی جا سکتی ہے اور ایسے ہی دوسرے ادارے آہستہ آہستہ بناتے چلے جائیں- یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے وسیع اور بڑے اداروں کے لئے روپیہ کہاں سے آئیگا؟ میرا مطلب یہ ہے کہ زمین مل جائے- تو خانقاہ قائم کریں- پھر اپنے وسائل کام میں لائیں اور امداد باہمی کے طور پر ادارے وجود میں لائیں اور اسطرح کام آگے بڑھائیں- پھر دوسرے وسائل بھی پیدا ہو سکتے ہیں- سب کو دعا پہنچے-

حضرت شاہ صاحب کے اس خط کیبعد حصول اراضی برائے خانقاہ چشتیہ سید اکرام حسین سیکری کی کوشش شروع ہوئی- نواب صاحب مرحوم کے پرانے "دفتر تعریفات" کی مسجد ویران پڑی تھی- اسکے ساتھ، آٹھ، دس مرلے کا خالی پلاٹ پڑا تھا- ولی عہد صاحب امیر آف بہاول پور نے وہ پلاٹ برائے دارالعلوم دینا منظور کیا- ہم سب اہل سلسلہ یہ چاہتے تھے کہ دارالعلوم چشتیہ اور خانقاہ چشتیہ کی عمارات اس

Marfat.com

جگہ تعمیر ہو جائیں، جس نے یہ ویران مسجد آباد ہو جائے۔ کیونکہ مسجد شریف بہت خوبصورت بنی ہوئی تھی اور حضرت پیر و مرشد کا تقاضا بھی یہی تھا کہ یہ مسجد جلد آباد ہو جائے۔ ۱۹۶۸ء کے موسم سرما میں تشریف لائے تو آپ نے اس مسجد کو دیکھ کر بہت افسوس کیا اور کہا کہ ہم جتنے دن یہاں رہیں گے اسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں گے۔ جب حضرت شاہ صاحب یہاں سے حیدر آباد سندھ تشریف لے گئے تو وہاں سے کئی خطوط لکھے جن میں اس ویران مسجد کی آبادی کے لئے یاد دہانی فرماتے رہے۔ حضرت شاہ صاحب کا ایک مکتوب راقم کے نام درج ذیل ہے۔

از لطیف آباد

۳۰ نومبر ۱۹۶۸ء

محب مکرم، عزیز محترم، رفیق معظم جناب حکیم محمد حسین صاحب بدر چشتی

السلام علیکم:

مزاج شریف!

وہ غیر آباد مسجد جس میں ہم سب نے نماز ادا کی تھی۔ اب اس کا کیا حال ہے۔ اس کو آباد رکھیں اور سب مل کر اس میں پانی اور روشنی کا انتظام کریں شہر کی دوسری مسجدوں کو آباد رکھنا وہاں کے لوگوں کا فرض ہے۔

دعاگو

سید اکرام حسین سیکری

کچھ مخالف لوگوں نے، جن کے عقائد صوفیاء کرام، اہلسنت سے مختلف تھے، منافقت کر کے سلسلہ کی ترقی کو روکنے کی کوشش کی انہوں نے ولی عہد امیر آف بہاول پور کو غلط تاثر دیکر اراضی مذکورہ کے مسئلہ کو الجھا کر رکھ دیا۔ انہیں دنوں میرے ہمسایہ اور حضرت شاہ اکرام حسین سیکری مدظلہ العالی کے مرید جناب محمد منیر صاحب، یہ سب حالات دیکھ کر شام کو میرے پاس تشریف لے آئے اور کہنے لگے کہ دارالعلوم اور خانقاہ چشتیہ کے لئے اگر اراضی کی ضرورت ہے تو حضرت شاہ صاحب کے لئے میں اپنی اراضی پیش کرتا ہوں۔ یہ امر میرے لئے باعث مسرت تھا۔ میں نے بھائی محمد منیر سے کہا کہ یہ تو بہت بہتر ہے۔ کیونکہ سلسلہ کے دشمن اس میں مداخلت نہیں کر سکیں گے۔ اسکے بعد میں نے حضرت شاہ صاحب کو ایک خط کے ذریعے اطلاع دی، جس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب نے خوشنودی، کا اظہار فرمایا۔ یہ ٹکڑا اراضی برادرم محمد منیر کی والدہ صاحبہ کے حق المہر کا تھا۔ ان کی والدہ محترمہ نے خوشی سے ایک کنال سے زائد زمین خانقاہ کے لئے رجسٹری کرا دی۔ جس وقت منافقین کو علم ہوا تو انہوں نے امیر

آف بہاول پور کے عملے کو کہا کہ یہ اراضی امیر آف بہاول پور کی ہے تو انہوں نے مداخلت کی، جب ان کو اراضی مذکور کا رجسٹری پٹہ دکھایا، تو انہوں نے اپنا اعتراض ختم کر دیا- اسکے ساتھ ہی اللہ بچایا ڈرائیور امیر آف بہاول پور کی بھی ایک کنال کے قریب زر خرید اراضی تھی- اس نے بھی دارالعلوم و خانقاہ چشتیہ کے لئے رجسٹری کرادی- اللہ بچایا کے ساتھ، امیر آف بہاول پور کی تھوڑی سی اراضی تھی- ولی عہد صاحب امیر آف بہاولپور اور جناب شہزادہ سعید الرشید محمود عباسی نے یہ اراضی خانقاہ شریف کے لئے وقف کر دی- جسے حضرت شاہ صاحب مخدومی و مرشدی نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ اچھے کام کی مخالفت میں شیطانی اور باطل قوتیں بھی صف آرا ہو جاتی ہیں- اسلئے صبر سے کام لینا، اللہ تبارک و تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا حامی و ناصر ہے- جس وقت خانقاہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا، تو باطل قوتیں میدان میں آگئیں- لیکن حضرت شاہ صاحب کی دعائیں اور اہل سلسلہ کا تعاون شامل حال رہا- جس سے خانقاہ چشتیہ کے دارالعلوم و مسجد خریف کی تعمیر کا کام کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے- اس نیک کام کی تکمیل کے لئے اہل سلسلہ کے علاوہ دین دوست احباب نے بھی دل کھول کر حصہ لیا- جس سے یہ برسوں کا کام مہینوں میں تکمیل پانے لگا- اس سلسلہ میں جناب شہزادہ سعید الرشید محمود عباسی، جناب پرنس صلاح الدین عباسی، جناب اللہ بچایا ڈرائیور، جناب محمد منیر اور ان کی والدہ محترمہ شفیعہ بی بی، حکیم محمد افتخار حسین، اظہر چشتی، حکیم محمد امتیاز حسن چشتی، جناب ٹھیکیدار احمد بخش صاحب بھٹی، جناب ٹھیکیدار عطاء محمد صاحب بھٹی، جناب منشی عبدالمالک صاحب، جناب نمبردار و کونسلر عبدالحمید صاحب، جناب عبدالمجید جمشید صاحب، جناب ماسٹر ملک محمد اختر صاحب، جناب عبدالقادر چغتائی صاحب ایڈوکیٹ، جناب محمد اسلم رائے صاحب ایڈوکیٹ، جناب چوہدری محمد بوٹا صاحب، جناب حافظ محمد انور صاحب ایم-اے-اسلامیات، ایم-اے-ایل-ایل-بی جناب حاوی عبدالرشید صاحب، جناب بشیر احمد راہی صاحب، جناب ڈاکٹر خالد اقبال صاحب سیکرٹری الصراط ٹرسٹ پاکستان احمد پور شرقیہ، ٹھیکیدار حاوی گل محمد چغتائی صاحب، ملک بشیر احمد صاحب، عبدالخالق چغتائی صاحب ٹھیکیدار حاجی غلام قادر، کیپٹن سید ابوعبداللہ شوکت صاحب اے-ڈی-سی، جناب حافظ روشن دین صاحب، جناب جاوید ایاز خان صاحب، جناب کیپٹن صاحبزادہ میاں محمد انور عباسی صاحب، جناب حاجی ملک محمد یار چھل صاحب، جناب محمد ممتاز جاوید صاحب، چوہدری فقیر محمد صاحب، عبدالرحمان ولد قادر بخش صاحب، جناب عطا محمد مہر صاحب اور حکیم محمد ممتاز حسین چشتی نے دامے درمے سخنے ادارہ کی تعمیر میں حصہ لیا- ان کے علاوہ ہم ان تمام احباب کے بھی مشکور ہیں، جنہوں نے اس دینی ادارے کی تعمیر و ترقی کے لئے امداد فرمائی-

شرپسند عناصر نے جب اپنے باطل منصوبوں کو خاک میں ملتے دیکھا تو انہوں نے ۸ نومبر ۱۹۸۳ء کو سول جج احمد پور شرقیہ جناب غلام سرور قادری کی عدالت میں استقرار حق اور حکم امتناعی کا مقدمہ دائر کرا دیا- جناب فاضل جج نے ۲۰ دسمبر ۱۹۸۳ء کو طرفین کے وکلاء کی بحث کے بعد مورخہ ۸ جنوری ۱۹۸۴ء کو عدم ثبوت کے باعث مقدمہ خارج کر دیا- اسکے بعد انہوں نے ڈسٹرکٹ سیشن جج بہاول پور کی عدالت

Marfat.com

عالیہ میں ۲۳ جنوری ۱۹۸۴ء کو مقدمہ دائر کیا۔ جو ۱۹ مئی ۱۹۸۴ء کو عدم ثبوت اور بد نیتی کی بناء پر خارج کر دیا گیا۔ فاضل سیشن جج نے عدم ثبوت اور مدعی کی نیت پر شک وشبہ کا اظہار اپنے فیصلے میں تحریر کیا ہے۔

تصانیف:

جناب ڈاکٹر وفا راشدی صاحب جنرل سیکرٹری دائرہ ادب پاکستان، کراچی یوں رقمطراز ہیں۔
"صوفیائے کرام اور علمائے دین کے سوانح اور تذکرے، احوال خدمات وکرامات، قوم وملک کے اخلاق وکردار کی تشکیل ماحول ومعاشرے کی اصلاح وتطہیر اور ذہنی وروحانی تربیت میں روشنی کا کام دیتے ہیں۔ ان اہم مقاصد کے تحت شاہ صاحب نے متعدد کتابیں بھی لکھیں، رسالے بھی جاری کئے ۱۹۵۲ء میں ایک صوفی ماہنامہ "مسیر المشائخ" (میرپور خاص) کا اجراء عمل میں آیا، لیکن اس کے صرف چند شمارے منظر عام پر آسکے۔ حکیم شاہ اکرام حسین سیکری کی تصنیفات وتالیفات کی تعداد ستر تک پہنچتی ہے۔ یہ سب اسلامی تاریخ وتصوف، سیرت وسوانح، ادب وثقافت، طب وحکمت اور مکتوبات ومخطوطات کے متعلق ہیں۔
حکیم شاہ اکرام حسین سیکری ایک صاحب دل اور صاحب نظر شاعر بھی ہیں۔ ادیب بھی، عالم بھی اور محقق بھی ہیں ہر حیثیت میں انکا رتبہ بلند ہے۔ سادگی وصفائی جز وایمان ہے۔ ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو، تحریروں میں پھولوں کی رعنائی وتازگی، جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ اخلاص اور عشق کے تاثرے بھرپور ہوتا ہے۔ ان کے متعدد علمی وتحقیقی مضامین معیاری رسائل وجرائد کی زینت بن چکے ہیں۔ ان میں ماھانہ الولی حیدرآباد سندھ بڑی اہمیت رکھتا ہے، سادہ اور سلیس زبان میں اہم سے اہم موضوع پر اس اندازسے لکھنا کہ دل میں اتر جائے ان کی طرز نگارش اور اسلوب بیان

اب ذیل میں سیرت وسوانح سے متعلق حضرت شاہ اکرام حسین کی چند تصانیف کی ایک مختصر فہرست شائع کی جارہی ہے

۱۔ سیرت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مطبوعہ اجمل پریس بمبئی ۱۹۳۶ء
۲۔ سید الشہدا ناشر ساجد علی حسنی نار نولوی ۱۹۶۱ء
۳۔ تذکرہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ناشر ساجد علی حسنی نار نولوی ۱۹۷۰ء
۴۔ مختصر تذکرہ حضرت مسکین شاہ رحمتہ اللہ علیہ معین پریس میرپور خاص ۱۹۵۲
۵۔ مختصر تذکرہ شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ پیش لفظ جناب ڈاکٹر وفا راشدی ناشر بزم چشتیہ حیدرآباد ۱۹۶۳ء
۶۔ گلزار مناقب ناشر ادارہ بزم چشتیہ حیدرآباد ۱۹۶۸ء

۷- گنج دانائی ناشر ادارہ بزم چشتیہ لطیف آباد ۱۹۶۸ء
۸- تذکرہ شاہ شمشاد حسین سیکری مکتبہ چشتیہ لطیف آباد ۱۹۷۷ء
۹- حالات ملاّ الٰہی بخش آمیری مکتبہ چشتیہ لطیف آباد ۱۹۷۷ء
۱۰- تذکرہ بزرگان راجستھان غیر مطبوعہ ۱۱- گلہائے عقیدت مطبوعہ ۱۹۸۲ء

سیرت و سوانح کے علاوہ آپ نے طبی کتب بھی تصنیف فرمائی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱- بیاض اکرام	مطبوعہ حید آباد
۲- چشمۂ صحت	ناشر ادارہ تحقیقات طبیہ ڈیرہ نوابصاحب بہاولپور
۳- صحیفۂ حکمت	ناشر ادارہ تحقیقات طبیہ ڈیرہ نوابصاحب بہاول پور
۴- اولیاء اللہ کا طبی فیضان	مطبوعہ حیدر آباد
۵- بیاض اکبر	

ان تذکروں اور اصحاب تذکرہ کی سیرت و سوانح کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ سیکر شریف (راجستھان انڈیا) میں عرفان وہدایت کا جو پہلا مرکز قائم ہوا۔ وہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ عالیہ ہے۔ پاکستان میں یہ سرچشمۂ رشد وہدایت جس ذات گرامی کی بدولت جاری و ساری ہے۔ وہ حضرت شاہ اکرام حسین سیکری کی ذات و شخصیت ہے۔

اولاد:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے۔ پہلے فرزند کا نام سید عباس حسین تھا۔ ۱۹۴۰ء بمطابق ۱۳۵۹ھ میں پیدا ہوئے، جو تین دن زندہ رہ کر انتقال فرما گئے۔

دوسرے فرزند جناب سید انصار حسین شاہ صاحب رضوی ہیں۔ جو مورخہ ۲۰، ستمبر ۱۹۴۴ء بمطابق یک شوال ۱۳۶۳ھ بعد نماز عید بمقام بادل پیدا ہوئے۔

آپ نے قومی طبی کونسل حکومت پاکستان اسلام آباد سے فاضل الطب والجراحت کا امتحان پاس کر کے رجسٹریشن حاصل کر لی ہے۔ اور والد محترم حضرت شاہ اکرام حسین سیکری مدظلہ العالی کے مطب میں قائمقام کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے ہیں۔ آپ اپنے عظیم باپ کے صحیح جانشین ہیں

مطب:

جناب ڈاکٹر وفا راشدی صاحب تحریر فرماتے ہیں، کہ "طب و حکمت شاہ اکرام حسین مدظلہ العالیٰ کا آبائی پیشہ رہا ہے۔ پیری مریدی کے خاندانی سلسلے کے باعث گھر پر تصوف و معرفت، شریعت و حقیقت کی فضا موجود تھی۔ ساتھ ہی آباؤ اجداد کے طب و حکمت سے قدیم تعلق کی وجہ سے انہیں شروع

Marfat.com

سے طب سے شغف رہا ہے۔

اجمل طبیہ کالج راولپنڈی سے کامل طب و جراحت کی سند عطا ہوئی حکومت پاکستان سے درجہ اول میں رجسٹرڈ ہوئے۔ پاکستان سے قبل اپنے آبائی مکان واقع سیکر شریف میں اپنے ذاتی مطب، "رہنمائے صحت دواخانہ" میں پریکٹس شروع کی۔ ۱۹۴۷ء میں تخلیق پاکستان کے بعد سندھ ہی ہجرت کی، جب سے اب تک "راہنمائے صحت دواخانہ" کھائی روڈ حیدر آباد سے بے شمار دکھی انسانوں اور مریضوں کے علاج معالجہ اور جسمانی و روحانی صحت و شفا کی آماجگاہ ہے۔

فن شاعری:

جناب ڈاکٹر وفا راشدی لکھتے ہیں۔ کہ حضرت شاہ اکرام حسین سیکری کی شاعری کی ابتداء نعت گوئی سے ہوئی۔ غزلیں بھی کہتے ہیں۔ طبیعت کا خاص رجحان حمد و نعت، منقبت، قصیدہ اور سلام وغیرہ جیسی اسلامی اصناف کی طرف زیادہ پایا جاتا ہے۔ ان کی تربیت، ان کے ماحول، ان کی طبیعت اور پاکیزہ زندگی کا یہی تقاضا ہے۔ تاریخ گوئی ان کا سب سے محبوب مشغلہ ہے، تاریخ گوئی کے فن میں انہیں ید طولیٰ حاصل ہے۔ تاریخ گوئی ایک مشکل فن ہے۔ شاید اسی لئے یہ فن بہت کم شعراء کی دسترس میں ہوتا ہے۔ لیکن شاہ صاحب کا یہ فن نکتہ عروج و کمال کو چھوتا ہے۔ انہوں نے اپنے عزیز و اقارب، اکابر و احباب کے علاج اسلامی اور تاریخی ہستیوں کے مختلف واقعات تقریبات و سانحات کے موقعوں پر بے شمار قطعات تاریخ کہے ہیں مشکل سے مشکل الفاظ کی ترتیب و تدوین سے نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ نظر افروز اور دل نشین مادہ ہائے تاریخ نکالے ہیں۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ سندھ میں شاہ اکرام جیسے ماہر تاریخ گو کے دم سے تاریخ گوئی کا قدیم فن نہ صرف زندہ و تابندہ ہے۔ بلکہ رُو بہ ترقی ہے۔ ان کا یہ کمال بھی قابل ذکر ہے کہ انہوں نے ایک ضخیم کتاب پانچ سو صفحات پر مشتمل "الفاظ و اعداد" کے نام سے مرتب کی ہے۔ جس میں چالیس (۴۰) ہزار الفاظ اور اس کے اعداد ترتیب وار ایک سے لیکر تیس (۳۰) ہزار تک لکھے گئے ہیں۔ اگر یہ کتاب شائع ہو جائے تو فن تاریخ گوئی کی ایک اہم یادگار کتاب ثابت ہوگی۔

پاکستان میں آمد:

تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ تو ہندو اور سکھوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ اور مسلمانوں کا ہندوستان میں رہنا ناممکن ہوگیا۔ تو آپ، ہندوستان سے ہجرت فرما کر مورخہ ۲۹، دسمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان میں حیدر آباد پہنچے اور جنوری ۱۹۴۸ء میں محلہ پنجرہ پول حیدر آباد میں دواخانہ رہنمائے صحت قائم کیا۔

Marfat.com

راقم نے آپ (حضرت مخدوم سید اکرام حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی) سے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں "ریاست سیکر" راجپوتانہ میں ریاستی مسلم لیگ کی سرگرمیوں سے متعلق لپنے ایک مراسلہ میں استفسار کیا۔ تو آپ نے لپنے ایک مکتوب کے ذریعے مسلم لیگ کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی جو درج ذیل ہے۔

"مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان کشمکش تو ایک مدت سے جاری تھی۔ غالباً ۱۹۴۰ء کے ساتھ ہی اس کشمکش میں یکایک تیزی پیدا ہو گئی تھی۔ کانگریس کے پلیٹ فارم سے متحدہ قومیت کا پر فریب پرچار بڑے زور شور سے ہونے لگا۔ اور مسلم لیگ کا دو قومی نظریہ بھی اسی رفتار سے بڑھتا چلا گیا۔ پورا برصغیر ان دنوں نظریات کی شدت اور اہمیت سے گونج اٹھا۔ قرار داد پاکستان سے بہت پہلے تک کانگریس کا پلیٹ فارم ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کا مشترک پلیٹ فارم تھا۔ اور دونوں قومیں بڑی شدت کے ساتھ متحدہ قومیت کی پرچارک بنی ہوئی تھیں۔ اس تاریک ماحول میں جو سب کو تیزی سے بہائے لئے جا رہا تھا۔ سب سے پہلی آواز جو اٹھی وہ مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ بریلوی کی آواز تھی۔ انہوں نے کہا کہ مسلمان ہر اعتبار سے ایک الگ قوم ہیں۔ مسلمان قوم کو ایک الگ قوم کی حثیت سے آزاد ملک کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ اسی لحاظ سے مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دو قومی نظریہ کا حقیقی بانی تصور کیا جاتا ہے۔ وہ زمانہ تھا جب قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ جیسی مدبر ہستی بھی متحدہ قومیت کے چکر میں پھنسی ہوئی تھی۔ بلکہ پورے ملک کے مسلمان لیڈر اور بعض علماء صاحبان کا یہی موقف تھا یہاں تک کہ ہندوؤں کی تنگ نظری اور برتری کے غرور نے یکایک حالات کا رخ پلٹ دیا۔ مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت نے مسلم لیگ کی راہنمائی میں اور قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی سربراہی میں دو قومی نظریہ کو اپنایا جیسے ہی یہ نظریہ سامنے آیا۔ اور ایک بڑی مسلمان اکثریت کانگریس سے الگ ہو کر مسلم لیگ کے جھنڈے کے تلے جمع ہوئی تو کانگریس کے ہندو اور مسلمان چیلوں نے ہر محاذ پر اس کی زبردست مخالفت شروع کر دی۔ دنیا میں ہمیشہ ہر ایک نظریہ کے ساتھ یہی ہوتا رہا ہے۔ کہ جس کی مخالفت زیادہ ہو گی اس کی کامیابی قریب آتی چلی جائیگی۔ چنانچہ مسلم لیگ کے دو (۲) قومی نظریہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس دور کے اخبارات اور رسائل دونوں نظریات کے حامل لیڈروں کے بیانات اور مضامین سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے جب دو قومی نظریہ کو اپنا کر پاکستان کی صورت میں آزادی چاہی تو کانگریس کے تمام ذرائع ابلاغ شدید مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جو کچھ وہ کر سکتے تھے اس سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ کانگریسی مسلمان زعماء اور علما نے یہ حال دیکھ کر بھی اپنی روش تبدیل نہیں کی بلکہ کانگریس کے موقف کی بڑی شدت سے تائید کرنا اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔ اس پر آشوب عہد میں مسلم لیگ کو حقیقی قوت مسلم لیگی علما اور مشائخ کرام سے حاصل ہوئی، پورے ملک کے علماء اور مشائخ دو قومی نظریہ کے زبردست حامی بن گئے اور انہوں نے لپنے لپنے حلقہ اثر میں تحریر اور تقریر سے زبردست لہر دوڑا دی یہاں تک کہ یہ کشمکش پورے شباب پر آ گئی۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے لیڈروں

Marfat.com

اور ورکروں نے پورے ملک میں دورے شروع کر دیئے یہی زمانہ تھا - جب کانگریس کے مشہور لیڈر مسٹر اچاریہ کرپلانی بھی سیکر میں آئے تھے - اور مسلم لیگ کی طرف سے مولانا مظہر الدین دھلوی ایڈیٹر "الامان" دھلی بھی آئے نیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلباء لیڈر بھی سیکر آتے تھے مولانا مظہر الدین اور طلباء لیڈروں کی پر جوش تقریروں نے اس علاقے کی مسلمان اکثریت کو مسلم لیگ کا حامی بنا دیا-

سیکر میں کانگریس کے ایک مشہور لیڈر مسٹر جمنا لال بجاج بھی رہا کرتے تھے - جو کانگریس کے مشہور لیڈر تھے - اور مسٹر گاندھی کے قریبی حلقوں سے تعلق رکھتے تھے - سیکر بہر حال ایک ہندو ریاست تھی اور ہندوؤں کا قلبی لگاؤ بہر حال کانگریس کی طرف تھا

یہ عجیب دور تھا - مسلمان پر امید بھی تھے - کہ اگر پاکستان بن گیا تو اپنی بے کسی اور بے بسی کے بیشمار مسائل حل ہو جائیں گے - اور مایوس بھی تھے کہ اگر پاکستان نہ بنا تو آنیوالے خطرات سے گلو خلاصی ممکن نہ ہو گی اور پوری ہندو قوم جس کی اکثریت ہے سے دشمنی مول لیکر ہم کہیں کے نہ رہیں گے - حالات بہت سنگین تھے - حکومت انگریز کے پاس تھی - جودل سے کانگریس کے ساتھ تھا - مال و دولت، افرادی قوت، اثر و رسوخ ہندو کے پاس تھے تمام ذرائع ابلاغ پر ان کا قبضہ تھا ایسے تاریک ماحول میں پاکستان سازی کا ارادہ کرنا بڑی ہمت کا کام تھا-

اجمیر مسلم لیگ کے ایک ورکر مولانا اشرف علی فاضلی جے پور نے راقم کو قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے اپنی ایک ملاقات کا حال سنایا - انہوں نے کہا میں اجمیر مسلم لیگ کی طرف سے چند ضروری امور سے قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو آگاہ کرنے بمبئی گیا - ٹائم ملاقات کے لئے رات کو تین (۳) بجے ملا جب میں ان کے پاس گیا تو وہ اپنے دفتر میں کام کر رہے تھے - میں نے ضروری امور پیش کرنے کے بعد ان سے عرض کیا-

"آپ اس عمر میں اتنی رات گئے تک کام کرتے ہیں اپنی صحت کا خیال کیجئے قوم کو آپ کی بڑی ضرورت ہے تو قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ مسکرائے اور کہا-

"ہندو قوم جاگ رہی ہے اور ان کے لیڈر سو رہے ہیں مسلمان قوم سو رہی ہے اور ان کا لیڈر جاگ رہا ہے"

قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اس وقت کی سیاسی حالت پر بالکل صادق آتا ہے یہی حال تھا، مسلمان قوم میں بیداری کی حالت ۱۹۴۰ء کے بعد پیدا ہوئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بڑھتی چلی گئی-

آج کی نئی نسل پاکستان کی تاریخ سے بالکل بے خبر ہے ضرورت ہے کہ اس تاریخ کو اپنے تمام عوامل کے ساتھ جلد از جلد مکمل کیا جائے ورنہ پاکستان کا قیام نئی نسل کی نظر میں ایک فضول حرکت بن کر رہ جائے گا-

پاکستان کے ہمدرد اہل قلم حضرات اس طرف فوری اور مکمل توجہ کریں ورنہ حالات خراب ہوتے چلے جائیں گے - بلکہ بڑی حد تک خراب ہو چکے ہیں - آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ ۱۹۴۰ء میں قائم ہوئی

Marfat.com

نواب بہادر یار جنگ اس کے صدر ہوئے جو شعلہ بیان مقرر اور مسلم لیگ کے عظیم لیڈر تھے ہندوستان کی ریاستوں میں اس کی شاخیں کھولی گئیں سیکر بھی ان ہی ریاستوں میں شامل تھا- نواب صاحب مرحوم نے بڑی خوبی سے یہ کام انجام دیا- مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کو ایسی عمدگی سے لوگوں کے ذہن نشین کرایا- کہ مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت نے ان کی آواز پر لبیک کہا- نوب صاحب خود راجستھان کے رہنے والے تھے - جے پور شہر کے قریب پٹھانوں کی بارہ بستی ان کا وطن تھا- وہ ریاست حیدر آباد دکن میں بڑے جاگیر دار تھے- اور اس سبب سے زیادہ تر وہاں ہی رہا کرتے تھے - ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو قومی اسمبلی اور ۷ جنوری ۱۹۴۶ء کو صوبائی آخری الیکشن پورے ملک میں ہوا- ریاستوں میں بھی الیکشن لڑا گیا- سیکر میں الیکشن کے اعلان کے ساتھ ہی کانگریس اور مسلم لیگ کے ورکروں کے درمیان گھما گھمی پیدا ہو گئی - اور دونوں محاذوں پر بڑی شدت سے زور آزمائی شروع ہو گئی - بڑے بڑے جلسے جا بجا ہونے لگے کانگریس لیڈر بڑے ذوق اور شوق سے میدان عمل میں اترے تھے - سیکر مسلم لیگ کے صدر مستری عبدالکریم صاحب تھے جو سنگھانہ کے رہنے والے تھے- سیکر میں تجارت کرتے تھے انہوں نے مسلم لیگ کی نمائندگی بڑی خوبی کے ساتھ کی- سیکر کے پر جوش مسلم لیگی نوجوانوں اور عام مسلم اکثریت خلوص کے ساتھ ان کے ساتھ تھی اس عہد میں پورا ملک مسلم لیگ اور کانگریس کے کارکنوں کے نعروں سے گونج رہا تھا مسلم لیگ والے عموماً ایسے نعرے لگاتے تھے

۱- پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ

۲- لے کے رہینگے پاکستان بٹ کے رہے گا ہندوستان-

۳- مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ- وغیرہ وغیرہ

حضرت والد صاحب قبلہ (حکیم سید سجاد حسین شاہ صاحب) رحمتہ اللہ علیہ مسلم لیگ کے پر زور حامی تھے - انہوں نے اپنے مریدین کو خصوصی طور پر مسلم لیگ کو ووٹ دینے کی سخت ہدایت کی اور تمام مسلمانوں سے پر زور اپیل کی کہ وہ ہر حال میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں اس سلسلہ میں کسی بڑی رکاوٹ کی مطلق پرواہ نہ کریں - انہوں نے سیکر کے علاوہ دوسرے مقامات پر جہاں جہاں سلسلے کے لوگ تھے ان کو زبانی ہدایات بھیجیں اور خطوط لکھے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب کرانے کی بھرپور کوشش کریں- سیکر میں مسلم لیگ لیگ کے پلیٹ فارم پر صوبائی الیکشن لڑنے کے لئے جے پور کے مشہور مسلم لیگی لیڈر شاہ علیم الدین ایڈوکیٹ کھڑے ہوئے تھے - اور سیکر میں کانگریس نے اپنے پلیٹ فارم سے ایک سیکر کے مسلمان نظیر احمد نامی کو کھڑا کیا تھا- یہ شخص نہ تو کانگریس کا کبھی لیڈر تھا - نہ کوئی مقتدر مسلمان تھا نہ کسی بھی اعتبار سے اس کی کوئی شہرت تھی- کانگریس نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے اس شخص کو اپنے پلیٹ فارم سے کھڑا کر دیا تھا- الیکشن والے روز دونوں محاذوں پر بڑا سخت مقابلہ ہوا ریاست کی پوری سرکاری مشینری، ہندو کا مال و دولت اور اثر و رسوخ کانگریس کے ساتھ تھا- بہت سے کانگریسی مسلمان جو ہندوؤں کے زیر اثر تھے - یا جن پر

حکومت کا دباؤ تھا- انہوں نے کانگریسی امیدوار کو کامیاب کرانے میں کھل کر حصہ لیا- اور وہ مسلمان جن کے دل میں اسلام کا درد کا تھا جو مسلمانوں کی برتری کے طالب تھے- اور مسلم لیگ میں شامل تھے انہوں نے اپنے تن من اور دھن سے پورے خلوص اور نہایت ذوق و شوق سے مسلم لیگ کے نمائیندہ کو کامیاب کرانیکی انتہائی کوشش جاری رکھی اس روز سیکر کے مسلم لیگیوں کا جوش و خروش، ایثار اور قربانی دیکھنے کے لائق تھی- کلیان جی کے مندر کے سامنے والے میدان میں الیکشن ہوا تھا تھوڑی دیر کے لئے وہاں کا منظر دیکھنے کے لئے قبلہ والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور یہ راقم بھی گیا تھا-

خلفاء کرام

آپ کی نگاہ کرم سے ہزاروں افراد مستفیض ہو رہے ہیں- بڑے بڑے عالم اور صاحب دانش آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے لیکن جن حضرات کو آپنے خلعت خلافت سے نوازا ان کے اسماء گرامی اور حالات زندگی درج ذیل ہیں-

حضرت خیرے شاہ صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ
حضرت حاجی محمد یامین صاحب ایم-اے ایل ایل بی علیگ
حکیم محمد حسین بدر چشتی علیگ (راقم الحروف)
حضرت سید امراؤ علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ
حضرت مولانا عبدالمالک صاحب
حضرت شیخ فضل اللہ الحائری
حضرت سید محمد علی شاہ صاحب
حضرت سید مشتاق علی صاحب
حضرت سید صوفی مشتاق احمد صاحب فرخ آبادی رحمتہ اللہ علیہ
حضرت علامہ قاضی محمد عبدالغنی صاحب رحمتہ اللہ علیہ
حضرت محمد شریف صاحب
حضرت، ماسٹر محمد اسلم صاحب ایم-اے
حضرت الحاج صوفی محمد عبدالشکور صاحب زاویہ چشتیہ کراچی
حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی

حضرت خیرے شاہ صاحب درویش

شہید رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت مرشدی شاہ اکرام حسین چشتی مدظلہ العالی کے عزیز ترین مریدوں میں تھے آپنے حضرت پیر و مرشد کے فیضیان کرم سے اور خصوصی توجہ سے بہت جلد منازل سلوک طے کرلی تھیں۔ حضرت مخدومی وسیدی ومولائی مرشد کریم نے آپ کوسب سے پہلے خلعت خلافت سے نوازا۔

آپ دیال پورہ (ریاست نابھہ) کے رہنے والے تھے۔ اہلبیت اطہار سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ اور حضرت سیدنا مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عاشق تھے۔ اور اسی عشق اہلبیت کے صدقہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ۱۹۴۷ء کے خونی انقلاب میں آپ کوشہادت کے مقام سے نوازا

حضرت حاجی محمد یامین خانصاحب چشتی

ایم -اے- ایل- ایل- بی علیگ

پیدائیش:

آپ کی ولادت ۲۵، جولائی ۱۹۱۹ء بمطابق ۵ ذیقعد ۱۳۳۷ھ بروز ہفتہ ۲- بجے شب قصبہ ببائی میں ہوئی

تعلیم:

آپ نے قرآن پاک کے درس حاجی مولوی محمد حسین صاحب (مرحوم) بگڑ والے اور مولوی حافظ رحمت اللہ خانصاحب جے پوری سے قصبہ ببائی میں لئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ اسکول کھتیڑی میں حاصل کی۔ دینی تعلیم کے بعد جے سنگھ ھائی سکول کھتیڑی میں داخل ہوئے جہاں سے ۱۹۴۰ء میں انٹر میڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں ۴۳-۱۹۴۲ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں داخلہ لیا۔ جہاں سے بی- اے، ایم-اے، اور ایل-ایل-بی کے امتحانات پاس کر کے ۱۹۴۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

Marfat.com

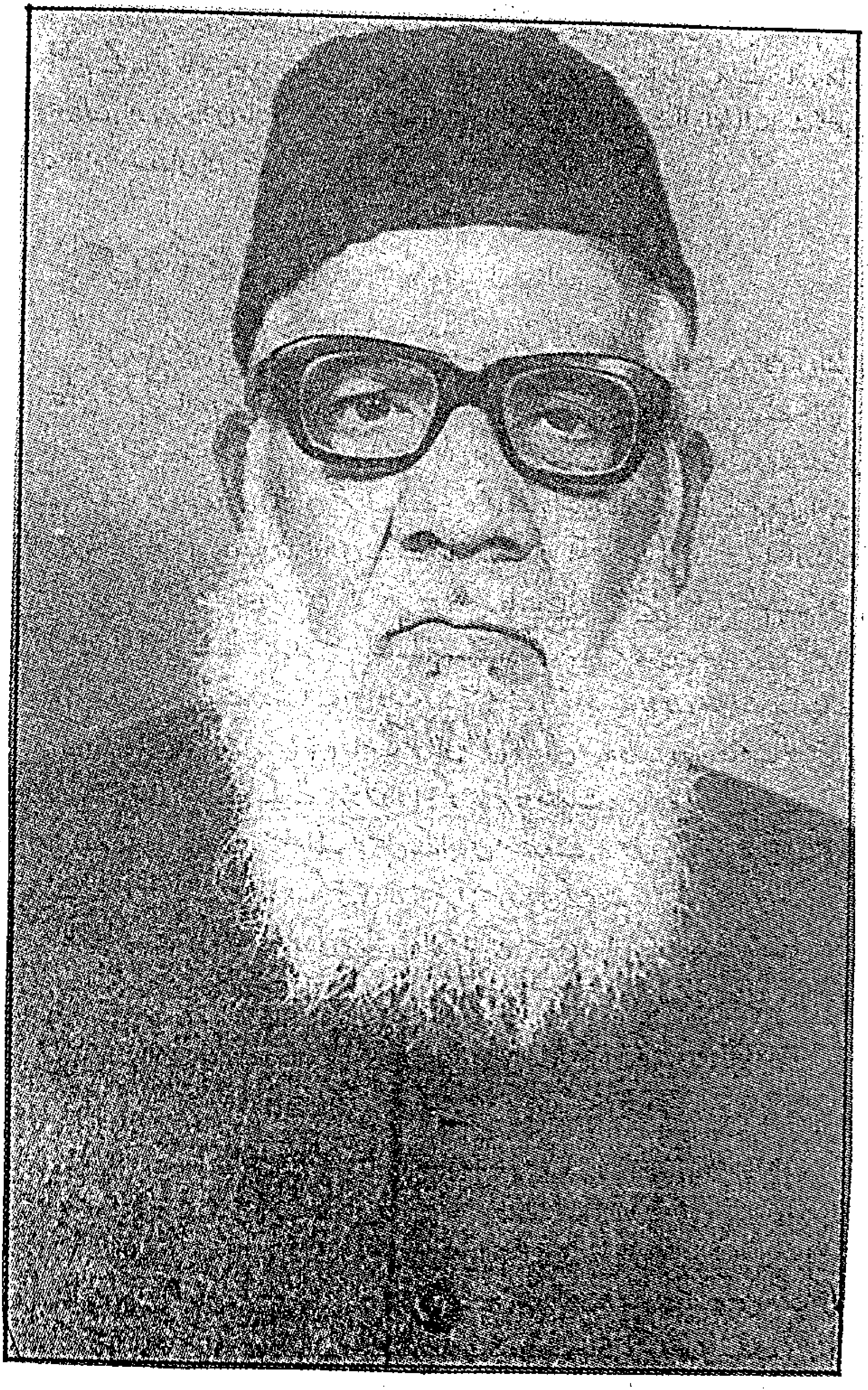

حاجی محمد یامین خان صاحب

Marfat.com

دوران تعلیم علیگڑھ میں سر سید ھال کے ہوسٹل "سر سید ویسٹ" میں قیام پذیر رہے جہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر تدریسی مشاغل میں بھی حصہ لیتے رہے - مصلاً مانیٹر برائے نماز، برائے خوراک، اور پھر ھاؤس مانیٹر بھی رہے اپنے ھائی سکول کھتیری کی جانب سے آل انڈیا اسکاؤٹ جمبوری ۱۹۳۷ء منعقدہ دہلی میں بھی شرکت کی تھی۔

سیاسی دلچسپیاں

اس زمانہ میں تحریک پاکستان زوروں پر تھی - قائد اعظم، نواب بہادر یار جنگ مرحوم آل انڈیا، سٹیٹس مسلم لیگ اور دیگر عمائدین مسلم لیگ آپ کے قیام کے دوران تشریف لاتے رہے تھے - جن کی تقاریر سے آپ بہت متاثر رہے اور تحریک میں عملی حصہ لیتے رہے - اس دوران جب کبھی یونیورسٹی سے تعطیلات میں اپنے وطن کھتیڑی تشریف لاتے - تو تحریک پاکستان کے حوالہ سے اپنے ہم خیال احباب اور اقرباء کو عملی طور پر جدو جہد آزادی کے لئے تیار کرتے - اور باالآخر آپ کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں عوام نے بھی تعاون کیا جس کے نتیجہ میں قصبہ جات بیائی اور کھتیڑی میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آگیا جس کے لئے جے پور مسلم لیگ کے صدر محترم جناب شاہ علیم الدین صاحب مرحوم مختصر وفد کے ہمراہ تشریف لائے تھے چونکہ آپ اس وقت زیر تعلیم تھے اس وجہ سے دونوں مقامات پر آپ کے بزرگان میں سے حاجی عبدالرحمن خان صاحب کو بیائی میں اور حاجی ضیاء والدین خان صاحب کو کھتیڑی میں مسلم لیگ کی صدارت کے لئے نامزد کروا دیا - گو عملاً ہر دو مقامات پر صدر کے فرائض آپ نے ہی انجام دئے - آپ نے جے پور مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ جے پور میں بھی نمائیندگی کی تھی - ہجرت سے قبل آپ نے راجہ صاحب کھتیڑی اور سینئر آفیسر دیوان کرم چند کنڈن اور بعد ازاں وزیر اعظم جے پور کی خدمت میں مختلف وفود کی قیادت کی اور مسلمان کھتیڑی و بیائی کے واقعات اور مسائل پیش کئے اور ان سے تبادلہ خیال کیا - باالآخر راجہ صاحب اور سینئر آفیسر کھتیڑی کے عدم تعاون اور در پردہ خواہش و منشاء کی وجہ سے مسلمانان بیائی و کھتیڑی کو ہجرت پر مجبور ہونا پڑا - جہاں سے قافلوں کی روانگی کی ترتیب اور سہولت بہم رسانی میں ہر طرح کی امداد میں بھرپور حصہ لیا۔

علمی و ادبی سرگرمیاں

آپ زمانہ تعلیم ہی سے علمی، ادبی، اور فلاحی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے ہیں - آپ کی انتہائی کوششوں سے کھتیڑی میں آپ کے استاد محترم جناب محمد ایوب صاحب قمر واحدی جے پوری، جو اس وقت جے سنگھ ہائی اسکول کھتیڑی میں ہیڈ مولوی کے عہدہ پر فائز تھے - کی زیر سرپرستی ایک ادارہ

دارالمطالعہ" کے نام سے قائم ہوا۔ جس کے تحت ماہانہ طرحی مشاعرے عید میلاد النبی صلی اللہ وسلم کے جلسے اور محرم پر مجالس قائم ہوتیں آپ اس دارالمطالعہ کے اعزازی جنرل سیکرٹری تھے۔

تحریک پاکستان میں حصہ

علیگڑھ میں آپ اور آپ کے بھائی محمد یسین خان یونیورسٹی میں مسلم لیگ کی تنظیم میں بھرپور دلچسپی لینے لگے۔ ۱۹۲۶ء میں جداگانہ بنیاد پر جب الیکشن ہوئے تو مسلمانوں کی سیٹوں پر کانگریس اور مسلم لیگ نے اپنے اپنے امیدوار نامزد کئے تھے مسلمانوں کا دعویٰ تھا کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائیندہ جماعت ہے۔ جب کہ کانگریس کا دعویٰ تھا کہ مسلمانوں کی اکثریت ان کے ساتھ ہے مسلم لیگ نے الیکشن میں بھرپور حصہ لیا اور یونیورسٹی کے طلباء نے اس میں بہت اہم امور انجام دیئے قائد ملت لیاقت علی خان بہ نفس نفیس علیگڑھ تشریف لائے اور قائد اعظم کا پیغام سنایا کہ طلباء اپنی تعلیم بند کر دیں اور میدان عمل میں آجائیں اب ان کی ضرورت ہے یونیورسٹی کے طلباء نے قائداعظم کے فرمان پر لبیک کہا اور میدان عمل میں کود پڑے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے نمائندوں کے حق میں ووٹ ڈالنے کی تلقین کی چنانچہ اس مقصد کے لئے یونیورسٹی میں دو تنظیمیں "مسلم لیگ" اور "مسلم سٹوڈینٹس فیڈریشن" حرکت میں آگئیں، جنہوں نے طلباء کے وفود بنا کر جگہ جگہ اپنے طور پر روانہ کر دیئے تنظیم مسلم لیگ کی قیادت مسٹر نظر عالم کر رہے تھے اور فیڈریشن کے سربراہ اے۔ بی حلیم صاحب تھے۔ آپ کے بھائی محمد یسین خان صاحب بھی ایک جماعت کے ہمراہ یو۔ پی کے ایک ضلع نگینہ جو کانگریس کا قلعہ سمجھا جاتا تھا۔

کی ایک تحصیل دھام پور میں الیکشن کے سلسلہ میں کام کرنے گئے تھے جہاں دیہاتوں میں جا بجا تقاریر کر کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے امیدواروں کے حق میں ووٹ ڈالنے کی تلقین کرتے رہے۔ پورے ضلع نگینہ میں کانگریس کے مسلح دستوں نے انہیں گاؤں میں داخل ہونے کے لئے روکنے کی کوشش کی مگر آپ اپنی حکمت عملی اور اسلامی واخلاقی جذبے کے تحت گاؤں میں داخل ہو جاتے وہاں کے مسلمانوں نے کئی مقامات پر آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی بھرپور مدد کی جنہوں نے کانگریس کے رضاکاروں کو اپنے گاؤں میں داخل نہیں ہونے دیا اس کے برعکس کانگریسی مسلم آبادی جو دیوبندی برادری سے وابستہ تھی کا رویہ سخت مخالفانہ تھا اس سفر میں کئی دفعہ آپ کو صرف چنے کھا کھا کر پورا دن گزارنا پڑتا، بہر حال مسلم یونیورسٹی کے طلباء کی کوششوں سے مسلم لیگ کا امیدوار کامیاب ہوا۔

اس سے ظاہر ہے کہ الیکشن مہم میں دیوبند کے طلباء نے مسلم لیگ کے کارکنوں اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے طلباء کا مقابلہ کیا۔ الیکشن میں کامیابی پر قائداعظم بہت خوش ہوئے، ان کا موقف کہ مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائیندہ جماعت ہے، صحیح تسلیم کر لیا گیا۔ اسی بنا پر انگریزوں کو بھی

یقین دلایا گیا - کہ مسلم لیگ کے پاکستان کے مطالبے کو تسلیم کیا جاوے یہی الیکشن صحیح معنوں میں پاکستان کا سنگ میل میں ثابت ہوا-

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے اعلان کے بعد جا بجا فسادات کے طوفان کھڑے ہو گئے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا- مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا گیا- جس کی وجہ سے کھیتری اور بیائی کے مسلمان بھی سہم گئے ان حالات کے پیش نظر مسلمانوں کے مشورہ سے ایک سہ رکنی وفد لیکر آپ رائے بہادر کرم چند سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے- اور صورت حال سے ان کو آگاہ کیا اور مسلمانوں کی طرف سے انہیں یقین دلایا کہ مسلمان پر امن رہیں گے اور اس فضا کو خراب نہیں کریں گے وہ صرف اپنا تحفظ چاہتے ہیں بعد میں وہ پر امن طور پر اپنے وطن عزیز پاکستان روانہ ہو جائیں گے اس پر رائے بہادر صاحب نے جو اخبار اسٹیٹسمین پڑھ رہے تھے آپ کو اخبار کی ایک خبر کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے پڑھو وہ خبر آپ نے پڑھی جس میں پنجاب کے کسی گاؤں پر حملہ کیا گیا تھا- آپ نے اسی وقت رائے صاحب کی نیت کو بھانپ لیا اور جوش میں آکر ان سے برملا کہا کہ کیا آپ پنجاب کا بدلہ یہاں کے مسلمانوں سے لینا چاہتے ہیں آپ کے اس بیباکانہ اور جراتمندانہ جواب پر رائے صاحب غیظ و غضب میں آئے مگر کوئی جواب نہ دے سکے- آپ نے اور دیگر اراکین وفد نے تمام مسلمانوں کو رائے صاحب کے برے ارادوں سے آگاہ کیا- آپ اسی قسم کا ایک وفد اتمام حجت کے طور پر لیکر راجہ صاحب سے بھی ملے مگر راجہ صاحب کا بھی وہی رویہ دیکھا جو کہ رائے صاحب کا تھا- الغرض حکومت اور متعصب اہل ہنود کا یہی منشا تھا کہ مسلمانوں کو یہیں ختم کر دیا جاوے بالآخر تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ پاکستان کی طرف ہجرت کیا جائے- آپ نے اپنی ذاتی کوششوں سے قافلے ترتیب دیئے- اور راستوں کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے بے سروسامانی کی حالت میں تمام مسلمان پاکستان کی جانب چل پڑے-

کھیتری کے اعلیٰ افسران اور متعصب ہندؤں نے آپ کو ہر طرح پریشان کرنا شروع کیا یہاں تک کہ آپ کی جان لینے کی کوشش بھی کی - آپ کا ارادہ ہوا تھا- کہ آپ چند ہمراہیوں کے ساتھ بذریعہ بس سیدھا جے پور شہر روانہ ہو جائیں آپ کے اس پروگرام کا دشمنوں کو علم ہو گیا- اور انہوں نے راستہ میں بلوائیوں کے ایک زبردست گروہ کے اجتماع کا اہتمام کیا تا کہ قافلے پر حملہ کر کے خاص طور پر آپ کو ختم کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو قبل از وقت دوران سفر ہی ان کے پروگرام کا علم ہو گیا تو آپ مزید آگے سفر جاری رکھنے کی بجائے واپس کھیتری روانہ ہو گئے، جہاں سے دیگر قافلوں کے ہمرا اسٹیشن چڑاوہ سے ریل میں سوار ہو کر جے پور پہنچ گئے آپ کے والد محترم اس وقت کسی دوسرے شہر میں تعنیات تھے ان کے انتظار میں آپ نے چند روز جے پور میں قیام فرمایا اور پھر وطن عزیز پاکستان روانہ ہو گئے-

آپ کے آباؤ اجداد علاقہ غزنی سے وارد ہندوستان ہوئے اور مغلوں سے مرہٹوں اور شیخاوتوں کے دور میں فوجی اور سول ملازمتوں پر متمکن رہے آپ کے خاندان کے جد امجد محترم جناب کمال خان صاحب

قصبہ ببائی میں آکر مستقل طور پر آباد ہوگئے تھے۔

آپ کے بزرگان کا ریاست کھیتڑی کی فلاح اور ترقی میں بڑا حصہ تھا انہوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے فوجی معرکوں اور مہمات میں بھی پیش پیش رہے اور شاندار خدمات انجام دیں انہیں خدمات کے اعتراف میں راجگان کھیتڑی نے جاگیریں اور دیگر مراعات عطا فرمائیں آپ کا خاندان علم و فضل میں بہت مشہور تھا اسی وجہ سے فوجی خدمات کے ساتھ ساتھ راجگان کھیتڑی نے ان کو اپنی جانب سے وکیل نامزد کیا جنہوں نے اپنی اہلیت، صلاحیت اور قابلیت کا لوہا منوایا جس کے صلہ میں جاگیریں اور سرکاری مراعات حاصل کیں۔

آپ کے داداحاجی محمد سلطان خان صاحب مرحوم معتمد اور وکیل برائے اے جی جی (ایجنٹ گورنر جنرل) آبو، ریزیڈنسی جے پور اور شیخاوائی و توراوائی نظامت ھائے پر فائز رہے تھے۔ جس کے صلہ میں ان کو زرعی جاگیریں عطا ہوئیں۔ اور انہوں نے پوری پنشن حاصل کی۔

آپ کے والد بزرگوار دینی علوم کے ساتھ انگریزی تعلیم سے بھی آراستہ تھے۔ اسی بنا پر راجہ صاحب بہادر کھیتڑی نے محکمہ تعلیم آپ ہی کے سپرد کر دیا۔ اسی لئے علاقہ کھیتڑی میں علم کے فروغ اور ترویج کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔

پاکستان میں سرکاری خدمات:

آپ نے تقسیم ہند کے بعد اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور کراچی پہنچے ابتدائی ملازمت محکمہ رینٹ کنٹرول میں بحیثیت انسپکٹر ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۵۲ء تک کی۔ بعد ازاں مختار کار (آبادکاری) کی حیثیت سے چناؤ ہوا۔ اور ۱۳ اپریل ۱۹۵۲ء سے جنوری ۱۹۵۷ء تک صوبہ سندھ میں کام کرتے رہے۔ بعد ازاں مرکزی حکومت میں کلیم آفیسر کے عہدہ کے لئے نامزد ہوئے۔ اور اسی حیثیت سے مختلف مقامات پر ۱۰ جنوری ۱۹۵۷ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۶۰ء تک خدمات انجام دیں۔ آخیر میں ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن میں اسسٹنٹ ریجنل آفیسر، ریجنل آفیسر، اور آفیسر اور ریجنل مینیجر کے عہدوں پر پندرہ سال تک مختلف مقامات پر خدمات انجام دیں۔ جہاں سے اگست ۱۹۷۹ء میں ریٹائر ہوئے۔

عقیدت: آپ کو بزرگان دین سے ہمیشہ ہی بعد لگاؤ رہا ہے۔ آپ اکثر و بیشتر پاک و ہند میں بزرگان دین، صوفیائے کرام، کی مزارات پر حاضری دیتے رہتے ہیں آپ شیخ طریقت حضرت قبلہ شاہ اکرام حسین رضوی چشتی سیکری سے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں شرف بیعت سے مشرف ہوئے

خلافت:

آپ نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے حضرت پیرو مرشد کی نظر میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا جس کی وجہ سے پیر طریقت نے آپ کو ۸، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ کو مابین عصر و مغرب اپنا خلیفہ نامزد فرمایا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ

آپ پنجاب کے ممتاز راجپوت خاندان سے نسبت رکھتے تھے آپ کے جد اعلیٰ حکیم مولوی میاں محمد خاں صاحب اپنے وقت کے ممتاز عالم دین اور حاذق طبیب تھے انہوں نے حضرت مولانا فضل امام رحمتہ اللہ علیہ صدر الصدور دہلی کے درس میں عرصہ نو سال تعلیم پائی حضرت میاں محمد صاحب خاں حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمدرس تھے انہوں نے بارہ سے زائد کتب تصنیف کیں اور اپنے وقت کے بہترین خوشنویسوں میں شمار کئے جاتے تھے حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے داد اور والد محترم بھی اپنے وقت کے ممتاز عالم دین اور فاضل طبیب تھے اور دور دراز سے تشنگان علم ان کے درس سے علم دین اور فن طب کے حصول کے لئے تشریف لاتے۔

پیدائش و تعلیم:

آپ ۲۰ جون ۱۹۲۲ء میں قصبہ بھوما وڈالا ضلع امرتسر مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے ابتدائی عربی و فارسی اور طب کی تعلیم خاندانی روایت کے مطابق اپنے والد ماجد سے ہی حاصل کی درس نظامی سے فارغ ہو کر مڈل اسکول بھوما وڈالا میں داخل ہوئے اس کے بعد ہائی اسکول سے میٹرک پاس کر کے ایف - اے مسلم اور نٹیل کالج امرتسر سے پاس کیا - اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں داخل ہوئے یہیں سے بی - اے کا امتحان پاس کیا علیگڑھ یونیورسٹی میں ۳ - مارچ ۱۹۴۱ء کے اتحاد طلباء جامعہ علی گڑھ میں بھی آپ شریک تھے جس میں حضرت قائد اعظم نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ علیگڑھ یونیورسٹی مسلم لیگ کا اسلحہ خانہ ہے اور تم اس کے بہترین سپاہی ہو اسی اجلاس میں قائد اعظم کو اتحاد طلباء جامعہ علیگڑھ کی طرف سے قائد اعظم کا تاریخی خطاب دیا گیا۔

تحریک پاکستان میں عملی حصہ اور ملازمت

تعلیم سے فراغت کے بعد تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۹۴۴ء میں ۹۲ انڈین ملٹری ہسپتال کمیلا (بنگال) میں ملازمت اختیار کر لی بعد ازاں ریڈیو سیلون ملٹری سیکشن میں اردو اناؤنسر کی جگہ کام کرتے رہے مارچ ۱۹۴۵ء میں کامن ویلتھ ریڈیو اسٹیشن کیورے جاپان میں اردو اناؤنسر کی آسامی پر فائیز رہے ملازمت کے دوران ریڈیو کامن کی جانب سے ۱۹۴۶ء میں ہندوستان میں کانگریس اور مسلم لیگ کی الیکشن مہم کی رپورٹنگ کرتے وقت برصغیر کی عام شخصیتوں سے انٹرویو لیئے ۱۶، جون ۱۹۴۵ء میں حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ صدر آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس اے - آر - پی

Marfat.com

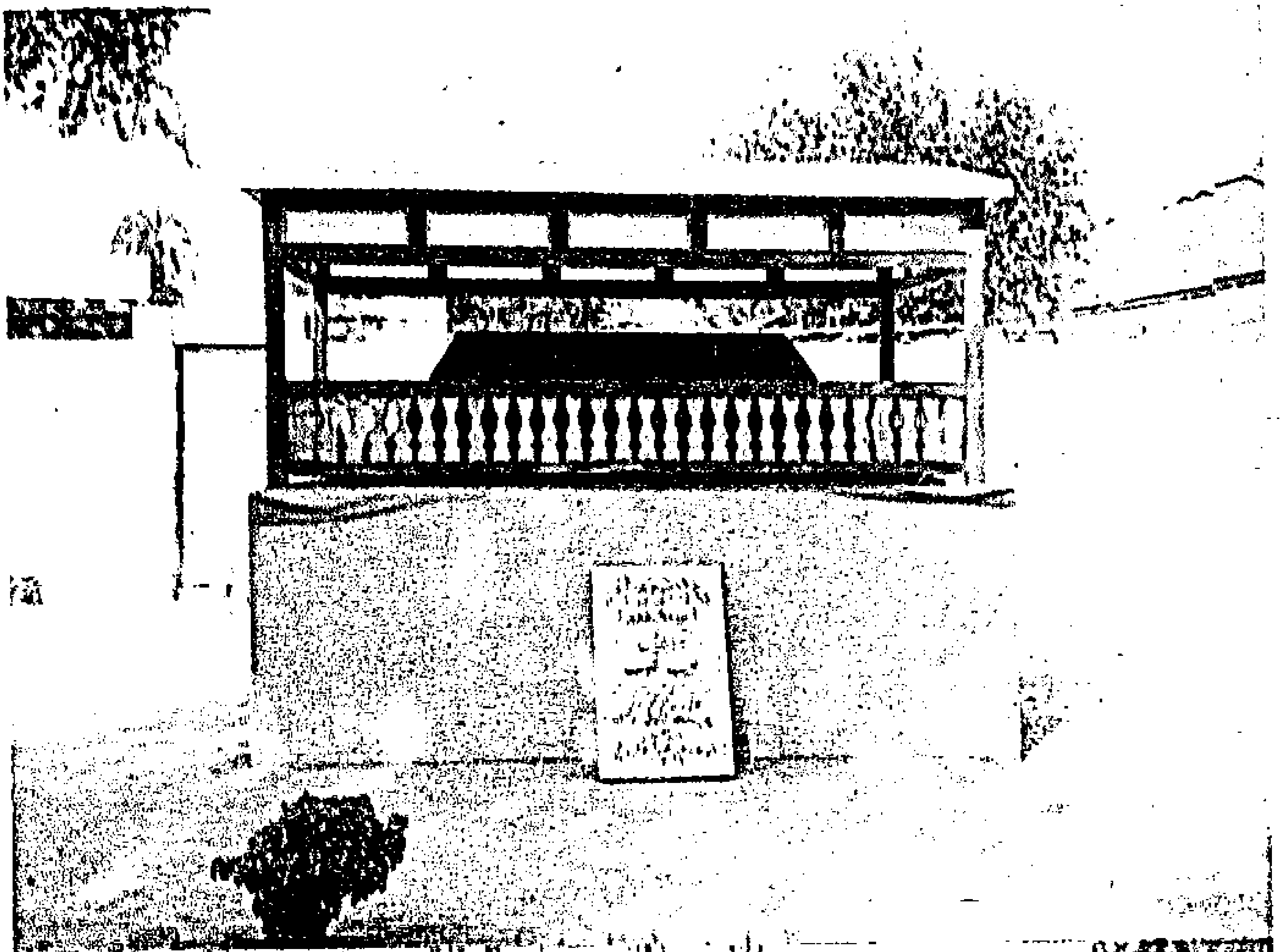

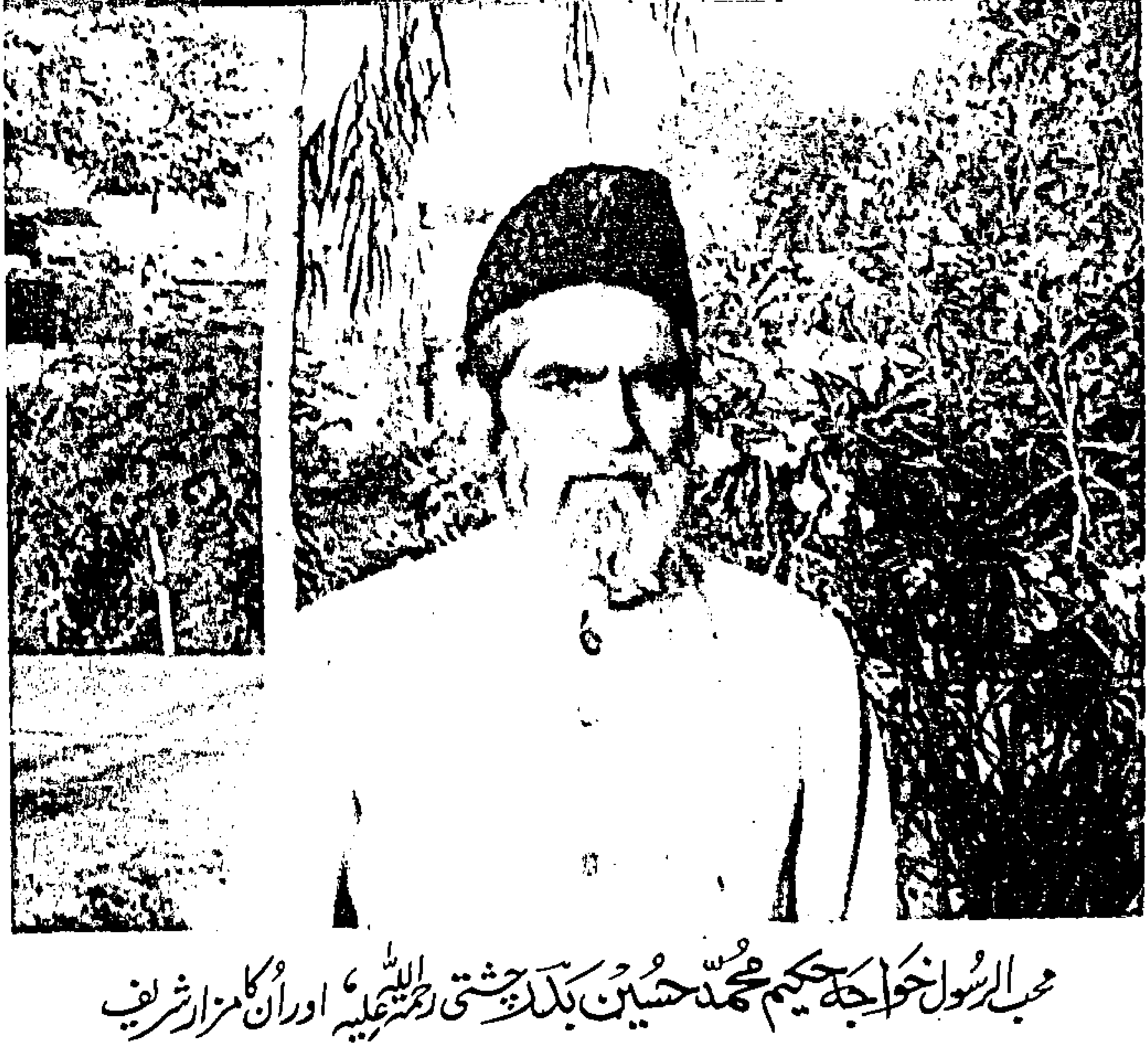

محب الرسول خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ اور اُن کا مزار شریف

Marfat.com

گراؤنڈ کمیلا (بنگلہ دیش) اور ۱۲- اگست ۱۹۴۵ء کو پلٹن میدان ڈھاکہ میں بھی شرکت کی جس میں حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے قیام پاکستان کی حمایت میں تقریریں کیں

۲۵، اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کی اور اسی جلسہ میں قیام پاکستان کی حمایت میں ایک عام قرار داد پاس ہوئی- ۹، مارچ ۱۹۴۶ء میں ایک جلسہ عام باب الظاہر دارالعلوم دیوبند کے سامنے منعقد ہوا جس میں مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے پاکستان دشمنی میں ہندوؤں کی طرف دست تعاون بڑھانے میں بھی کوئی باک محسوس نہ کیا اس اسٹیج سے قائد اعظم محمد علی جناح مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی پیر سید جماعت علی شاہ اور نظریہ پاکستان پر مسلسل حملے کئے گئے اور دیوبندی مکتب فکر کے لوگوں کو تشدد پر ابھارا گیا مطالبہ پاکستان کی کھل کر مخالفت کی گئی-

اس اجلاس کی خصوصی رپورٹ ریڈیو کامن ویلتھ جاپان کے لئے آپ نے تیار کی-

۲۵، اپریل ۱۹۴۸ء کو جاپان سے ملازمت ترک کر کے مدراس، پونا ناسک، بمبئی کے راستے کراچی پہنچے اور پاکستان میں آتے ہی جہاد کشمیر میں دو سال عملی حصہ لیا مولانا غلام محمد ترنم اور مولانا ابوالحسنات قادری رحمتہ اللہ علیہ سے محاذ کشمیر پر کئی بار ملاقاتیں ہوئیں-

۱۹۵۳ء میں ڈیرہ نواب صاحب ریاست بہاول پور میں مستقل قیام کیا- ۱۲، مارچ ۱۹۵۴ء کو پاکستان سوشل ویلفیئر آرگنائیزیشن قائم کی ان دونوں اداروں کے آپ جنرل سکریٹری منتخب ہوئے-

ستمبر ۱۹۶۵ء میں جہاد کمیٹی ڈیرہ نواب صاحب میں قائم ہوئی تو آپ اس کے بھی جنرل سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے رہے-

طبی خدمات:

آپ نے اپنے خاندانی پیشہ طب اسلامی کو فروغ دینے کے لئے جدید طریقوں پر تجربے کئے- اور انہیں علم و عمل کی کسوٹی پر پرکھا آپنے اپنی زندگی کو محدود حدوں پر قائم نہیں رکھا بلکہ ترقی کے میدان میں کوشاں رہے- آپ نے ڈیرہ نواب صاحب میں ادارہ تحقیقات طبیہ قائم کیا-

اس ادارے میں آپ نے فن کی سینکڑوں طبی کتب جمع کیں جس میں تین سو سے زائد قلمی کتابوں کا قیمتی ذخیرہ موجود ہے- ۲۲، جولائی ۱۹۵۵ء کو جناب شہزادہ سعید الرشید محمود عباسی نے آپ کو شمس الاطبا کے خطاب سے نوازا- آپ کی طبی خدمات کے صلہ میں ایوبی دور حکومت میں صوبائی وزیر صحت مغربی پاکستان جناب جنرل برکی صاحب نے جب گورنمنٹ طبیہ کالج بہاولپور تھا جو کہ اس وقت مغربی پاکستان حکومت میں واحد طبیہ کالج تھا- تھا اس کے دوبارہ بحالی اور اجراء کے لئے آپ نے دن رات کوشش کی اور جناب شہزادہ سعید الرشید محمود عباسی کی سرکردگی میں ایک طبی وفد جناب جنرل محمد ایوب

Marfat.com

خاں صدر پاکستان سے ملا جناب صدر نے اس وفد کو گورنر مغربی پاکستان جناب ملک محمد امیر خاں نواب آف کالا باغ کی خدمت میں اسی سفارش کے ساتھ روانہ کیا۔ اگلے روز یہ وفد آپ کی قیادت میں جناب گورنر مغربی پاکستان کو ملا انہوں نے فوراً وزیر صحت کو بلوایا اور اگلے روز طبیہ کالج بہاول پور کا دوبارہ اجراء آپکی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ ڈیرہ نواب صاحب میں جدید شفاخانہ کے نام پر اپنا مطب شروع کیا لوگوں کے دلوں پر آپ کی فنی قابلیت کا سکہ بیٹھا تھا۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں دور دراز تک شہرت حاصل کرلی۔ اور والیان ریاست بہاول پور بھی آپ کے علاج و معالجے کے مداح ہیں آپ کو تاریخ اسلام سے والہانہ لگاؤ تھا آپ کے مطالعہ کا یہ عالم ہے کہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ خلفاء راشدین، برصغیر پاک کا اسلامی عہد اور تاریخ اسلام پر آپ کی لائبریری میں چار صد سے زائد اور دیگر علوم ہزاروں کتب موجود ہیں تصوف ہمیشہ آپ کا پسندیدہ موضوع رہا۔

پاکستان سوشل ایسوسی ایشن رجسٹرڈ بہاول پور ڈویژن ڈیرہ نواب صاحب زیر سرپرستی جناب پرنس صلاح الدین عباسی ولی عہد سابق ریاست بہاول پور ۲۳، مارچ ۱۹۷۵ء قائم ہوئی جس کے آپ پہلے صدر مقرر ہوئے۔

بیعت و خلافت

آپ حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری چشتی مدظلہ العالی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

آپ نے ۱۲، جون ۱۹۶۶ء میں حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری چشتی کے دست مبارک پر چشتیہ نظامیہ نیازیہ سلسلہ میں بیعت فرمائی حضرت کی نظر کرم نے مختصر عرصہ میں ہی آپ کی ہیئت بدل دی اور آپ ہمہ تن روحانی ذوق و شوق میں مستغرق رہنے لگے حضرت نے آپ کی کیفیات کا بغور جائیزہ لیا اور پھر مورخہ ۴، محرم الحرام ۱۳۹۸ھ میں آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ، نیازیہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

ڈیرہ نواب صاحب میں حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کے حسب الارشاد و مدرسہ تعلیم القرآن اور خانقاہ چشتیہ کی تعمیر و ترقی میں آپ شب و روز معروف رہے اور ہر طرح کی مخالفتوں اور خانقاہ عالیہ کی تعمیر میں مزاحم قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے مختلف قسم کے جھوٹے مقدمات سیشن کورٹ بہاولپور تک کی پیروی کرتے رہے اور بالآخر کامیابی نے ہر مقام پر آپ کے قدم چومے۔

تصانیف:

آپ نے طب، سوانح اور تاریخ و تصوف پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں بعض عربی اور فارسی کتب کے تراجم بھی کئے ان کتب میں سے اکثر زیور طبع سے آراستہ ہوئیں اور بعض کتب کے مسودات محفوظ ہیں

جو ابھی زیر طبع ہیں ان سب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

غیر مطبوعہ کتب:

۱۔ تاریخ الاطبا پاک و ہند (چہار جلد) غیر مطبوعہ
۲۔ جنگ آزادی کا عظیم مجاہد (حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی) غیر مطبوعہ
۳۔ علامہ اقبال اور نیشنلسٹ علماء۔ غیر مطبوعہ
۴۔ تاریخ الاطباء بہاول پور غیر مطبوعہ
۵۔ منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔ آخری تین حصہ غیر مطبوعہ
۶۔ ترجمہ تعلیج سلیم فی الباہ غیر مطبوعہ
۷۔ ترجمہ بیاض اکبر غیر مطبوعہ
۸۔ ترجمہ تحفہ قادریہ غیر مطبوعہ
۹۔ ترجمہ اکسیر عربی غیر مطبوعہ
۱۰۔ ترجمہ اقوال حضرت بہاؤالحق ذکریا ملتانی غیر مطبوعہ
۱۱۔ ترجمہ مطب علوی خاں غیر مطبوعہ
۱۲۔ افادات بدر جلد دوم، سوم غیر مطبوعہ
۱۳۔ تحقیقات طب (شش جلد) غیر مطبوعہ
۱۴۔ تذکرہ خواجگان چشت غیر مطبوعہ
۱۵۔ بیاض بدر غیر مطبوعہ
۱۶۔ مکتوبات بدر غیر مطبوعہ

مطبوعہ کتب:

۱۔ تحریک پاکستان کے سات ستارے (مطبوعہ نوری کتاب خانہ گنج بخش مین روڈ لاہور)
۲۔ حیات سعید (شہزادہ سعید الرشید محمود عباسی) مطبوعہ نو بہار پرنٹنگ پریس ملتان ۱۹۸۶ء
۳۔ منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔ حصہ اول و حصہ دوم۔
۴۔ رسالہ سماجی بہبود (مطبوعہ ۱۹۵۸ء وطن پرنٹنگ پریس لاہور
۵۔ کتاب سل ودق (مطبوعہ عزیز المطابع بہاول پور)
۶۔ قرابادین ملتانی ترجمہ (مطبوعہ الشان پرنٹنگ پریس رحیم یار خان ۱۹۶۶ء)
۷۔ افادات بدر جلد اول و دوم (مطبوعہ الشان پرنٹنگ پریس رحیم یار خان ۱۹۷۱ء)

Marfat.com

حضرت مخدوم شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی اور حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادگار تصویر

Marfat.com

۸- مخزن الاکسیر (مطبوعہ عزیز المطابع بہاول پور ۱۹۶۶ء)
۹- رسالہ حفظان صحت (مطبوع عزیز المطابع بہاول پور ۱۹۵۸ء)
۱۰- ترجمہ بیاض خاص (مطبوعہ ۱۹۶۵ء)
۱۱- ترجمہ مجربات حکیم علی گیلانی (مطبوعہ افشاں پرنٹنگ پریس رحیم یار خاں ۱۹۷۱ء)

وصال

آپ نے مورخہ ۸، اکتوبر ۱۹۸۶ء بمطابق ۳، صفر المظفر ۱۴۰۷ھ بروز بدھ ڈیرہ نواب صاحب میں وصال فرمایا اور خانقاہ عالیہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب میں آخری آرامگاہ میں منتقل ہوئے۔
جنازہ میں ہزاروں سوگوار شریک ہوئے نماز جنازہ حضرت مولانا علامہ محمد ظریف چشتی نے پڑھائی۔
آپ کے وصال کی خبر سے ملک بھر میں متوسلین سلسلہ اور ملک کے دانشوران و مورخین کو سخت صدمہ ہوا۔ اس موقعہ پر انہوں نے آپ کے قطعات تاریخ وصال اور مادہ تاریخ وصال نکالے ملاحظ فرمائیں۔

مادۂ تاریخ وصال

از حضرت پیرو مرشد زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین معدن جو دوسخا شہباز طریقت مخدوم شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی۔
"سال وفات حبیب القلوب حکیم محمد حسین بدر چشتی"
۸۶ ۱۹ء

قطعۂ تاریخ وصال

نتیجۂ فکر ابوالطاہر فدا حسین فدا صاحب مدیر اعلیٰ ماہنامہ "مہر و ماہ" - لاہور
جناب حضرت چشتی بسوئے خلد گئے
وہ آج اپنے اقارب سے ہوگئے ہیں جدا
تھے ایک فرد ہمہ گیر وہ فہیم وفطین
دوام زیست کا ان کو ہے مل گیا مژدہ
تھے ایسے مرد حق آگاہ وہ کہ جنہیں
نشان منزل ہستی کا ہوگیا القا

تھے جام بادۂ عشق نبی سے وہ سرشار
تھا ان کی ہر رگ جاں میں حضور کا جلوہ
تھے ایک صاحب عرفان وہ شمع علم و عمل
فراز حکمت و دانائے راز سربستہ
جناب بدر کاہم نے سن وصال فدا
کہا ہے "خواجۂ چشتی کا چاند" برجستہ
۱۴۰۷ھ

مادۂ تاریخ وصال

از حکیم اہلسنت جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مدظلہ العالی

۱- "بدر فیض رساں"
۱۴۰۷ھ

۲- "بلند درجات چشتی"
۱۴۰۷ھ

قطعہ تاریخ وصال

از سید عارف محمود مہجور رضوی - علی پورہ روڈ گجرات

"آہ شمس نظامی"
۱۴۰۷ھ

محقق مورخ طبیب و ادیب = چلے اس جہاں سے وہ دیں کے نقیب
ہمہ وقت وہ محو خدمت رہے = تھے یکساں نظر میں امیر و غریب
رہے اہل حق کے سدا ہم نوا = ہمیشہ حقیقت کے تھے وہ قریب
شریعت پہ دائم رہے کاربند = طریقت کے تھے وہ موثر خطیب
میسر انہیں نسبت چشت تھی = نظامی خلافت انہیں تھی نصیب
تھیں ازبر انہیں یادیں تاریخ کی = نہاں رہی ان کی ہر دم حبیب
ندا غیب سے آئی مہجور مجھ کو
ہے "آہ مظہر نور" سال طبیب
۱۴۰۷ھ

مادۂ تاریخ وصال

از حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری (کھاریاں)

"رہ بخشش"

۱۴۰۷ھ

جناب محمد حسن خان صاحب سیرانی بہاول پوری نے درج ذیل قطعات تاریخ وصال اور مادۂ تاریخ نکالے:

"شمس الاطباء و طبیب نامدار حکیم محمد حسین بدر چشتی"

۸۶ ۱۹ء

"رحلت فخر حکمت"

۸۶ ۱۹ء

"آہ جناب حکیم محمد حسین مرحوم و مغفور"

۸۶ ۱۹ء

"بدر رضی اللہ عنہ"

۱۴۰۷ھ

"حق گو جناب حکیم محمد حسین بدر چشتی"

۱۴۰۷ھ

"وہ بدر طبابت آج مخفی ہو گیا"

۱۴۰۷ھ

"وہ طبابت کے تھے ایک بدر منیر"

۱۴۰۷ھ

"اٹھے آج وہ بدر حق پرست"

۱۴۰۷ھ

"ہوئے بدر چشتی فردوس مکاں آہ"

۱۴۰۷ھ

قطعات تاریخ وصال

تھے فخر طبابت محمد حسین۔ تھے کان مروت محمد حسین
حسن ان کی رحلت کا یہ سال ہے۔ کہ "وہ بدر شرافت محمد حسین"

۱۴۰۷ھ

Marfat.com

چوں جناب بدر چشتی ذی وقار
گشت از حکم خدا جنت نشیں
گفت ہاتف سال رحلت اے حسن
"بدر انور- بدر حکمت- بدر دین"
۱۴۰۷ھ

وہ جناب بدر چشتی نیک دل
ہو گئے جب عازم دارالقرار
جذب کی روسے لکھا میں نے حسن

"چل بسے ہیں وہ بدر ذی وقار"
۳+۱۴۰۴=۱۴۰۷ھ

چوں بدر چشتی عالی جناب = زحکم خداوند رفت از جہاں
خرد گفت تاریخ ازالوداع = کہ بدر جہاں گشت بدر جناں"
۱۱۲+۱۲۹۵=۱۴۰۷ھ

مادہ تاریخ وصال از راقم (حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی)

"وارث نبی حکیم محمد حسین بدر چشتی"
۱۹۸۶ء

راقم نے حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے لوح مزار کے لیے درج ذیل مادۂ تاریخ نکالا-

"مرکز تجلیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم"
۱۴۰۷ھ

مادۂ تاریخ وصال از جناب حکیم محمد سعید صابر چشتی
منور القلوب بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ
۱۴۰۷ھ

چشمۂ نایاب شبیہ اکرام حسین سیکری
۱۴۰۷ھ

اولاد:

آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحب زادیاں ہیں۔
صاحبزادگان کے اسماء یہ ہیں:
۱۔ حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی (راقم الحروف)
۲۔ حکیم محمد امتیاز حسین چشتی
۳۔ حکیم محمد ممتاز حسین طاہر چشتی۔

عرس مبارک

ہر سال ماہ صفر المظفر کی ۲-۳ تاریخ کو آپ کا دو روزہ عرس مبارک خانقاہ عالیہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب میں منعقد کیا جاتا ہے۔ جس میں قرب و جوار سے بیشمار متوسلین سلسلہ عالیہ اور عقیدتمندان شریک ہوتے ہیں۔

Marfat.com

خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھو المعین الاکبر

خدا کے نام سے آغاز جو اپنی طرف رجوع ہونیوالے بندوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے اور درود لا محدود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سارے عالم کیلئے ہدایت لیکر تشریف لائے اور سلام ان اولیائے

امت پر جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کے وارث ہوئے اولیائے امت نے ہر دور میں اپنے اپنے خصوصی طریقہ ارشاد کے تحت سلسلہ طریقت کو قائم اور جاری رکھا تاکہ مخلوق خدا ہدایت پاتی رہے۔ علی الخصوص بزرگان سلسلہ عالیہ چشتیہ کا طریقہ ہدایت جو سرزمین ہندو پاک کے عوام و خواص کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ راقم الحروف سید اکرام حسین چشتی ابن حضرت سید سجاد حسین شاہ صاحب چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے حکیم محمد حسین صاحب بدر کو عرصہ تک دیکھا جانچا اور ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لیا میرے نزدیک بلاشبہ حکیم صاحب موصوف اس کے اہل ہیں کہ میں ان کو ڈیرہ نواب صاحب میں اپنا قائم مقام مقرر کروں پس میں نے بتاریخ ۴ محرم ۱۳۹۸ھ کو یہ تحریر لکھی تاکہ سند رہے وہ تمام لوگ جو میرے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں داخل ہیں ان کو بہرحال میرا قائمقام اور نائب سمجھیں میں نے اسی طریقہ پر ان کو اپنا قائمقام قرار دیا جس طریقہ پر میرے شیخ نے مجھے اسی خدمت پر مامور فرمایا تھا۔

فقط

سید اکرام حسین چشتی سیکری

۴ محرم ۱۳۹۸ء

Marfat.com

Marfat.com

سیّد امراؤ علیؒ شاہ صاحب چشتی

Marfat.com

حضرت سید امراو علی شاہ صاحب دوجانوی رحمتہ اللہ علیہ

آپکے جد امجد حضرت سید داود بنیری نواسہ حضرت غوث صمدانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ سب سے پہلے افغانان کے ہمراہ سولت بنیر میں تشریف لائے حضرت داود بنیری رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید نور محمد ہجرت کر کے ہمراہ افغانان روہتک میں قیام پذیر ہوئے۔ سید نور محمد کے پڑپوتے سید جمال محمد قصبہ جھجر میں (جو کہ روہتک کی ایک تحصیل ہے) آباد ہوگئے۔ آپ کے انتقال کے بعد سید مظفر علی صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ اسی دوران افغانان برادری میں کسی وجہ سے پھوٹ پڑ گئی ۔ لہذا آپ اپنے افغانان عقیدت مندوں کے ہمراہ نقل مکانی کر کے قصبہ دوجانہ میں آباد ہوگئے۔

پیدائش:-

آپ ۱۸۹۹ء میں قصبہ دوجانہ میں پیدا ہوئے آپ کے دادا ریاست دوجانہ میں کلیدی عہدوں پر فائز رہے اور ریاست میں دیوان ریاست بھی مقرر رہے۔ آپکے والد ریاست دوجانہ میں پولیس انسپکٹر کے عہدے پر فائز رہے۔

آپکو بچپن ہی سے درویشوں اور عالموں کے پاس بیٹھنے کا بڑا شوق تھا۔ جسکا اثر آپکے حال وقال سے

Marfat.com

عیاں تھا۔

ایک مرتبہ دوجانہ میں آپکے نانا کے مرشد سید عبدالخالق صاحب تشریف لائے۔ اس وقت آپکی عمر ۴-۵ سال کی تھی۔ آپکو پیر سید عبدالخالق صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر صاحب کشف و کرامت ہوگا۔ اسی وقت آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی جو دو گھنٹے تک رہی۔

جب آپ جوان ہوئے تو حضرت پیر شکورالدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ روہتکی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ حضرت پیر شکورالدین صاحب ایک قادری بزرگ تھے۔ اسکے بعد آپ محکمہ پولیس میں اے۔ایس۔آئی کے عہدے پر تعینات ہوئے۔ پہلے کچھ عرصہ ریاست نرسنگڑھ میں رہے۔ اسکے بعد نواب دوجانہ نے آپ کو اپنے پاس بلوالیا اور اپنی ریاست میں سب انسپکٹر پولیس کے عہدے پر تعینات فرمایا۔

پاکستان بننے کے بعد آپ ہجرت کر کے ہندوستان سے پاکستان میں میرپور خاص سندھ میں آباد ہو گئے۔ اور آپ کچھ عرصہ بطور مدرس بھی فرائض انجام دیتے تھے۔ پاکستان میں آپ حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب سیکری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت شاہ اکرام حسین سیکری مدظلہ العالی کے دامن رحمت سے وابستہ ہو گئے۔ حضرت قبلہ پیر و مرشد نے انہیں اپنے سلسلہ کا خلیفہ نامزد فرمایا اور للیانی (مصطفےٰ آباد) ضلع قصور پنجاب میں آپ کو مستقل قیام کا حکم فرمایا۔ مصطفےٰ آباد میں آپ نے سلسلہ عالیہ کی ترویج و ترقی کے لیے بہت کام کیا۔ اور سلسلہ عالیہ کے حلقہ کو وسیع فرماتے ہوئے بہت سے لوگوں کو بیعت فرمایا۔ آپ حضرت پیر و مرشد کی ھدایات کے مطابق مسلسل سلسلے کا کام کرتے رہے۔

مصطفےٰ آباد میں آپکے ایک مرید چوہدری غلام نبی نے خانقاہ عالیہ چشتیہ کے لئیے لب سڑک ۴ کنال اراضی کا عطیہ دیا ہے۔ جہاں ابھی تعمیری کام ہو رہا ہے۔

وصال:-

تقریباً ایک سال سے آپکی صحت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ اچانک آپ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی۔ یہاں تک کہ ۲۳ محرم ۱۴۰۳ھ بمطابق ۲۱ نومبر ۱۹۸۱ء یوم ہفتہ بوقت ۴ بجے شام آپکا وصال ہو گیا۔

حضرت پیر و مرشد شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی نے آپ کا سال وصال اس عبارت سے نکالا۔

"سال وفات حق گو جناب سید امراؤعلی شاہ صاحب مرحوم دوجانوی"

۱۹۸۱ء

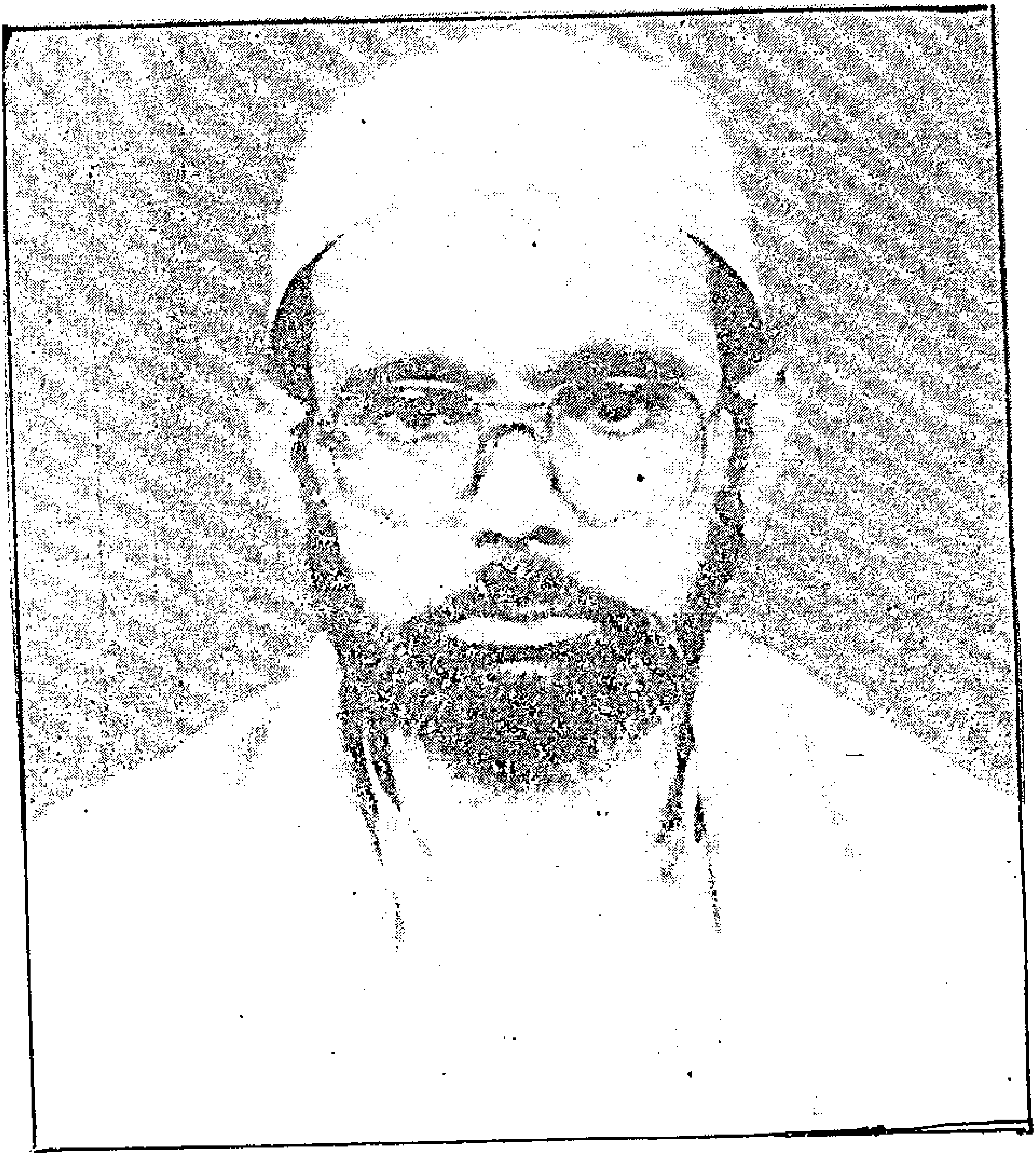

حضرت سید محمد علی شاہ صاحب

آپ حضرت مخدوم سید امراؤعلی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے منجلے بیٹے ہیں۔

آپ ۱۹۵۰ء سے مصطفےٰ آباد (للیانی) ضلع قصور میں قیام پذیر ہیں۔ آپ قصبہ مصطفےٰ آباد میں ۲۸ سال تک معلمی کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ اب محکمہ تعلیم سے ریٹائر ہوچکے ہیں۔

آپ خاندان قطب دوراں شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی سے منسلک ہیں۔ آپکے والد گرامی حضرت مخدوم سید امراد علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنے شیخ کے خلیفہ مجاز تھے۔ انکے وصال کے بعد آپ مسند سجادگی پر آراستہ ہیں۔

آپ نہایت خلیق، ملنسار اور ہر دلعزیز ہیں۔

Marfat.com

مولوی عبدالمالک صاحب

Marfat.com

حضرت مولانا عبدالمالک چشتی

آپ جنوری ۱۹۳۹ء میں موضع مہند ضلع بہاول پور پیدا ہوئے۔ آپکے والد گرامی کا نام حاجی غوث بخش ہے۔ آپکے دادا حضرت الحاج محمد رمضان ولد الحاج پیر بخش اپنے علاقہ کے بہت بڑے عالم دین اور ولی کامل بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم مولوی محمد اسماعیل خطیب جامع مسجد ڈیرہ نواب صاحب سے حاصل کی پھر میٹرک تک گورنمنٹ ہائی سکول اوچ شریف میں زیر تعلیم رہے۔

آپ نہایت صاحب عزم وہمت اور متوکل انسان ہیں۔ کمالات ظاہری و باطنی میں ہمہ صفت موصوف اور متبع شریعت وطریقت ہیں۔ آپ نے اپنے موضع خمیسی پکھیوار میں درس قائم کر رکھا ہے۔ جس میں تدریس کا کام خود انجام دیتے ہیں بہت سے طلباء نے آپ سے دینی علوم کا فیض حاصل کیا ہے۔

آپ حضرت شیخ کامل شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ مرشد کریم کی آپ پر خصوصی نظر و توجہ ہے۔

موضع خمیسی پکھیوار کے صاحب دل اور دین سے محبت رکھنے والے لوگوں نے آپ کو خانقاہ عالیہ چشتیہ کے لیے قطعہ اراضی کا عطیہ پیش کیا ہے۔ جس کی تعمیر حسب ہدایت حضرت پیر و مرشد شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی شروع ہے۔

Marfat.com

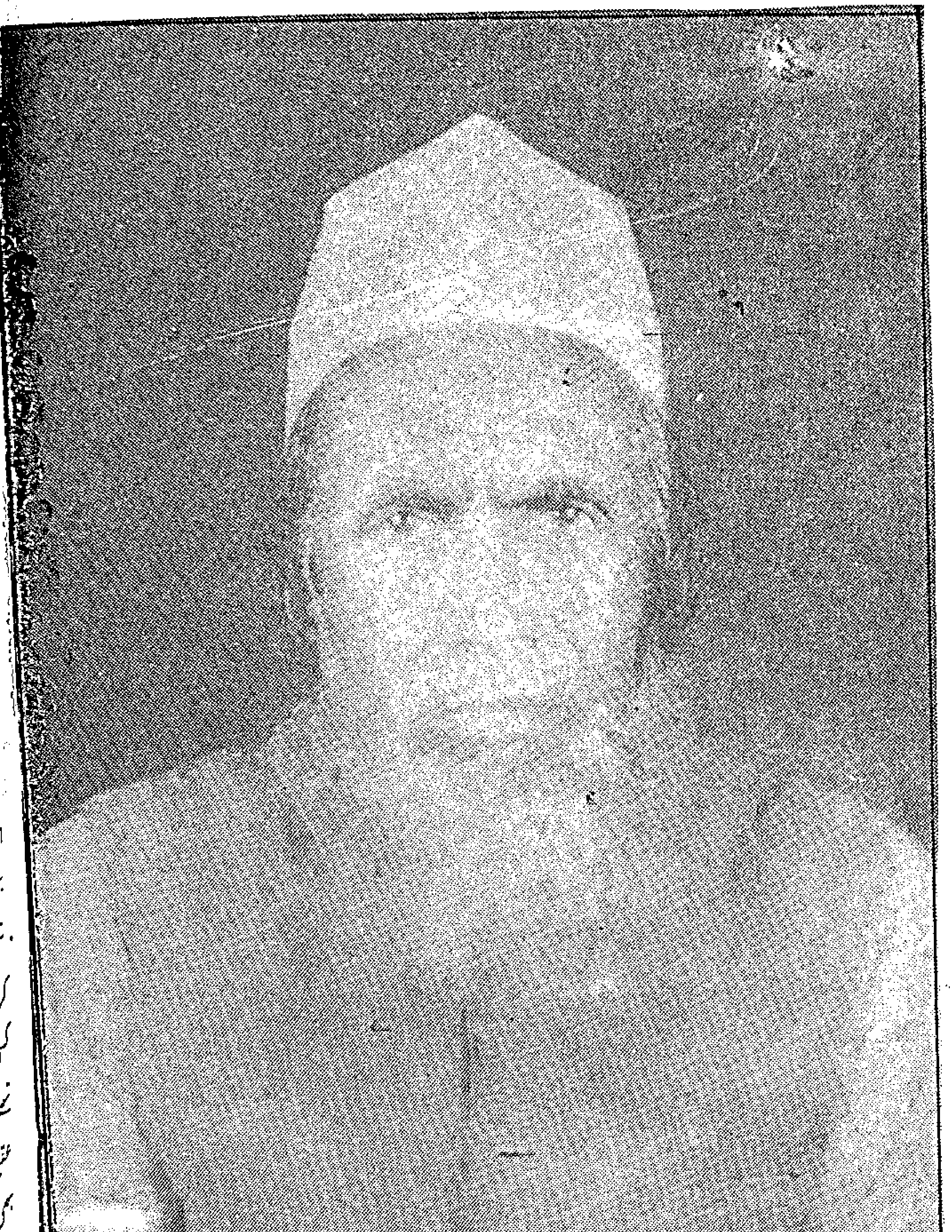

سید مشتاق احمد شاہ صاحب فرخ آبادی

Marfat.com

حضرت صوفی سید مشتاق احمد صاحب چشتی

آپکی پیدائش ۱۹۱۸ء میں فرخ آباد میں ہوئی۔

آپ کا نام سید مشتاق احمد اور والد بزرگوار کا نام سید حسن علی تھا۔ فرخ آباد (بھارت) آپکا وطن تھا۔ قیام پاکستان کے بعد میر پور خاص (ضلع تھرپارکر سندھ) تشریف لے آئے تھے۔ اور یہاں ہی مستقل سکونت اختیار کرلی۔ حمیدہ پورہ کالونی میں رحمانیہ مسجد کے خطیب اور امام تھے۔ بلااجرت نماز پڑھاتے تھے۔ کبھی انہوں نے امامت کی تنخواہ نہیں لی۔ احکام شریعت پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے بیحد پابند نہایت متقی اور عابد وزاہد بزرگ تھے۔ وہ سچ بات منہ پر کہنے کے عادی تھے۔ خواہ کوئی برا مانے یا بھلا انہوں نے اس بات میں کسی کی رعایت کبھی نہیں کی حق گوئی اور بلارورعایت زندگی بھر انکا وطیرہ رہا۔ وہ لوگوں سے عام طور پر بہت کم میل جول رکھتے تھے ان کے نظریہ کے مطابق جو لوگ احکام شریعت پر حقیقی عامل نہیں ہیں۔ وہ دوستی کے لائق نہیں ہیں۔ ان سے دوری بھلی ہے۔ ان کی دوستی اور دشمنی دونوں اللہ کیلئے تھیں۔ وہ کسی کی بھی برائی بھلائی میں نہیں تھے۔ بیوی بچے تھے نہیں۔ تنہا زندگی بسر کرتے تھے۔ زیادہ وقت عبادت میں صرف کرتے تھے۔ ہندوستان میں انہوں نے کسی بزرگ سے بیعت کی تھی۔ پاکستان میں آنے کے بعد حضرت پیرو مرشد شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی کے مرید ہوگئے۔ اپنے شیخ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ان کو خلافت بھی عطا ہوئی۔ مگر انہوں نے کسی کو مرید نہیں کیا۔ کیونکہ لوگ آپ کے معیار کے مطابق شریعت پر عامل نہیں تھے۔ وہ بچوں اور بڑوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ احکام شریعت سے آگاہ فرماتے تھے۔ کسی سے معاوضہ طلب نہیں کرتے تھے۔ جس کو وہ پسند کرتے تھے اور وہ خود بھی درخواست کرتا تو اس کے یہاں کھانا قبول کرتے تھے۔ بشرطیکہ اس کا کاروبار ناجائز نہ ہو۔ عام طور پر وہ کسی کے یہاں کھانا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ کسی کی غیبت نہ خود کرتے تھے۔ اور نہ کسی کو اپنے پاس کرنے دیتے تھے۔ مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیحد محبت رکھتے تھے۔ مشرب کے اعتبار سے چشتی تھے۔ عقیدہ کے اعتبار عقائد اہلسنت والجماعت کے حامل تھے۔ بیماریوں پر دم کرتے تھے۔ کسی کسی کو تعویز بھی دیدیا کرتے تھے۔ ہر ایک کو نہیں---- جو نیک اور صالح آدمی ان سے محبت کرتا وہ بھی اس سے محبت کرتے تھے۔ ان کا حلقہ اہل محبت بہت مختصر ہوا کرتا تھا۔

۱۲۔ صفر ۱۳۹۸ھ یوم اتوار بوقت ۱۰ بجے صبح ان کا وصال ہوا۔ میر پور خاص کے عام قبرستان میں حضرت صابو شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پاس مدفون ہوئے۔

آپ کے ایک عقیدت مند ٹھیکیدار محمد رمضان صاحب ولد روشن خان سابق متوطن شہنہ (نزد فیروز پور جھرکہ) ضلع گڑگاؤں حال آباد حمیدہ پورہ کالونی میر پور خاص نے آپکے مزار پر ایک گنبد نہایت خوبصورت تعمیر کرایا ہے۔ اور مزار کے اندر آپکے نام اور تاریخ وصال کا ایک کتبہ بھی لگوایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی محمد رمضان صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

Marfat.com

قاضی عبدالغنی صاحب

Marfat.com

حضرت علامہ قاضی محمد عبدالغنی چشتی رحمتہ اللہ علیہ

آپ یکم اپریل ۱۹۱۷ء کو اپنے آبائی گاؤں بستی حضرت یار محمد قیس موضع مہند ضلع بہاول پور میں پیدا ہوئے۔

آپ کا خاندان علم وفضل کے اعتبار سے علاقہ بھر میں مشہور ہے۔ آپکے والد حضرت مولانا غلام نبی صاحب اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپکے دادا حضرت مولانا یار محمد قیس رحمتہ اللہ علیہ جامعہ عباسیہ بہاول پور میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز تھے۔ اور سرائیکی وفارسی زبان کے مشہور شاعر تھے۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا غلام نبی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے گھر پر ہی حاصل کی۔ بعد میں جامعہ عباسیہ بہاول پور سے ثالثہ فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعد میں او۔ ٹی۔ (اورنٹیل ٹیچر) کا امتحان پاس کر کے مڈل سکول حسینی گوٹھ میں بحیثیت معلم فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ کے اکثر اوقات ذکر وفکر اور وھابیت کے خلاف جہاد میں صرف ہوتے۔

جب حضرت علامہ شاہ احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ پر ۱۹۳۶ء میں بستی ہلہ جھلن میں مولوی حبیب اللہ گمانوی وغیرہ وھابیوں نے قاتلانہ حملہ کیا۔ تو آپ نے حضرت کاظمی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے دفاع کیا۔ حضرت کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کے سر میں کلہاڑی سے شدید زخم آیا۔ آپ کو بھی لاٹھیوں کی بہت سی ضربیں لگیں۔ ایسی حالت میں آپ نے حضرت کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر دوڑے اور قریب ہی ایک گھر میں پناہ لی۔ آپ ایک غیور اور مجاہد صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے۔ عشق رسول میں ہر وقت مستغرق رہتے۔ آپ ہمیشہ وھابیوں کی نظروں میں کھٹکتے رہتے تھے۔ اسی خطرہ کے پیش نظر اپنی بندوق ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ پہلے آپ سلسلہ اویسیہ میں بیعت ہوئے اور پھر آخری عمر میں حضرت پیر و مرشد شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی کے حلقہ غلامی میں داخل ہوئے مرید ہوئے اور حضرت نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی خلافت سے نوازا۔ ایک سال سے آپ بیمار رہنے لگے۔ آخر ۳۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء بروز جمعتہ المبارک بمطابق ۲۸۔ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ آپ دار فانی سے دار بقا کی طرف انتقال فرما گئے۔ آپکا مزار آبائی قبرستان قصبہ مولانا یار محمد قیس موضع مہند میں ہے۔

Marfat.com

حضرت محمد شریف چشتی

آپ زاویہ چشتیہ کاہنہ نو ضلع لاہور کے نگران ہیں۔ جب اعلیٰ حضرت شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی نے اپنے دست مبارک سے نومبر ۱۹۸۳ء میں زاویہ چشتیہ کاہنہ نو کی بنیاد رکھی۔ آپ کو ہی وھاں کا نگران مقرر فرمایا اور خلافت فاخرہ سے نوازا۔

آپ ہر سال زاویہ چشتیہ میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کا عرس مبارک شایان شان طریقے سے منعقد کرتے ہیں۔

حضرت محمد اسلم صاحب چشتی

آپ محکمہ تعلیم کے تحت معلمی کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اور زاویہ چشتیہ مصطفےٰ آباد کے نگران ہیں۔ حضرت قبلہ پیر و مرشد شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی نے آپکو خلافت سے نوازا۔

آپ نے کافی وقت حضرت سید امراو علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارا ہے۔

Marfat.com

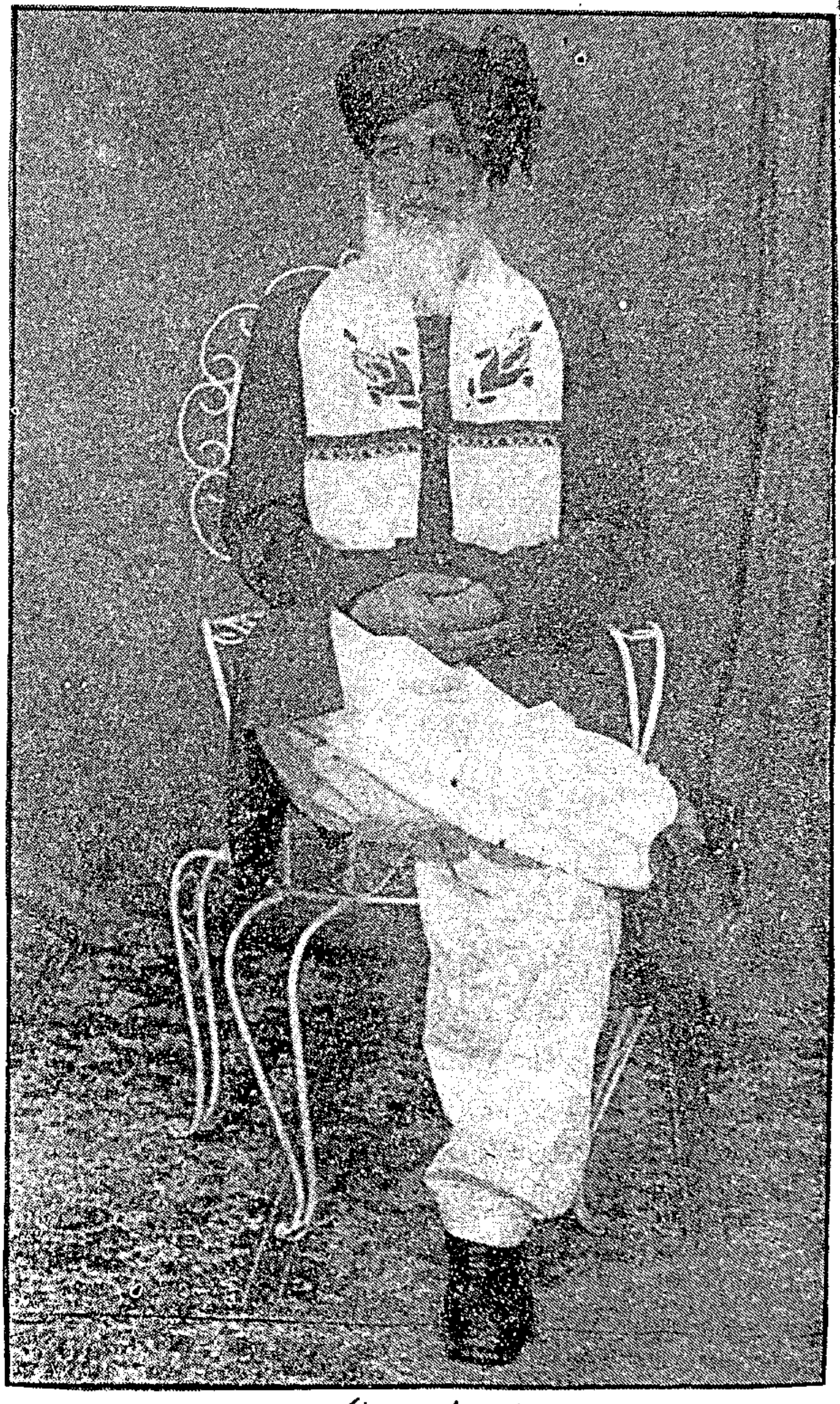

الحاج صوفی محمد عبدالشکور صاحب

Marfat.com

حضرت الحاج صوفی محمد عبدالشکور چشتی

ابتدائی تعلیم:-

آپ بمقام کاسلی (موضع) سیکر شریف راجپوتانہ میں پیدا ہوئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم موضع کاسلی میں ہی حاصل کی۔ خاندانی روایت کے مطابق سب سے پہلے آپ نے دینی تعلیم اپنے گاؤں کے امام مسجد حضرت مولانا حاجی محمد حنیف صاحب سے حاصل کی۔

آپ کے والد ماجد جناب جمال الدین عرف سید و خاں تھے۔ آپ مغل خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپ کے آباواجداد زراعت پیشہ تھے۔ آپکو بچپن ہی سے مذہب اور تصوف سے لگاؤ تھا۔ کیونکہ استاد محترم خالصتاً صوفی مسلک تھے۔ جس کا رنگ آپ نے بھی قبول فرمایا۔ آپ بچپن ہی سے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ اور بزرگان دین سے دلی لگاؤ رکھتے تھے۔ آپکے خاندان کے لوگ سلسلہ عالیہ چشتیہ نیازیہ اکبریہ میں قطب وقت حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے منسلک تھے۔ اسی وجہ سے آپ تقریباً آٹھ سال کی عمر میں اپنے والد محترم کے ہمراہ حضرت قبلہ سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپکے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔

ان دنوں حضرت قبلہ سید اکبر علی، شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے فرزند اکبر اور سجادہ نشین حضرت قبلہ سید سجاد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی زندگی میں ہی اپنا قائمقام مقرر فرما دیا تھا۔ اور انہیں خلافت عظمیٰ سے نوازا تھا۔ اس لئے جو بھی حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بہ ارادہ بیعت حاضر ہوتا۔ آپ اسے حضرت قبلہ سید سجاد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی

خدمت میں بھیج دیتے۔ لہذا دس برس کی عمر میں، آپ نے بھی بہ فرقان حضرت قبلہ سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت قبلہ سید سجاد حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔

شادی :-

۱۹۴۱ء میں آپ نے اپنے خاندان میں ہی شادی کی۔

ملازمت :-

۱۹۴۳ء میں آپ نے ملٹری کی ملازمت اختیار کر لی۔ اسی دوران آپ نے مزید اردو اور انگلش کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۴۷ء میں آپ نے فوج کی ملازمت ترک کر دی اور پاکستان تشریف لے آئے اور پاکستان میں کریمینل ٹرائیب سٹیلمنٹ ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت اختیار کر لی۔

۱۹۵۲ء میں یہ ڈیپارٹمنٹ ختم ہو گیا۔ تو پھر حیدر آباد سندھ پولیس میں ملازمت اختیار کر لی۔

اس دوران آپ نے اپنے والد محترم کی خدمت میں ہندوستان اپنے گاؤں میں ایک مراسلہ تحریر فرمایا جس میں آپ نے اپنے شیخ کامل حضرت قبلہ شاہ سجاد حسین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق معلومات دریافت کیں۔ آپ کے والد محترم نے جواباً لکھا۔ کہ آپ کے شیخ مکرم تو وصال فرما چکے ہیں۔ مگر پاکستان میں انکے قائم مقام اور خلیفہ حضرت شاہ اکرام حسین چشتی مدظلہ العالی موجود ہیں۔ آپ انہیں وہیں حیدر آباد میں ہی تلاش کریں۔ آخر کار آپ نے وہ در اقدس تلاش کر ہی لیا اور آپ حضرت قبلہ سید اکرام حسین شاہ سیکری چشتی مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہو کر

مرید ہو گئے۔ حضرت قبلہ پیر مرشد نے آپکی روحانی تربیت شروع کر دی اور جلد ہی آپ کیفیت کی بدل ڈالی۔

۱۹۸۱ء میں آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۹۸۲ء میں درگاہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی رحمتہ علیہ کی حاضری کے لئے سیکر شریف تشریف لے گئے۔ پھر اجمیر شریف، اور دہلی سے ہوتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ پھر حیدر آباد سے نقل مکانی کر کے مستقل طور پر کراچی میں منتقل ہو گئے۔

۱۹۸۴ء میں حضرت قبلہ پیرو مرشد نے کراچی میں زاویہ چشتیہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

۱۹۸۵ء میں دوبارہ اجمیر شریف، دہلی اور سیکر شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔

۱۹۷۵ء میں آپ نے ملازمت کے دوران ہی بچوں کو دینی، قرآنی تعلیم دینا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ آپ

نے فرمایا کہ میں نے حدیث شریف میں یہ پڑھا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"بہترین عمل دین سیکھنا اور سکھانا ہے۔"
اس لئے آپ دونوں وقت بہت سے بچوں کو قرآنی تعلیم سے مستفیض فرماتے ہیں۔
اسی دوران ۱۹۷۵ء میں ہی حضرت پیر علاوالدین قادری رحمتہ اللہ علیہ نے آپکو خلافت عطا فرمائی۔ جو کہ آپ نے اپنے شیخ کامل کی اجازت سے قبول فرمائی۔

خلافت و اجازت

۶ رمضان المبارک بروز جمعتہ المبارک ۱۴۰۶ھ کو حضرت قبلہ پیر و مرشد نے آپ کی روحانی تربیت وصلاحیت کے پیش نظر آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔
حج بیت اللہ کی سعادت اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی حاضری کا شوق ہر وقت آپ کے دل میں موجزن رہتا ہے۔ لہذا آپ دوبارہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ میں عمرے کے لئے روانہ ہوئے اور ۱۱ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ کو دوبارہ حج کی سعادت حاصل کر کے واپس تشریف لائے۔
آج کل آپ اورنگی ٹاؤن کراچی میں زاویہ چشتیہ میں ہی ذکر و فکر کی محفلیں سجائے ہوئے ہیں۔ اور بچوں کو قرآنی تعلیمات سے نوازتے ہیں اور صاحب خلافت و اجازت ہونے کے باعث اہل ارادت کو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں مرید بھی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

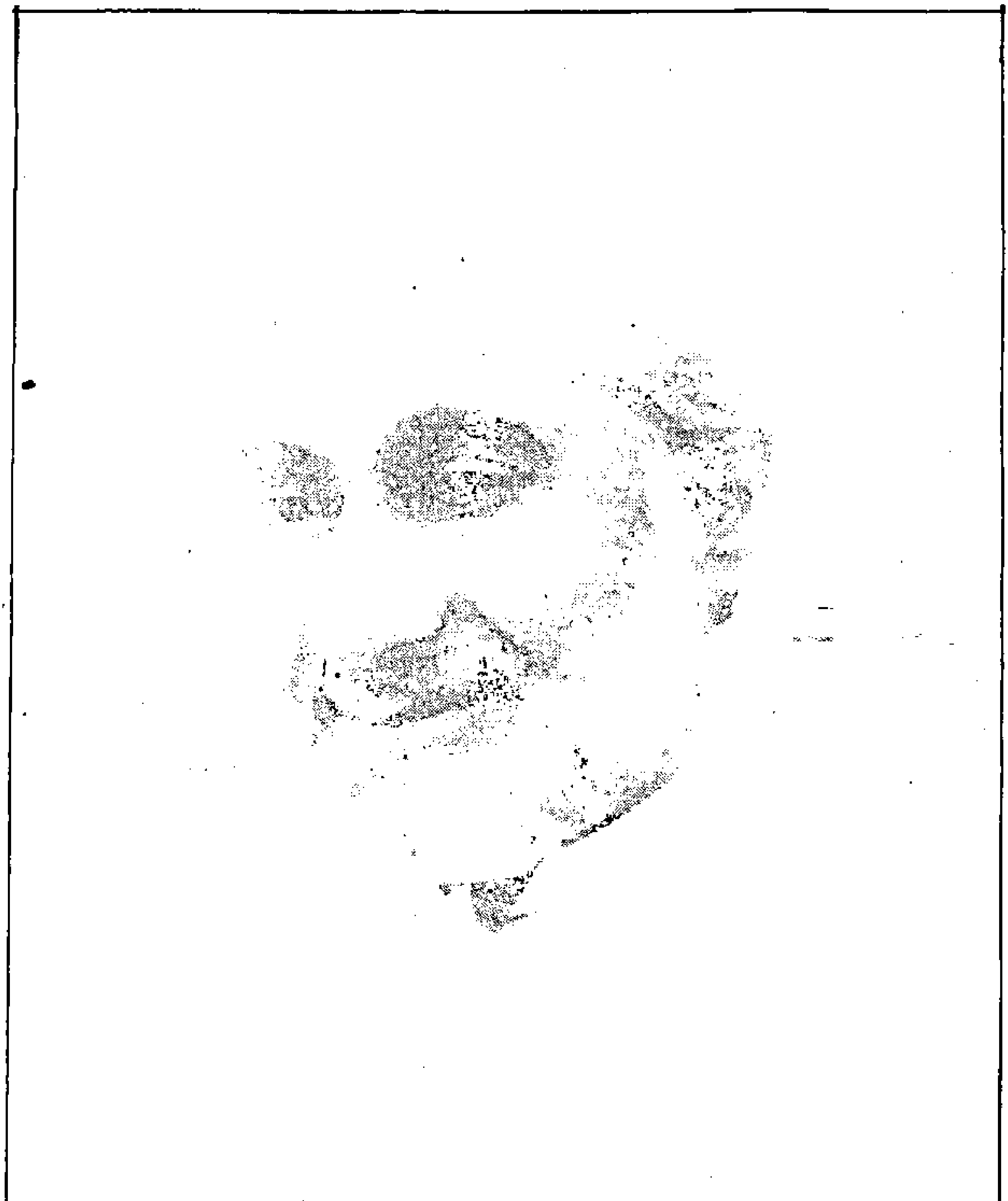

حضرت شیخ فضل اللہ الحائری

Marfat.com

حضرت شیخ فضل اللہ الحائری

محسن ملت مبلغ اسلام حضرت شیخ فضل اللہ الحائری صاحب ابن حضرت شیخ احمد کربلائی کربلا معلی میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد عظیم المرتبت درویش صفت عالم دین اور فقیہہ تھے اور کربلا معلی میں دینی درس و تدریس کے علاوہ امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ شیخ فضل اللہ الحائری نے ابتدائی دینی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ چھوٹی عمر میں قرآن پاک پڑھ لیا۔ فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ آپ کو چونکہ ابتدائی عمر سے ہی تبلیغ اسلام کا شوق تھا اس لئے علم جدیدہ حاصل کرنے کیلئے ملک برطانیہ کا رخ کیا۔ اور انگلینڈ یونیورسٹی سے طبیعات اور ریاضی میں گریجوایشن کی سند حاصل کی۔ امور تجارت اور انتظامی معاملات کی سندات بھی حاصل کیں۔ آپ نے پاکیزہ زریں اسلامی اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے اپنی تجارت کو خوب فروغ دیا۔ روحانیت کی طرف لگن آپ کو ورثے میں ملی ہے۔

بیعت:-

آپ حضرت شیخ عبدالقادر الصوفی کے دست حق پرست پر سلسلہ درقاویہ، شاذلیہ (لیبیا) میں بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز کیئے گئے۔ اور انہیں کے ایماء و ارشاد پر اپنی زندگی تبلیغ دین و خدمت اسلام کیلئے وقف کر دی اور اپنے نجی خرچ پر پیغام اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ محسن ملت حضرت شیخ عبدالقادر الصوفی آپ کو بڑی قدر اور منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت شیخ فضل اللہ الحائری کو اپنے شیخ طریقت سے کمال عقیدت ہے اور انہی کی نگاہ کرم نے آپکو ولایت کی عظیم منزل سے ہمکنار کیا۔ حضرت شیخ فضل اللہ الحائری شعلہ بیان خطیب بلند پایہ ادب اور عظیم مفکر اسلام ہیں۔ جب آپ اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان کرتے ہیں تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا ہے اور بڑے بڑے سائنس دان، فلاسفر دہریہ قسم کے لوگ آپ کے دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ آپ تقریباً دنیا کی کئی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور اس روانی سے تقریر کرتے ہیں کہ خود اہل زبان محو حیرت رہ جاتے ہیں آپ نے پوری قوت اور بیباکی سے دین فطرت اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا۔ جس کے نتیجہ میں آج دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کے

Marfat.com

مراکز قائم ہیں۔ خاص کر انگلستان، فرانس، سیلون، ملیشیاء، کنیڈا سپین، اندلس، انڈونیشیاء، تھائی لینڈ، چین، جنوبی و مشرقی افریقہ کی نوآبادیات ڈنمارک، ارجنٹائن اور رنگون قابل ذکر ہیں۔

الزہرہ ٹرسٹ:

اس تبلیغی و روحانی مرکز کی بنیاد حضرت شیخ فضل اللہ حائیری نے مورخہ ۲۸، اگست ۱۹۸۰ء میں پسین انٹونیو ٹیکساس امریکہ میں رکھی انسان میں فطری اور روحانی وجدان کو حکیمانہ غور فکر سے بیدار کرنے اور حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کی باقاعدہ اور منظم کاوشوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے تعلیمات اسلامیہ اور فلسفہ تصوف و پرانی تعلیم کو عام کرنے کے لئے ہر پہلو پر توجہ دے رہے ہیں۔ بیت الدین میں عیسائی، یہودی بدھ مت، سکھ اور دہریہ قسم کے پیشواؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے اسلام کا حیات بخش نورانی پیغام پہنچایا جاتا ہے حضرت شیخ فضل اللہ الحائیری کو تمام مسلمانوں کی طرف سے دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ تبلیغ اسلام کی قابل قدر خدمات کے علاوہ آپ دنیا کے دو بڑے روحانی سلسلوں سے منسلک ہیں۔ پہلا سلسلہ حضرت عبدالقادر الصوفی اور ان کے مرشد شیخ محمد ابن الحبیب رحمتہ اللہ علیہ اندلسی کا سلسلہ در قادیہ شاذلیہ آگے چل کر حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ جو اپنے وقت کے مشائخ کبار میں شمار ہوتے تھے سے ملتا ہے اور دوسرا سلسلہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ میں حضرت شیخ سید اکرام حسین شاہ سیکری چشتی مدظلہ العالی سے بیعت ہیں۔

۱۔ سلسلہ شاذلیہ درقادیہ کے شیخ ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ چھٹی صدی ہجری کے آخر میں موضع شاذلہ افریقہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی طرح صاحب سلسلہ اور بلند پایہ روحانی پیشواء تھے۔ آپ اپنے زمانے کے مایہ ناز عالم و فاضل تھے۔ تقدس اور بزرگی کے باعث آپ کا نام نامی پورے عالم اسلام کے کونے کونے میں مشہور تھا۔ اپنی خانقاہ اور حلقہ درس میں ہمیشہ واعظ و نصیحت میں مصروف رہتے۔ جب ابن تیمیہ نے ایک موقعہ پر سماع موتیٰ پر مجمع سے خطاب کرتے ہوئے اپنے باطل عقائد کا اظہار کیا کہ موتیٰ نہیں سنتے تو حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا محاسبہ فرماتے ہوئے دوران تقریر فرمایا کہ علمائے اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ آپ کی عالمانہ گفتگو سے سامعین پر گہرا اثر ہوا اور جب انہیں پتہ چلا کہ یہ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ تو سامعین آپکو فوراً سٹیج پر لے گئے۔ آپ نے تمام عمر فتنہ خوارج کا محاسبہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف الطبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے اپنا تیر ان پر چلایا تھا۔ لیکن انہوں نے اس کو اسی پر لوٹا دیا۔ آپ کے ملفوظات

Marfat.com

میں ہے کہ اسلام کی جان تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور آخرت اور اللہ کے نیک بندوں کی۔

(الطبقات الکبریٰ۔ مصنفہ علامہ عبدالوہاب الشعرانی ۳۹۸)

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ شاذلیہ نے افریقہ اور بلاد مصر میں خوب ترقی کی۔ برصغیر پاک وہند میں بھی اس سلسلہ کے مبلغین پہنچے لیکن یہاں یہ سلسلہ زیادہ ترقی نہ کر سکا۔ اس سلسلہ کے پہلے بزرگ حضرت شیخ علی متقی رحمتہ اللہ علیہ جونپوری جن کی ولادت برہان پور میں ۸۸۵ھ میں ہوئی۔ وفات ۲ جمادی الاول ۹۸۵ھ بمقام مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

مرزا محمد اختر دہلوی لکھتے ہیں کہ بعدہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو کر شیخ ابوالحسن مکی قطب وقت کی خدمت میں رہے۔ بعدہ شیخ محمد بن سخاوی سے طریقہ قادریہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔ طریقہ شاذلیہ میں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی سے بھی اجازت ہوئی۔

(تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان ۲۴۱)

و... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے سلسلہ شاذلیہ قادریہ اور چشتیہ میں عبدالوہاب متقی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

(حیات عبدالحق دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ۱۳۲)

اس کے علاوہ بھی حضرت شیخ فضل اللہ الحائیری نے مرد کامل کی تلاش جاری رکھی۔ پاکستان میں اکثر خانقاہوں کے سجادہ نشینوں سے ملاقاتیں کیں۔ کیونکہ آپ کے دل میں محبت الٰہی کے جذبات موجزن ہیں۔ آپ نے سوچا کہ پاکستان میں کسی مرد خدا کی غلامی اختیار کی جائے۔ تاکہ قرب الٰہی کی دولت میسر ہو۔ چنانچہ جہاں کسی بزرگ کی شہرت سنتے وہاں پہنچ جاتے۔ ایک دن جناب ڈاکٹر خالد اقبال اور کیپٹن واحد بخش سیال راقم الحروف کے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ عارف باللہ پیر طریقت حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری سے ملاقی ہوئے۔ جناب ڈاکٹر خالد اقبال صاحب حضرت شاہ صاحب کی محفل میں اکثر شریک ہوتے۔ آپ نے حضرت شیخ فضل اللہ الحائیری کو خط لکھ کر اس میں تمام کیفیت تاثرات بیان کیئے۔ شیخ فضل اللہ الحائیری ۱۹۸۲ء میں پاکستان تشریف لائے اور عارف کامل حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری چشتی سے کراچی میں ملاقات کی۔ پھر کیا تھا سراپاء اشتیاق بن کر حاضر خدمت ہوئے۔ پہلی نظر میں سو دل وجان سے فدا ہوگئے۔ اور حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری چشتی نے بھی نہایت شفقت ومحبت سے نوازا۔ اور ایک لافانی تعلق پیدا ہوگیا۔ شیخ فضل اللہ الحائیری نے حضرت سید اکرام حسین شاہ صاحب سیکری چشتی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اور آپ نے پاکپتن شریف میں ۱۹۸۲ء میں آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا

Marfat.com

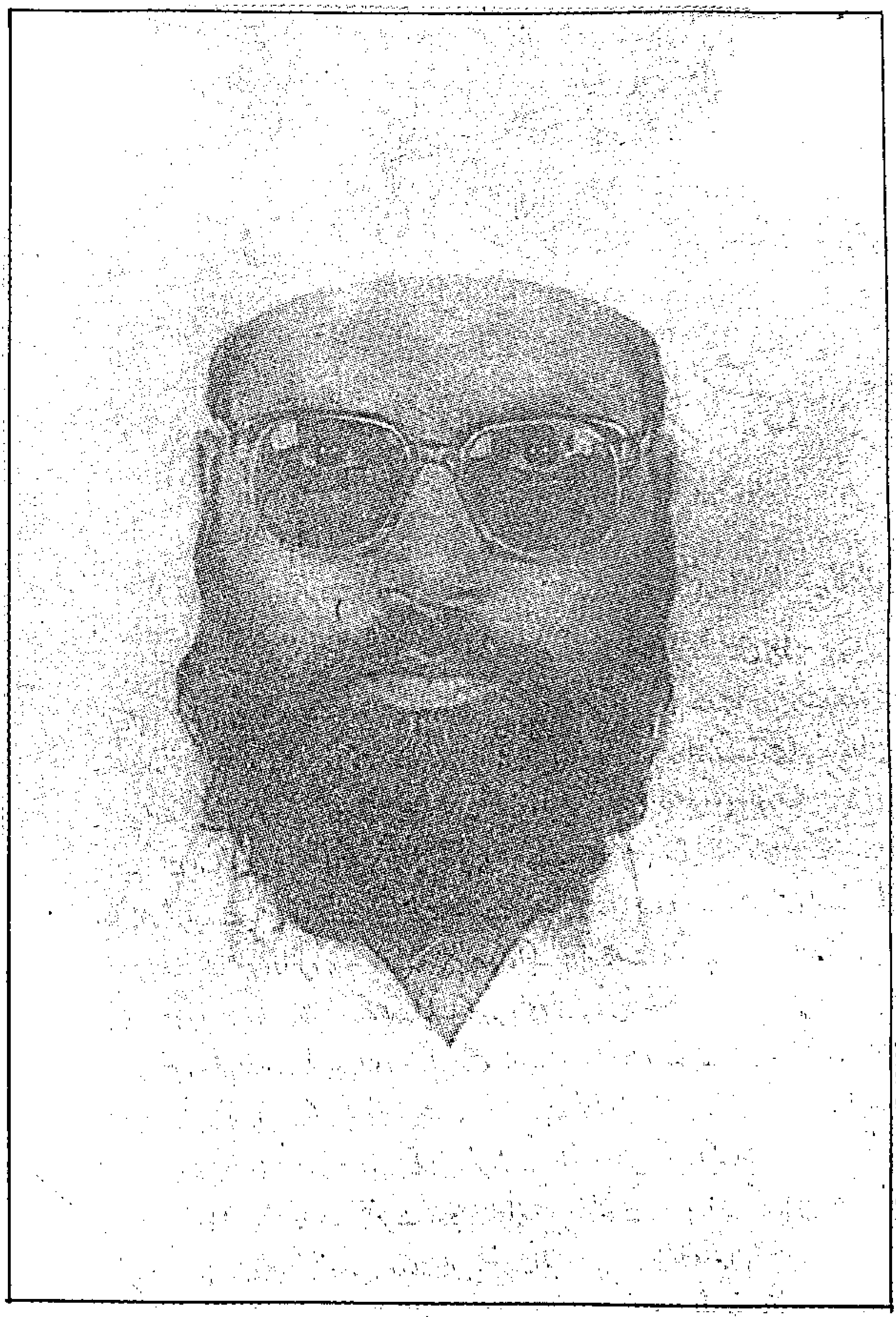

حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی

Marfat.com

حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی

(بقلم خود)

راقم الحروف حضرت شمس الاطباء حکیم خواجہ محمد حسین بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا بڑا بیٹا ہے۔

میری پیدائش ۲۷ ستمبر ۱۹۵۱ء کو ملتان چھاونی کے محلہ چاہ بوہڑ والا میں ہوئی۔ جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو خاندانی روایت کے مطابق ابتدائی تعلیم کا آغاز قرآنی تعلیم سے ہوا۔ حضرت مولانا فیض الہی صاحب رحمتہ اللہ علیہ (جو اپنے وقت کے جیّد عالم دین، نیک و متقی و پارسا بزرگ تھے) نے نورانی قاعدہ سے تعلیم شروع کرائی اس کے بعد تیسری جماعت تک کی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اور مڈل سکول ڈیرہ نواب صاحب میں ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کر کے ۱۹۶۵ء میں مڈل کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول احمد پور شرقیہ سے پاس کیا اور وہیں نہم جماعت میں داخل ہوگیا۔ نویں جماعت پاس کرنے کے بعد جب دسویں جماعت میں داخل ہوا۔ تو ایک شام سرراہ ایک دراز قامت بزرگ حضرت عبداللہ بن نصیر سے ملاقات ہوگئی۔ ان کی ملاقات کے بعد ایک عجیب سی جزب کی کیفیت طاری رہنے لگی اور مزاج میں تلخی پیدا ہوگئی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہی بزرگ مجھے پھر ملے اور انہوں نے مجھے حضرت عظمت سلطان قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر پچھلی شب حاضری دینے کو فرمایا۔ میں نے ان کے حسب فرمان کچھ عرصہ حضرت سلطان قادری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دی۔ آخر ایک شب حضرت عظمت سلطان نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا حصہ حضرت مخدوم شاہ اکرام حسین سیکری مدظلہ کے پاس ہے تم وہاں جاؤ۔ حضرت عظمت سلطان کے حسب ارشاد میں حضرت قبلہ غریب نواز شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی کے در اقدس پر حاضر ہوا اور قدم بوس ہوا حضرت خواجہ نے نہایت کریمانہ شفقت سے نوازا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ نیازیہ میں داخل فرمایا جونہی میرا ہاتھ آپ کے دست کرم میں آیا تو میری حالت یکسر بدل گئی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں دوبارہ اس دنیا میں آیا ہوں۔ اس کیفیت کی تبدیلی کے حضرت نے مجھے مزید تعلیم کے حصول کے لئے ارشاد فرمایا اور میں عربی و فارسی علوم کے حصول کے حضرت علامہ مولانا محمد منظور احمد فیضی صاحب کے مدرسہ میں داخل ہوگیا اور ۱۹۷۰ء میں فاضل ا

۱۹۷۱ء میں فارسی اور میٹرک کا امتحان ۱۹۷۳ء میں ایف۔ اے اور ۱۹۸۱ء میں بی۔ او۔ ایل کا امتحان پاس کیا۔ ان امتحانات کے پاس کرنے کے بعد پھر بہاولپور ٹیچر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ میں باقاعدہ اورنٹیل ٹیچر کا کورس کیا اور محکمہ تعلیم میں بحیثیت او۔ ٹی ٹیچر ملازمت اختیار کرلی۔ محکمہ تعلیم میں پانچ سال ملازمت کرنے کے بعد حضرت قبلہ والد گرامی رحمتہ اللہ علیہ کی ایماء پر طبیہ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا اور ملازمت سے استعفیٰ دیدیا۔ طبیہ کالج لاہور میں چار سالہ کورس "فاضل الطب والجراحت" "قومی طبی کونسل اسلام آباد حکومت پاکستان کے تحت پاس کیا۔ اس دوران طبیہ کالج لاہور کے میگزین کا چیف ایڈیٹر بھی رہا۔

طبیہ کالج سے "فاضل الطب والجراحت" کا کورس کر کے جونہی واپس گھر لوٹا تو یہاں جناب ڈاکٹر خالد اقبال صاحب (پی۔ ایچ۔ ڈی) الصراط ٹرسٹ پاکستان کا قیام عمل میں لا چکے تھے۔ جس کے تحت احمد پور شرقیہ میں مدالصراط ٹرسٹ ہسپتال "قائم کیا گیا۔ جس میں مختلف طریقہ ہائے علاج مثلاً ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی اور آکوپنکچر وغیرہ سے علاج معالجہ کیا جاتا تھا۔ اور بے شمار دکھی انسانیت کی مفت خدمت کی جاتی تھی۔ اس ہسپتال میں ہر شعبہ کے ملکی وغیر ملکی ماہر ڈاکٹر صاحبان اپنی خدمات نہایت جانفشانی سے ادا کرتے تھے۔ اسی دوران میری ملاقات جناب ڈاکٹر خالد اقبال صاحب سے ہوئی۔ تو انہوں نے اپنے ہسپتال کے لیئے میری خدمات کے حصول کا اظہار فرمایا۔ آخر کار میں نے اپنے والد محترم علیہ الرحمتہ اور حضرت قبلہ پیر و مرشد خواجہ شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی کے ارشاد مبارک سے ہسپتال کے لیے وقت دینا شروع کر دیا۔ جناب ڈاکٹر خالد اقبال صاحب نے بحیثیت انچارج ہسپتال میری خدمات حاصل کیں۔ تین سال تک ہسپتال احمد پور شرقیہ میں ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک کرائے کی عمارت میں قائم رہا۔ مگر بعد میں اسے خانقاہ عالیہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب منتقل کر دیا گیا۔ جو تا ہنوز قائم ہے اور مخلوق خدا کی خدمت انجام دے رہا ہے۔

خلافت و اجازت

میرے والد محترم حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی رحمتہ اللہ علیہ کو جب پہلی مرتبہ قلب کی تکلیف کا عارضہ ہوا۔ تو انہیں اپنی صحت کے بارے میں تشویش لاحق ہوئی۔ اسی دوران انہوں نے مجھے ارشاد فرمایا کہ کاغذ اور قلم لاؤ۔ میں انہیں پیش کیا۔ پھر آپ نے بھائی محمد منیر صاحب سے جو اس وقت موجود تھے۔ میرے لئے خلافت نامہ لکھوایا اور اسی تکلیف کی حالت میں ہی اس خلافت نامے پر دستخط فرمائے۔ نیز زبانی بھی کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں۔ یہ خلافت نامہ ۲۷ محرم ۱۴۰۳ھ کو تحریر فرمایا۔ چند روز ابتداً قلب کے عارضے کی تکلیف حضرت قبلہ والد محترم علیہ الرحمتہ کو رہی پھر وہ رو بصحت ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت قبلہ قطب زماں سیدی و مرشدی شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی

Marfat.com

ڈیرہ نواب صاحب میں تشریف لائے۔ تو حضرت قبلہ والد محترم علیہ الرحمتہ نے وہ خلافت نامہ حضرت پیرو مرشد کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت قبلہ نے نظر شفقت فرما کر ۱۰ جنوری ۱۹۸۳ء کو اس خلافت نامہ کی تصدیق و تائید فرمائی۔

جب اکتوبر ۱۹۸۶ء کو حضرت قبلہ والد محترم رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا۔ تو حضرت سید نا مرشد ناز بدۃ العارفین سید الکاملین شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی نے ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو راقم الحروف کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور پھر جب آپ ڈیرہ نواب صاحب تشریف لائے تو مورخہ ۶ رجب ۱۴۰۷ھ بمطابق ۷ مارچ ۱۹۸۷ء کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقعہ پر خانقاہ عالیہ چشتیہ ڈیرہ نواب صاحب میں اپنے دست مبارک سے دستار بندی کی سعادت سے نوازا۔

عکس خلافت نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کے نام سے آغاز جو اپنی طرف رجوع ہونیوالے بندوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے اور درود لامحدود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سارے عالم کے لئے ہدایت لیکر تشریف لائے اور سلام ان اولیائے امت پر جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کے وارث ہوئے اولیائے امت نے ہر دور میں اپنے اپنے خصوصی طریقہ ارشاد کے تحت سلسلہ طریقت کو قائم اور جاری رکھا تاکہ مخلوق خدا ہدایت پاتی رہے۔ علی الخصوص بزرگان سلسلہ عالیہ چشتیہ کا طریقہ ہدایت جو سرزمین ہندو پاک کے عوام و خواص کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ راقم الحروف حکیم محمد حسین بدر چشتیہ ابن میاں فضل الدین خلیفہ مجاز حضرت حکیم سید اکرام حسین صاحب چشتی ابن حضرت سید سجاد حسین شاہ صاحب چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے حکیم محمد افتخار حسین اظہر چشتی کو عرصہ تک دیکھا جانچا اور ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لیا۔ میرے نزدیک بلاشبہ حکیم صاحب موصوف اس کے اہل ہیں کہ انہیں بیعت ارادت کی اجازت مرحمت کی جائے لہذا میں ان کو ڈیرہ نواب صاحب میں اپنا قائم مقام مقرر کرتا ہوں۔ پس میں نے بتاریخ ۲۷ محرم ۱۴۰۳ کو یہ تحریر لکھی تاکہ سند رہے۔ وہ تمام لوگ جو میرے سلسلہ عالیہ چشتیہ میں داخل ہیں۔ ان کو بہر حال میرا قائم مقام اور نائب سمجھیں میں نے اسی طریقہ پر ان کو اپنا قائم مقام قرار دیا جس طریقہ پر میرے نے مجھے اس خدمت پر مامور فرمایا تھا۔

بندہ اس کی تصدیق و تائید کرتا ہوں
سید اکرام حسین سیکری ۱۰ جنوری ۱۹۸۳

فقط
حکیم محمد حسین بدر چشتی
۲۷ محرم ۱۴۰۳ھ

Marfat.com

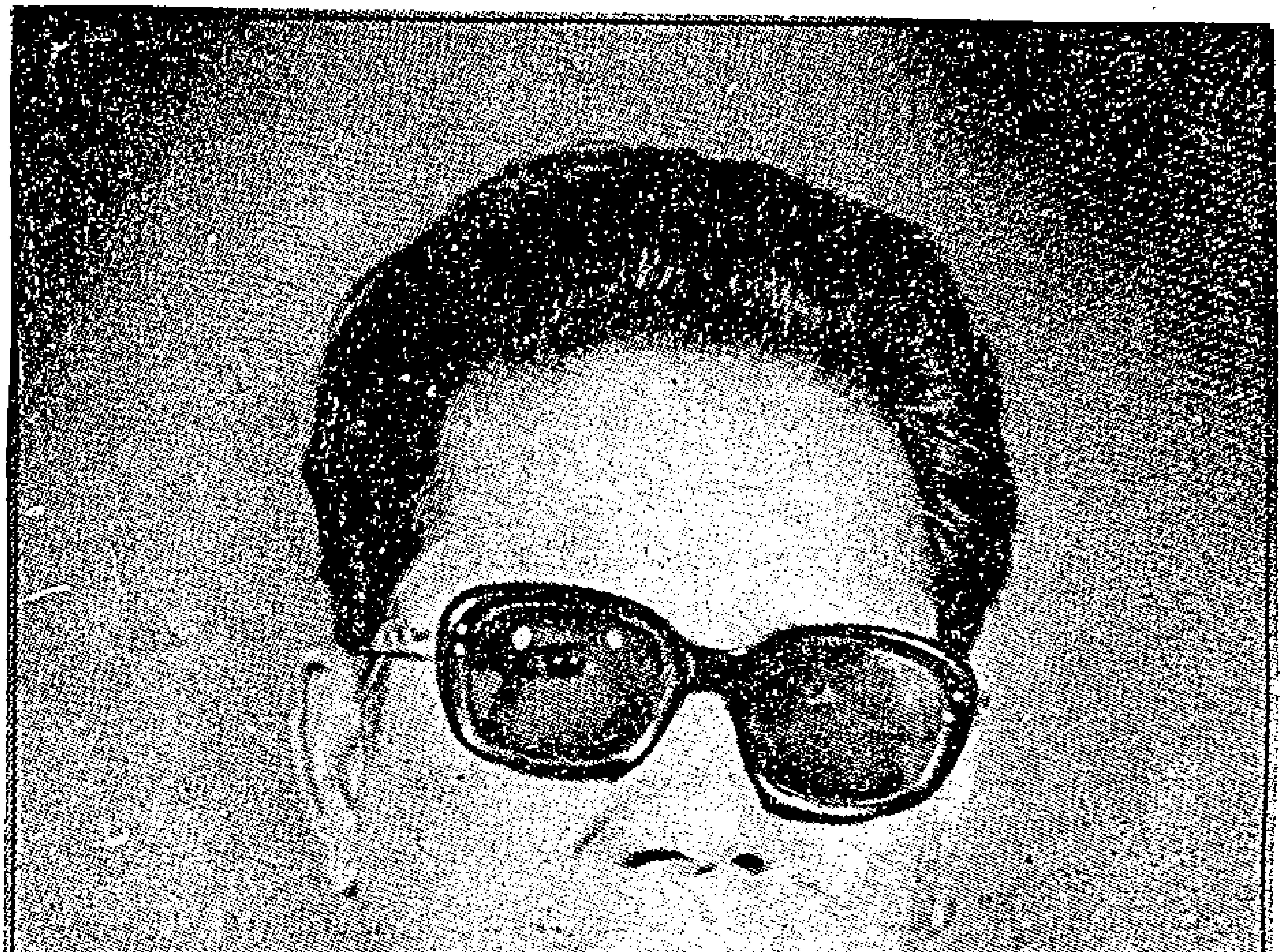

سلیم الدین خاں کمالی مرحوم

Marfat.com

سلیم الدین خاں چشتی کمالی

آپ جناب عظیم الدین خاں کمالی مرحوم کے عظیم فرزند تھے- آپ کا آبائی وطن تقسیم ہند سے قصبہ ببائی تھا- قیام پاکستان کے بعد آپ ترک وطن کر کے پاکستان تشریف لائے اور میر پور خاص ضلع تھرپارکر سندھ میں مستقل سکونت اختیار کرلی- یہاں آپ نے اپنی ذاتی کوشش اور محنت سے اپنا مقام پیدا کیا- بہت غیور اور نہایت خود دار انسان تھے کسی سے مدد لینا یا کسی کا احسان اٹھانا آپ کو مطلق گوارا نہ تھا- آپ نے جو کچھ کیا اپنی محنت اور کوشش سے کیا- اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں نے آپ کو پستی سے بلندی پر پہنچایا-

آپ کی تعلیم زیادہ نہیں تھی- مگر تھوڑے علم کے باوجود آپ کی قدرتی صلاحیتوں نے تھوڑے علم کو زیادہ کر کے دکھلا دیا تھا- مذہب کے اعتبار سے خالص سنی عقائد رکھتے تھے- مشرب کے لحاظ سے چشتی تھے- چشتیہ سلسلہ سے آپ کو قدرتی لگاؤ تھا- شاہ ولائت سیکر شریف سے آپ کو دلی لگاؤ تھا- حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کو بے پناہ عقیدت تھی- اسی عقیدت کے باعث آپ نے حضرت قبلہ شاہ اکرام حسین چشتی سیکری مدظلہ العالی سے بیعت کی تھی- وہ حضرت پیر و مرشد کے چہیتے مرید تھے- اور خود حضرت قبلہ پیر و مرشد بھی ان سے بیحد محبت کرتے تھے-

اسی جذبہ عقیدت نے انہیں آگے بڑھایا- محترم پیر و مرشد کی ہدایت پر انہوں نے خانقاہ عالیہ چشتیہ میر پور خاص کے لیے زمین حاصل کرنے میں بیحد کوشش کی جب زمین حاصل ہو گئی تو وہ ہمہ تن خانقاہ کی تعمیر و ترقی کے اہم اور صبر آزما کام میں دل و جان سے مصروف ہو گئے- انہوں نے اپنی تمام تر بہترین صلاحیتوں کو ہمہ وقت اس عظیم کام کی تکمیل میں آخر دم تک لگائے رکھا- یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ خانقاہ چشتیہ میر پور خاص تعمیر کے ضروری مراحل سے بخوبی گذر گئی- ان کے کام کی عظمت کا اندازہ اس مقام کو دیکھ کر لگایا جا سکتا ہے- انہوں نے خانقاہ شریف کے لئے جو کچھ بھی کیا وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور چشتی بزرگوں سے عقیدت کے جذبے سے کیا- کوئی دنیاوی فائدہ اٹھانا مطلق ان کا مقصود نہ تھا-

انہوں نے دامے، درمے، قدمے، سخنے جو کچھ ممکن تھا کیا اور مسلسل و متواتر کرتے رہے- بلکہ انہوں نے اس کام کی تکمیل کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا-

خانقاہ چشتیہ میر پور خاص کی تعمیر و تکمیل، فلاح و بقاء کے سلسلہ میں وہ ایک ناقابل فراموش کردار تھے- ان کی قربانیوں نے ان کو اس عظمت سے سرفراز کیا کہ وہ خانقاہ چشتیہ میں مدفون ہوئے-

اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے- (آمین)

Marfat.com

ڈاکٹر خالد اقبال صاحب

Marfat.com

ڈاکٹر خالد اقبال (پی- ایچ- ڈی- برطانیہ)

آپ کی ولادت احمد پور شرقیہ میں جناب چوہدری عزیز احمد صاحب کے گھر ہوئی- آپ کے بزرگ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ سے منسلک تھے- اس لئے آپ ایک علمی اور روحانی خاندان سے تعلق رکھتے خاندانی روایت کے مطابق گھر پر ہی قران مجید کی تعلیم حاصل کی اور پھر باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا- اپنے ایس- اے ھائی سکول احمد پور شرقیہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا- اور پھر ایم- ایس- سی کی ڈگری اسلام آباد یونیورسٹی سے حاصل کی- اور مزید اعلی تعلیم حاصل کرنے کی خاطر برطانیہ چلے گئے- جہاں آپ نے فزیکل کیمسٹری میں پی- ایچ- ڈی کی ڈگری حاصل کی-

اس کے بعد اے- اینڈ ایم یونیورسٹی ریاست ٹکساس امریکہ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر مقرر ہوئے- وہیں پر آپ کی ملاقات جناب شیخ فضل اللہ الحائری سے ہوئی- اور آپ ان سے سلسلہ عالیہ قادریہ شاذلیہ میں منسلک ہوگئے- اور اپنے شیخ کے حسب فرمان امریکہ سے ملازمت چھوڑ کر پاکستان میں "الصراط ٹرسٹ" قائم کیا- جو کہ ایک فلاحی ادارہ ہے- آپ اس ادارہ کے سیکرٹری جنرل اور پھر ایگزیکٹو ٹرسٹی مقرر ہوئے-

اس ٹرسٹ کے زیر نگرانی، دو ہسپتال، تین سکول اور ایک بچیوں کی کڑھائی کا مرکز قائم ہے جو علاقہ بھر میں عوام الناس کی خدمت کر رہے ہیں- آپ کو شیخ الشیوخ حضرت مخدوم شاہ اکرام حسین سیکری چشتی مدظلہ العالی سے نہایت محبت و عقیدت ہے اور خانقاہ عالیہ چشتیہ کے خادمین میں شامل ہیں-

تذکرۂ خواجگانِ چشت

سیکر شریف

مصنف

محب الرسول حضرت خواجہ حکیم محمد حسین بدر چشتی نظامی نیازی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com